

نام کتاب : انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
مصنف : فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی
سن تصنیف : ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۹ء
کمپوزنگ : مولانا محمد زبد الحق مصباحی مدرس درجات عالیہ ”جامعہ فیض الرحمن“ جونا گڑھ، گجرات (انڈیا)
اشاعت اول : ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۹ء
ناشر : جماعت رضائے مصطفیٰ (یو، کے)
صفحات : ۲۸۰
تعداد :
قیمت :

ہندوستان میں ملنے کے پتے:
(۱) خواجہ بک ڈپو، 419/2 ٹیامحل، اردو مارکیٹ، جامع مسجد، دہلی
(۲) امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، یوپی
(۳) جامعہ فیض الرحمن جونا گڑھ، گجرات
(۴) جامعہ نور یہ شام پور، رائے گنج، بنگال

”زبدۃ التحقیق“ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

یعنی

انبیاء کرام کے بعد

افضل کون؟

مصنف

مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی

حسب فرمائش

حضرت مولانا نظام الدین صاحب (یو کے)

ناشر

جماعت رضائے مصطفیٰ (یو کے)

48	عام قطعی	۱۳
48	خاص قطعی	۱۴
48	اخص قطعی	۱۵
52	فائدہ نمبر (۳)	۱۶
52	ظنی کی قسمیں	۱۷
52	عام ظنی	۱۸
52	خاص ظنی	۱۹
52	اخص ظنی	۲۰
53	فائدہ نمبر (۴)	۲۱
53	قطعیت و ظنیت کا مدار	۲۲
53	عام مخصوص منہ البعض کا حکم	۲۳
54	ظاہر و نص، قطعی بھی ہیں اور ظنی بھی	۲۴
54	مفسر، عام قطعی ہے	۲۵
57	قوی دلیل کے بالمقابل ضعیف دلیل سے استدلال باطل ہے	۲۶
58	فائدہ نمبر (۵)	۲۷
58	اسم تفضیل و مبالغہ میں معنوی فرق	۲۸
59	افضلیت کی صورتیں	۲۹
59	افضلیت جزئیہ	۳۰
59	افضلیت کلیہ افرادیہ	۳۱

فہرست

صفحہ	مشمولات	شمارہ
20	گرامی نامہ بنام مولانا نظام الدین صاحب (یو، کے)	۱
21	نذر	۲
22	شکرگزاری	۳
23	”زبدۃ التحقیق“ کا اجمالی جائزہ	۴
35	فائدہ نمبر (۱)	۵
35	اجماع کیا ہے؟	۶
36	اجماع کی قسمیں	۷
36	اجماع قولی	۸
38	اجماع عملی	۹
38	اجماع سکوتی	۱۰
39	اجماع کے احکام اور مدارج	۱۱
40	اجماع اہل سنت کے انکار کا حکم	۱۲
42	خبر واحد کے مضمون پر اجماع کا درجہ	۱۳
46	فائدہ نمبر (۲)	۱۴
46	قطعی کی قسمیں	۱۲

5	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
76	۵۰ انعقاد اجماع میں حضرت مولا علی کی شمولیت
79	۵۱ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر کی افضلیت کتاب وسنت اور اجماع کی دلیل قطعی سے ثابت ہے
81	۵۲ اجماع کے قائلین و ناقلین میں ائمہ اربعہ شامل ہیں
87	۵۳ قرآن وحدیث میں منسوخ ہونے کا احتمال ہوتا ہے، اجماع میں نہیں
88	۵۴ قرآن مجید
89	۵۵ تفسیر گبیر، تفسیر بغوی، شرح مقاصد، شرح مواقف میں ہے کہ باجماع اہل سنت، آیت کریمہ: "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" میں "اتقی" سے مراد حضرت صدیق اکبر ہیں۔
90	۵۶ "اتقی" سے حضرت صدیق کا مراد ہونا خود قرآن ہی سے ثابت ہے۔
93	۵۷ امام باقلانی کا سورۃ اللیل سے حضرت صدیق کی افضلیت کا نفیس استنباط
96	۵۸ احادیث وارشادات صحابہ
96	۵۹ ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل میں مولا علی سے مروی حدیث
96	۶۰ کنز العمال میں مروی حدیث
97	۶۱ بخاری شریف میں مروی حدیث
97	۶۲ عمدۃ القاری میں مروی حدیث
97	۶۳ ترمذی میں فاروق اعظم سے مروی حدیث

4	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
59	۳۲ افضلیت کلیہ مجموعیہ
63	۳۳ فائدہ نمبر (۶)
63	۳۴ شرعی اعتبار سے افضلیت کی قسمیں
63	۳۵ ظاہری افضلیت
63	۳۶ باطنی افضلیت
65	۳۷ فائدہ نمبر (۷)
65	۳۸ عقیدہ کی تعریف
65	۳۹ عقائد کی تدوین
65	۴۰ کتب عقائد کی تدوین
66	۴۱ بحث عقیدہ نہیں ہوتی
67	۴۲ بحث سے مقصود؟
67	۴۳ موضوع کا جائزہ
68	۴۴ افضلیت جزئیہ میں صحابہ کی ایک دوسرے پر تفضیل
68	۴۵ بعض غیر صحابی کو بھی صحابہ پر افضلیت جزئیہ حاصل ہے۔
71	۴۶ اہل سنت اور روافض میں اختلاف کس افضلیت کے بارے میں ہے؟
72	۴۷ اہل سنت کا موقف اور ان کے دلائل
73	۴۸ اجماع
73	۴۹ صحابہ و تابعین کا اجماع

7	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
109	۷۸ حضور غوث اعظم کا فرمان
111	۷۹ حضرت داتا گنج بخش سید علی حسنی بھویری، لاہوری کا فرمان
112	۸۰ محبوب الہی کے خلیفہ سید محمد بن مبارک کرمانی میر خور و خلیفہ محبوب الہی کا فرمان
112	۸۱ حضرت سید عبدالواحد بلگرامی کا فرمان
112	۸۲ حضرت ابوالفیض سید مرتضیٰ حسین زبیدی حسینی مصری کا فرمان
114	۸۳ کسی مسئلہ کی توثیق مزید کے لیے متکلم فیہ روایت بھی مقبول ہے
115	۸۴ ائمہ و علما کے اقوال
115	۸۵ امام اعظم کا قول
115	۸۶ امام شافعی کا قول
116	۸۷ امام مالک کا قول
116	۸۸ علامہ نسفی کا قول
116	۸۹ علامہ ابن قدامہ حنبلی کا قول
117	۹۰ امام غزالی کا قول
118	۹۱ علامہ یوسف نبہانی کا قول
120	۹۲ میمون بن مہران (تابعی) کا قول
120	۹۳ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی کا قول
120	۹۴ امام رازی کا قول

6	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
98	۶۴ ابوداؤد میں مروی حدیث
98	۶۵ فضائل صحابہ از امام ابن حنبل میں مروی چند حدیثیں
100	۶۶ الانتصار از ابوالحسین یحییٰ بن شافعی اور لہجۃ الاعتقاد از موفق الدین ابن قدامہ میں مروی حدیث
101	۶۷ معالم اصول الدین از امام رازی، اور فضائل الخلفاء الاربعۃ از ابونعیم اصفہانی میں مروی حدیث
101	۶۸ المحاسن والمساوی از ابراہیم بیہقی، اور سبل الہدی والرشاد از محمد بن یوسف الشامی میں مروی حدیث
103	۶۹ اہل بیت کے فرامین
103	۷۰ حضرت مولیٰ علی کے آٹھ فرامین عالیہ
106	۷۱ امام ذہبی نے حضرت مولا علی کے فرمان ”مجھے صدیق اکبر سے افضل کہنے والا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اسی کوڑے کی سزا کا مستحق ہے“ کو متواتر اور اسی حضرات کی روایت بتایا
107	۷۲ حضرت مولا علی کے تیسرے صاحب زادے محمد بن حنفیہ کا فرمان
108	۷۳ بیمار کر بلا امام زین العابدین کا فرمان
108	۷۴ امام زین العابدین ہی کا ایک اور فرمان
109	۷۵ امام باقر کا فرمان
109	۷۶ امام سید شافعی کا فرمان
109	۷۷ امام سید محمد بن عبداللہ کا فرمان

9	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
133	۱۰۵ صدیق اکبر کی فضیلت باطنیہ مطلقہ پر اجماع کی سند، ”میری امت اور ابو بکر کے ایمان کو تو لا جائے تو ابو بکر کا ایمان رائج ہوگا“ اور ”ابو بکر نماز روزے کی وجہ سے سبقت نہیں لے گئے، بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں ودیعت کر دی گئی“ جیسی حدیثیں ہیں
138	۱۰۶ زبدۃ التحقیق میں پیش کردہ چند احادیث پر اصولی گفتگو اور ان کی صحیح تفہیم
138	۱۰۷ پہلی حدیث
140	۱۰۸ دوسری حدیث
141	۱۰۹ راوی کی اپنی رائے کو ”زبدہ“ میں حدیث کا لفظ قرار دے دیا گیا ہے
143	۱۱۰ تیسری حدیث
144	۱۱۱ چوتھی حدیث
146	۱۱۲ پانچویں حدیث
147	۱۱۳ فضیلت جزئیہ فضیلت مطلقہ کی منافی نہیں
151	۱۱۴ ”زبدۃ التحقیق“ کی متعدد عبارات باہم متعارض ہیں
159	۱۱۵ اعتراض نمبر (۲) اگر مسئلہ فضیلت اجماعی ہوتا تو قطعی ہوتا، حالاں کہ امام باقلانی ظنی کہتے ہیں
159	۱۱۶ جواب : شیخین کی فضیلت باطنیہ مطلقہ، قطعی بالمعنی الاعم ہے، اسی کو ظنی بالمعنی الاخص بھی کہا جاتا ہے، اس لیے ظنی کہنا اجماعی ہونے کے خلاف نہیں

8	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
121	۹۵ مخدوم بہار شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا قول
123	۹۶ اعتراضات و جوابات
123	۹۷ اعتراض نمبر (۱) علامہ ابن عبد البر اور ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ مسئلہ فضیلت میں اسلاف کا اختلاف ہے، اگر یہ مسئلہ اجماعی ہوتا تو اسلاف اختلاف کیوں کرتے؟
124	۹۸ جواب: لغت میں سلف کے معنی عام ہیں جو اہل سنت و شیعہ دونوں کو شامل ہے
124	۹۹ علامہ ابن البر نے مولاے کائنات کا ارشاد ”جو مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دے، وہ سزا میں اسی کوڑے کا مستحق ہے“ نقل کیا ہے
124	۱۰۰ علامہ ابن عبد البر ہی نے فرمایا ہے کہ اہل سنت کا مسلک ابو بکر و عمر کی فضیلت ہے اور یہی ہمارے نزدیک حق ہے
126	۱۰۱ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ صدیق اکبر کی فضیلت، مطلقہ ہے اور دوسرے حضرات کی جزئیہ
127	۱۰۲ ریاض النضرہ میں ہے کہ اسلاف کا اختلاف حضرت عثمان علی کی فضیلت میں ہے۔
133	۱۰۳ ابن حزم کی نقل کردہ روایتیں، روایت و درایت دونوں اعتبار سے مخدوش ہیں
133	۱۰۴ ابن حزم کی منقولہ روایات اگر تسلیم کر بھی لی جائیں تو ظاہری و جزئی فضیلت پر محمول ہوں گی

117	حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت مطلقہ کا منکر گمراہ ہے	165
118	ظنی بالمعنی الاخص اور قطعی بالمعنی الاعم متحد المصداق ہیں	165
119	قطعی و ظنی دونوں کلی مشکلک ہیں	165
120	اعترض نمبر (۳) اگر مسئلہ افضلیت اجماعی و قطعی ہوتا تو علامہ ابن البرکیسے فرماتے کہ ”کسی بھی طریقہ صحیحہ سے ہم تک یہ نہیں پہنچی جس سے حجت شرعیہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا: فلاں، فلاں سے افضل ہے“؟	167
121	جواب: علامہ ابن البر نے یہ بات ان حضرات کے تعلق سے کہی ہے جن کے بارے میں صرف فضائل بیان ہوئے ہیں، افضلیت نہیں۔ اور اگر کہیں افضلیت بھی بیان ہوئی ہے تو وہ جزئی افضلیت ہے، نہ کہ افضلیت مطلقہ	168
122	صواعق محرقہ سے ثبوت	169
123	تکمیل الایمان سے ثبوت	170
124	اعترض نمبر (۴) صدیق اکبر کی افضلیت کا مسئلہ تو ضروریات دین سے نہیں۔ پھر یہ مسئلہ اجماعی کیسے ہو گیا؟	173
125	جواب: اہل سنت، حضرت صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ کو ضروریات دین سے نہیں، ضروریات اہل سنت سے مانتے ہیں جس کے ثبوت کے لیے اجماع بالمعنی الاعم کافی ہوتا ہے	173
126	فتاویٰ عزیزی سے ثبوت	174

127	اعترض نمبر (۵): ابن حزم کے مطابق جنت میں سب سے بلند مکان حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا تو حضرت صدیق اکبر سب سے افضل کہاں ہوئے؟	175
128	جواب: پہلی بات یہ ہے کہ ابن حزم نے یہ بات اپنے قیاس و گمان سے لکھی ہے، جب کہ یہ مسئلہ قیاس و گمان کا نہیں، وحی الہی کا ہے	175
129	دوسری بات یہ ہے کہ ابن حزم گمراہ ہے	176
130	ابن حزم کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی اولاد پیدا کر دے	176
131	گمراہ کے اختلاف سے اجماع بالمعنی الاعم کے انعقاد میں فرق نہیں پڑتا	176
132	خلافت شرعی کے انعقاد کے لیے قریشی ہونا باجماع اہل سنت شرط ہے، مگر خوارج و معتزلہ اس کے خلاف ہیں	177
133	غیر مجتہد سنی بھی اجتہاد سے نہیں، کسی اور وجہ سے اختلاف کرے تو اجماع قطعی بالمعنی الاعم کے انعقاد میں خلل نہیں پڑتا ہے	179
134	خلافت صدیقی سے حضرت سعد بن عبادہ کے اختلاف کی بحث	180
135	اعترض نمبر (۶): اجماع، خلافت کی ترتیب پر ہوا تھا، افضلیت کی ترتیب پر نہیں اور خلافت کی ترتیب پر اجماع، افضلیت کی ترتیب کو مستلزم نہیں	184
136	جواب: جی نہیں! افضلیت میں ترتیب کی وجہ سے خلافت میں ترتیب پر اجماع ہوا ہے	186

186	عقائد نسفیہ سے ثبوت	۱۳۷
186	نبراس سے ثبوت	۱۳۸
187	شرح عقائد سے ثبوت	۱۳۹
187	حاشیہ عصام سے ثبوت	۱۴۰
187	حدیقہ ندیہ سے ثبوت	۱۴۱
188	الاسالیب البدیعہ سے ثبوت	۱۴۲
188	افضلیت پر اجماع کی بنیاد و سند	۱۴۳
196	اعتراض نمبر (۷): نماز کی امامت کو بھی وجہ افضلیت شمار کیا گیا ہے جب کہ نماز کی امامت وجہ افضلیت ہرگز نہیں؛ کیوں کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے	۱۴۴
196	جواب: اولاً: نماز کی امامت کو وجہ افضلیت میں شمار نہیں کیا گیا ہے	۱۴۵
196	ثانیاً: بغیر کسی وجہ خاص کے افضل کی موجودگی میں مفضول سے امامت کرانے پر حدیث میں وعید آئی ہے	۱۴۶
200	اعتراض نمبر (۸): امام مالک نے تو صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع کا انکار کیا ہے	۱۴۷
203	جواب: امام مالک نے انکار نہیں فرمایا ہے، ”زبدۃ التحقیق“ میں امام مالک کے ارشاد کا غلط مطلب اخذ کیا گیا ہے	۱۴۸

207	اعتراض نمبر (۹): مسئلہ افضلیت ضروریات دین سے نہیں ہے، اس لیے قطعی نہیں۔	۱۴۹
207	جواب: ضروریات دین نہ ہونے سے قطعی بالمعنی الاعم ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی، کیوں کہ خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں	۱۵۰
209	اعتراض نمبر (۱۰): صدیق اکبر کی افضلیت قطعی بالمعنی الاعم ہے تو امام لقانی نے اسے ظنی کیسے کہا ہے؟ اور علیم الدین عراقی نے کیسے لکھا کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی ابراہیم رضی اللہ عنہ بالاتفاق خلفائے اربعہ سے افضل ہیں۔ نیز ابن عبد البر نے کیوں لکھا ہے کہ ”صحابہ میں تعیین کرنا اور بعض کو بعض پر فضیلت دینا نظر و اعتبار میں (ازروے قیاس) صحیح نہیں؟	۱۵۱
210	جواب: علامہ آمدی نے ظنی کی دوسری قسم، ظنی بالمعنی الاخص کہا ہے جو قطعی بالمعنی الاعم کی منافی نہیں جیسا کہ فائدہ نمبر ۴ میں واضح کیا گیا ہے۔ رہی حضرت فاطمہ وغیرہا کی افضلیت! تو وہ جزئی ہے۔	۱۵۲
213	”زبدۃ التحقیق“ میں اکثر مقامات پر ماسبق کو چھوڑ کر عبارتیں نقل کی گئی ہیں	۱۵۳
214	اعتراض نمبر (۱۱): ملا علی قاری نے کہا ہے کہ ”مسئلہ افضلیت پر اجماع اکثری ہے؛ کیوں کہ بعض حضرات سے اختلاف بھی منقول ہے“ تو اجماع جمہور ہوا نہ کہ اجماع کلی	۱۵۴

155	جواب : اجماع اور جمہور کا اطلاق کبھی اہل قبلہ کی نسبت سے ہوتا ہے کبھی اہل سنت کی نسبت سے جیسا کہ فائدہ نمبر ۳ میں اس کی طرف واضح اشارہ کیا جا چکا ہے۔ ملا علی قاری نے یہاں اس کا اطلاق اہل سنت کی نسبت سے کیا ہے	215
156	اختلاف کا تعلق اجماع سے نہیں، بلکہ اجماع نقل کرنے والوں سے ہے۔ پہلے صحابہ و تابعین کا اجماع ہو چکا، اس کے بعد جمہور ائمہ نے اسے نقل کیا	215
157	عدم وجود، وجود عدم اور عدم علم، علم عدم نہیں۔ اختلاف، دراصل فضیلت صدیقی میں نہیں، بلکہ فضیلت عثمانی میں ہے۔	216
158	اعتراض نمبر (۱۲): اگر فضیلت صدیقی پر اہل سنت کا اجماع ہے جس کا انکار گمراہی ہے، تو جن حضرات مثلاً سعد بن عبادہ نے اس کے خلاف کیا، کیا وہ گمراہ ہیں؟	221
159	جواب : انعقاد اجماع کے وقت اختلاف گمراہی نہیں، گمراہی، اجماع کو تسلیم نہ کرنے میں ہے، اسی طرح جن حضرات کو اجماع منعقد ہو جانے کا علم، قطعی بالمعنی الاعم کے ذریعہ نہ ہو، ان کے لیے بھی گمراہی کا حکم نہیں ہے۔	221
160	جو قطعی بالمعنی الاعم کے ذریعہ اجماع کا علم ہو جانے کے بعد انکار کرے، اس کے لیے گمراہی کا حکم ہے	222

161	اعتراض نمبر (۱۳) : فضیلت کے بارے میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی کے درمیان نصوص متعارض ہیں، تو فضیلت صدیقی، قطعی کیسے ہوگی؟	223
162	جواب : صرف نصوص کو دیکھیں تو وہ یقین کا افادہ نہیں کرتیں، مگر جب ان کے ساتھ قرآن کا ملاحظہ کریں تو حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مطلقہ کا ظن غالب ہو جاتا ہے، تو قطعی بالمعنی الاعم ہو جاتا ہے۔	224
163	اعتراض نمبر (۱۴) : خلافت نہیں، فضیلت ہی کے بارے میں بعض صحابہ و تابعین کا اختلاف، متعدد روایتوں میں ہے۔ پھر اجماع کا انعقاد کیسے ہوا؟	228
164	جواب : جن حضرات صحابہ و تابعین کا بظاہر اختلاف ملتا ہے، وہ فضیلت جزئیہ کے بارے میں ہے، فضیلت مطلقہ کے بارے میں نہیں۔	228
165	کسی اجماعی مسئلہ میں غیر مجتہد صحابی کا اختلاف ثابت ہو، تو بھی اجماع منعقد ہی مانا جائے گا۔	228
166	اعتراض نمبر (۱۵) : ابن عبد البر نے امام مالک کا ایک قول نقل کر کے کہا ہے کہ یہ قول بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک نافع رضی اللہ عنہ کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح نہیں۔	230
167	جواب : حضرت نافع کی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت اور امام مالک کے قول کی توجیہ و تفہیم	231

17	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
241	۱۷۶ اعتراض نمبر (۱۹): مجتہد فیہ مسئلہ تو اسی کو کہتے ہیں جس میں کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو
241	۱۷۷ جواب: جس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو، وہ توبد عت سیئہ ہے؛ کیوں کہ اباحت پر بھی قرآن و حدیث ہی میں دلیل موجود ہے
241	۱۷۸ مجتہد فیہ مسئلہ کی تعریف فوائح الرحموت سے۔
241	۱۷۹ مجتہد فیہ مسئلہ کی تعریف بحر الرائق سے۔
242	۱۸۰ مجتہد فیہ مسئلہ کی تعریف رد المحتار سے۔
242	۱۸۱ مجتہد فیہ مسئلہ کی تعریف اشباہ و نظائر سے۔
242	۱۸۲ مجتہد فیہ مسئلہ کی تعریف فتح القدیر وغیرہ سے۔
245	۱۸۳ اعتراض نمبر (۲۰): فضیلت مطلقہ، فضل کلی۔ یا۔ جزئی کی اصطلاحات بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں جن کا سنیت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں
245	۱۸۴ جواب: وجود شے کے تین درجے ہیں: (۱) لا بشرط شئی (۲) بشرط شئی (۳) بشرط لا شئی۔ مؤخر الذکر (بشرط لا شئی) کو شئی مطلق کہتے ہیں۔ اس سے فرد کامل مراد ہوتی ہے
246	۱۸۵ علامہ قطب الدین کی شرح شمسہ سے ثبوت
246	۱۸۶ شرح سلم ملا حسن سے ثبوت
247	۱۸۷ حاشیہ ملا حسن سے ثبوت
247	۱۸۸ ابن قیم کی بدائع الفوائد سے ثبوت

16	انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟
235	۱۶۸ اعتراض نمبر (۱۶): فتاویٰ رضویہ مترجم میں منقول ایک روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت علی افضل ہوں؟
235	۱۶۹ جواب: فتاویٰ رضویہ میں منقولہ روایت ضعیف ہے جسے امام احمد رضا نے باب فضائل میں بیان کیا ہے
236	۱۷۰ ضعیف روایت باب فضائل میں تو کارآمد ہے، مگر باب عقائد میں نہیں۔
236	۱۷۱ مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے جس میں ضعیف روایت کارآمد نہیں
238	۱۷۲ اعتراض نمبر (۱۷): کیا قبر و حشر میں یہ سوال ہوگا کہ کون افضل ہے اور کون مفضل؟ اگر سوال نہیں ہوگا تو یہ عقیدہ اجماعی اور ضروری کیسے ہے؟
238	۱۷۳ جواب: قرآن کریم میں ہے: ”جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے، اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے، اسے دیکھے گا“
240	۱۷۴ اعتراض نمبر (۱۸): کیا تفضیل میں کلام کرنا ایک مسئلہ اجتہادیہ ہے، جو اس میں خطا کرنے والے کو اس باب میں فسق تک نہیں پہنچاتا
240	۱۷۵ جواب: مسئلہ تفضیل اجتہادیہ ہے نہیں، بلکہ تھا اور جب اس پر اجماع ہو گیا تو اجتہادیہ نہیں رہا۔ اب اجماع کا علم قطعی بالمعنی الا عام ہو جانے کے بعد، جو اس کا خلاف کرے گا، مدارج اجماع کے مطابق تفسیق و تزلزل کا مستحق ہوگا

۷۸۶/۹۲

محبت گرامی حضرت مولانا نظام الدین صاحب، زاد اللہ حبہ!
سلام مسنون!!

آپ نے اس کم علم و کم سواد شخص کو جو، کچھ طلبہ، بزرگوں کی چند کتابوں اور قلم کے اپنے ان ہی سارے اثاثوں کے ساتھ کنج نمولی میں پڑا ہے اور بس، ایک ایسی شخصیت جو آل رسول کے ساتھ ساتھ اولاد غوث اعظم بھی کہی جاتی ہو، ان کی چار صفحات پر مشتمل ضخیم تصنیف ”زبدۃ التحقیق“ ارسال فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ میں اس کا تحقیقی جائزہ قلم بند کروں۔

موصوف کے مطابق آج کل ہم رضوی و بریلوی کہلانے والے کچھ لوگ، امام اہل سنت سے محبت و عقیدت اور اتباع و پیروی کی خوش فہمی میں تکفیر و تضلیل کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں اور جہالت مرکبہ میں مبتلا آپ کے نادان دوست ہونے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور اسی کے رد عمل میں موصوف کی نوک قلم اس قدر تند و تلخ ہو گئی ہے۔

میری نظر میں امام احمد رضا کے ارشادات و ہدایات ہیں جن کے پیش نظر موصوف کا تتبع نہیں کر سکتا۔ اس لیے گفتگو کا رخ، آپ کی طرف ہو گا اور تعمیل حکم کی کوشش ہوگی۔ ع: ”شاید کہ اتر جائے... دل میں مری بات“ کے مصداق قبول ہو جائے تو زہے قسمت! واللہ الہادی و هو ولی التوفیق۔

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

251	۱۸۹	امام ابن عابدین شامی کی رد المحتار سے ثبوت
252	۱۹۰	علامہ عبید اللہ بن مسعود کی توضیح سے ثبوت
252	۱۹۱	مفسر قرآن علامہ آلوسی کی روح المعانی سے ثبوت
252	۱۹۲	علامہ حموی کی غمر عیون البصائر سے ثبوت
252	۱۹۳	علامہ خفاجی مصری کی عنایۃ القاضی سے ثبوت
254	۱۹۴	اعتراض نمبر (۲۱): محققین کے نزدیک حضرت علیؓ اول الاسلام ہیں اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے
255	۱۹۵	جواب: اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر۔
256	۱۹۶	”اول الاسلام“ کے افضل ہونے کی ایک نفیس تحقیق
257	۱۹۷	افضلیت صدیق اکبر کی بنیاد ”قدیم الاسلام“ ہونا نہیں ہے
258	۱۹۸	اعتراض نمبر (۲۲): امام اعظم اور اعلیٰ حضرت کے نزدیک فاسق و بدعتی کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہے
262	۱۹۹	جواب: علم فقہ میں لفظ ”جواز“ کے متعدد اطلاقات ہیں
262	۲۰۰	در مختار، رد المحتار، بحر الرائق، تنویر الابصار، غمر العیون، سے لفظ ”جواز“ کے اطلاقات کا ثبوت
265	۲۰۱	نتیجہ
269	۲۰۲	فہرست مآخذ و مصادر

شکرگزاری

سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں محب مکرم حضرت مولانا نظام الدین صاحب زید حبہ مقیم برطانیہ کا، جنہوں نے ”زبدۃ التحقیق“ کا عکس بھیج کر مجھے اس طرف توجہ دلائی اور پیہم اصرار کے ذریعہ مجبور کر دیا کہ میں اس کا علمی و تحقیقی جائزہ قلم بند کروں۔ ورنہ کہاں یہ تقریباً تین سو صفحے کی مدلل و محقق کتاب اور کہاں میں؟ مجھ سے تو عمر کی اس منزل میں گونا گوں امراض کے ساتھ معمول کے فرائض ہی کما حقہ ادا نہیں ہو پارہے ہیں، اس پر کلم علمی مستزاد ہے۔

ساتھ ہی جامعہ ”فیض الرحمن“ جونا گڑھ (گجرات) کے بانی و سربراہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدیقی مجددی نقشبندی مدظلہ کا بھی مشکور ہوں، جو کتاب کو گجراتی میں منتقل کر رہے ہیں اور ادارہ کی طرف سے شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبہ دینی کو قبول فرمائے، ان کو اور ادارہ ”فیض الرحمن“ کو دن و رات چوگنی ترقی عطا فرمائے! آمین ثم آمین!!

اخیر میں جواں سال عالم دین، عزیز مکرم مولانا محمد زبد الحق سلمہ، مدرس درجات عالیہ جامعہ ”فیض الرحمن“ جونا گڑھ (گجرات) کا بھی شکریہ نہ ادا کرنا، ناسپاسی ہوگی، جنہوں نے اپنے غیر تدریسی اوقات میں جی جان لگا کر کتاب کی کمپوزنگ کی، مضمولات کی فہرست مرتب فرمائی اور مآخذ و مصادر ترتیب دیے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس محنت کی اپنے فضل و کرم کے حساب سے جزا دے اور علم و عمر

میں برکتیں عطا فرما کر زیادہ سے زیادہ دین متین کی خدمت لے! آمین!!

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نذر

میں اپنی اس کاوش کو شمع شبستانِ ولایت، بہارِ چمنستانِ معرفت، امام الواصلین، سید العارفین، خاتمِ خلافتِ نبوت، فاتحِ سلاسلِ طریقت، مولیٰ المسلمین، امیر المؤمنین، ابوالاعظم الطاہرین، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوبِ کل طالب، سیدنا و مولانا علی ابن ابی طالب کَرَّمَ اللہ وجہہ الکریم و حشرنا فی زمرتہ فی یومِ عقیم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جن کا متواتر فرمانِ عالی شان ہے: جو مجھے صدیق اکبر سے افضل مانے، مفتری ہے۔ وہ (آخرت کے علاوہ) دنیا میں بھی اسی کوڑے کھانے کا سزاوار ہے۔

جس کے پیش نظر امام عبدالرزاق رضی اللہ عنہ، جن کو محدثین نے اپنی قدیم اصطلاح میں متشیع کہا ہے، انہوں نے فرمایا: ”حضرت مولا علی نے صدیق اکبر کو اپنے آپ پر فضیلت نہ دی ہوتی تو ہم اُن کو افضل نہیں مانتے۔ مگر جب آپ ہی نے فضیلت دی ہے تو اب ہمارے لیے ماننے کے سوا چارہ کیا ہے؟ میں آپ سے دعویٰ محبت رکھ کر آپ کے خلاف جاؤں، اس سے بڑھ کر گناہ کیا ہوگا؟“

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

قد علمنا ان الصحابة مختلفة في التفضيل فلا سبيل

اذن لنا الى العلم بان واحد منهم افضل من غيره۔

ترجمہ: ہمیں پتہ چلا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضلیت دینے میں مختلف ہیں۔ تو ہمیں یہ معلوم کرنے کا کوئی طریقہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے افضل ہے۔

(۷) ص ۱۸ ہی پر اسی کتاب کے حوالے سے نقل فرمایا گیا ہے:

اما القائلون بان انقصف فيهم من غير قطع على تفضيل احد منهم او قطع تساويهم في الفضل فانهم اقرب الى الصواب واقدروا على الاحتجاج۔

ترجمہ: مگر اس بات کے قائل کہ ہم ان میں توقف کرتے ہیں نہ ہی ان میں سے کسی ایک کی افضلیت کو قطعی کہتے ہیں اور نہ ہی ان کی برابری کو کہتے ہیں وہ لوگ ثواب کے زیادہ قریب ہیں اور ثبوت پیش کرنے میں زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔

(۸) ص ۱۹ پر بھی اسی مناقب ائمہ اربعہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

القول بتفضيل علي رضوان الله عليه (اي: علي عثمان۔ فقير رضوي) مشهور عند كثير من الصحابة كالذي يروي عن عبد الله بن عباس وحذيفة بن اليمان وعمار بن ياسر وجابر بن عبد الله وابو الهيثم بن تيهان وغيرهم وان كانت الرواية في تفضيل ابي بكر اشهر

۷۸۶/۹۲

زبدۃ التحقیق: (ایک اجمالی جائزہ)

کتاب ”زبدۃ التحقیق“ پیش نظر ہے، جس میں:

(۱) ص ۹ تک فہرست ہے۔

(۲) ص ۱۰ پر بعض اکابر کی طرف کچھ اقوال منسوب کئے گئے ہیں۔

(۳) ص ۱۱ سے ص ۱۶ تک پیر سید صابر حسین شاہ گیلانی کی طرف سے اظہار تشکر ہے، جس کے ص ۱۲ پر لکھا گیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(۴) ص ۱۳ پر رقم فرمایا گیا ہے کہ ”مسئلہ تفضیل ظنی ہے، قطعی نہیں، جمہوری ہے، اجماعی نہیں اور نہ ہی یہ ضروریات دین کا مسئلہ ہے۔“

(۵) ص ۱۷ سے ص ۲۸ تک مقدمہ ہے، جس میں ص ۱۷ پر فرمایا گیا ہے:

چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت کرام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم معیار سنیت ہیں۔ لہذا جس کا نام سنیت ہے اس کا وجود اُس دور میں صراحتاً یا کنایتاً یا عبارتاً یا اشارتاً، یا دلالتاً یا اقتضاء پایا جانا ضروری ہے ورنہ وہ عقیدہ سنیت نہیں کہلا سکے گا۔ اور جو عقیدہ اہل بیت کرام یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پایا جائے گا وہ سنیت کی بنیاد ہوگا اور سنیت سے اخراج کا معنی نہیں دے گا۔

(۶) ص ۱۷، ۱۸ پر مناقب ائمہ اربعہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

قال: كان والله ذاك خير البشر بعد رسول الله “
وكذلك كان رائئ حذيفة وعمار وكان يقولان :انه
ا قدمهم اسلاما واعلمهم بدين الله واولاهم بالامة و
رسوله.

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت
جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت جناب ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی اور ان کے بعد بھی ظاہر کیا کرتی
تھی۔ ان میں سے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جنہوں نے
خوارج کے سامنے یہ بات ارشاد فرمائی ”میں تمہارے پاس
اس شخص کی طرف سے آیا ہوں جو سب سے افضل ہے
اور اسلام میں سب سے پہلا مسلمان ہے۔ اور اسی طرح کا قول
ہے جو جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا:
خدا کی قسم جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد
سارے لوگوں سے افضل تھے اور جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ
کا عقیدہ ان کے بارے میں ایسا ہی تھا۔ اور جناب عمار رضی
اللہ عنہ بن یاسر کا بھی۔ یہ دونوں کہا کرتے تھے ”علی مرتضیٰ رضی
اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان تھے اور سب سے زیادہ اللہ کے
دین کے علم جاننے والے تھے اور امت اور رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ (ص ۲۱)

(۱۲) ص ۲۲ پر فرمایا گیا ہے:

عند اصحاب الحديث.
ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت بہت سارے
صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا کہ عبد اللہ بن عباس و حذیفہ بن الیمان
وعمار بن یاسر، جابر بن عبد اللہ، ابوالہیثم بن تیہان وغیرہ۔ اگرچہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت، اہل حدیث کے
ہاں زیادہ مشہور تھی۔ (زبدہ ص ۳۳۶)

(۹) ص ۲۰ پر لکھا گیا ہے:
نظریاتی دہشت گردوں نے لفظ ”سُنیت“ کو ایک دھمکی بنالیا
ہوا ہے اور خوف و ہراس پھیلانے کا ذریعہ تراش لیا ہے۔
اور فضل کلی و فضل جزئی، افضلیت مطلقہ کی اصطلاحیں وضع کر لی
ہیں۔

(۱۰) اسی ص ۱۹ پر رقم فرمایا گیا ہے:
یہ افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض
متاخرین ہند کی اختراعات ہیں۔ ان کا سُنیت سے دور کا بھی
کوئی علاقہ نہیں۔

(۱۱) ص ۲۱ پر بھی مناقب ائمہ اربعہ کے حوالے سے یہ لکھا گیا ہے:
قد روى ان جماعة من الصحابة كانت تظهر القول
بفضل علي امام زمن ابي بكر وبعده، منهم عبد الله بن
عباس في قوله للشرة: قد جئتمكم من عند خير الناس
واقدمهم اسلاما، وماروى عن جابر بن عبد الله انه

فله ان لا یثیب المطیع ویثیب غیرہ وثبوت الامامة و
ان کان قطعیا لا یفید القطع بالافضلية بل غایتہ الظن۔
ترجمہ: جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے کے
درمیان مثلاً علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نصوص متعارضہ وارد ہوئی ہیں
اور وہ نصوص کسی کی بھی افضلیت کے بارے میں قطعیت کا فائدہ
نہیں دیتیں، کیوں کہ وہ ساری اخبار واحدہ ہیں اور ظنیۃ الدلالة
ہیں۔ باوجودے کہ وہ نصوص متعارض بھی ہیں۔ اور ثواب کے
اسباب کی کثرت کے ساتھ مخصوص ہونا کسی زیادتی فضیلت کو
قطعی طور پر لازم نہیں کرتا بلکہ ظنی طور پر لازم کرتا ہے۔
کیوں کہ ثواب اللہ کا فضل ہے اس کو اس بات کا حق حاصل
ہے کہ وہ مطیع کو ثواب نہ دے اور کسی دوسرے کو ثواب دے
دے۔ اور امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے تاہم افضلیت کے
قطعی ہونے کے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کی انتہا ظن ہے۔

(۱۵) ص ۲۶ پر امام باقلانی کی مناقب ائمہ اربعہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

وجملۃ ما یقوی فی هذا الباب ان الکلام فی التفضیل
مسئلة اجتہاد لا یبلغ الخطاء بصاحبها فیہا منزلة
الفسق وما یوجب البرأة لان الفضائل المروية اکثرها
متعارض فی الفضل۔

ترجمہ: اس باب فضائل میں جتنی بھی باتیں کی گئیں ہیں ان
میں سب سے مضبوط یہ ہے کہ تفضیل میں کلام کرنا ایک مسئلہ

افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ مذہب جمہور ہے جو کہ اسلام میں
کوئی قانون ساز ادارہ نہیں۔ لہذا اس پر کسی بھی قطعیت کی بنیاد
نہیں رکھی جاسکتی۔

(۱۳) پھر ص ۲۲ ہی سے ص ۲۴ تک لکھتے ہیں:

جناب ابوبکر باقلانی اپنی کتاب ائمہ اربعہ ۱۸۱ پر حیز تحریر میں
لاتے ہیں:

قد قلنا فی صدر الکلام فی التفضیل "انہا مسئلة اجتہاد۔
ترجمہ: ہم نے مسئلہ تفضیل کے آغاز سخن میں کہا: مسئلہ
افضلیت اجتہادی ہے۔

جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اوائل اسلام سے دسویں صدی ہجری
کے آخری نصف تک تو یہ مسئلہ اجماعی نہیں تھا۔ اب
کہیں راتوں کی تنہائیوں میں یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا۔ اجماع کے
باب میں قرون اولیٰ کا حوالہ نہیں دیا جاسکتا البتہ اسے متاخرین
ہند کی کرامات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

(۱۴) ص ۲۴ پر ہی صواعق محرقة کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

ایضا ورد فی ابی بکر وغیرہ کعلی نصوص متعارضة یأتی
بسطها فی الفضائل وہی لا تفید القطع؛ لانہا بأسرها
آحاد وظنیۃ الدلالة مع كونها متعارضة ایضا لیس
الاختصاص بکثرة اسباب الثواب موجبا لزیادة
مستلزمة للافضلية قطعاً بل ظناً؛ لانه تفضل من الله،

دوسرا ہے گنتی میں جس کی شہادت پسندیدہ ہے اور سب لوگوں سے پہلے، رسول کی اس نے تصدیق کی۔

ثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو بهما صعدا الجبلا۔

بلند پایہ، شان دار، ممتاز غار میں دوسرا تھا حالانکہ دشمن ان کے گردا گرد گھیراؤ کئے ہوئے تھے۔

وكان حب رسول الله قد علموا من البرية لم يعدل به رجلا۔

لوگوں کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کا علم تھا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔

اور بطور صحابی رسول آپ کی حیات طیبہ، پھر آپ کی شان میں نازل شدہ کچھ آیتوں کا بیان کرنے کے بعد ترمذی کے حوالے سے یہ نقل فرمایا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا:

ياخير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال ابوبكر: امان قلت ذاك فلقد سمعته يقول: ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر۔

ترجمہ: اے وہ شخص جو سب لوگوں سے بہتر ہے بعد از رسول اللہ ﷺ تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے

اجتہاد یہ ہے جو اس میں خطا کرنے والے کو اس باب میں فسق تک نہیں پہنچاتا اور نہ ہی براءت فراہم کرتا ہے؛ کیوں کہ روایت کیے گئے فضائل اکثر افضلیت میں متعارض ہیں۔

(۱۶) ص ۲۸ پر لکھا گیا ہے:

”اجتہاد ہمیشہ اس چیز میں ہوتا ہے جس میں کتاب و سنت رسول اللہ سے کوئی دلیل نہ ہو۔“

(۱۷) ص ۲۹ سے سخن اولیں کا آغاز ہوتا ہے جس کے ص ۳۰ پر فرمایا گیا ہے:

”ہر زمانے کے اہل حق کا اجماع حجت ہے۔“

(۱۸) ص ۳۱ سے ۱۰۷ تک خوارج کے عقائد، اہل بیت کے فضائل، صحابی کی تعریف، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب، آپ کی ولادت، قبل از اسلام حیات مبارکہ، حلیہ مبارک، آپ کا اسلام لانا، اسی ضمن میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلام لانا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل اشعار جن کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم **کے** تحسین و آفریں سے ان کے حق ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے:

خير البرية اتقاها واعدلها * عدا النبي و اوفاهما بما حملا
بعد از نبی ساری مخلوق سے وہ اچھا ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اور سب سے زیادہ عادل ہے اور جو فرائض اپنے ذمے لیے تھے سب سے زیادہ اچھی طرح نبائے والے۔

والثاني التالي المحمود مشهده۔ واول الناس منهم
صدق الرسلا۔

صلی اللہ علیہ وسلم فسمع عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیا وہی تقول: واللہ لقد عرفت ان فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعلیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ احب الیک منی ومن ابی مرتین او ثلاثاً۔ فاستأذن ابو بکر فاهوی علیہا فقال: یا بنت فلان الا سمعتک ترفعین صوتک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ رواہ الامام احمد ورجالہ رجال الصحیح۔

ترجمہ: نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مانگی۔ تو انہوں نے جناب سید عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونچی آواز سے باتیں کرتے ہوئے پایا جب کہ آپ کہہ رہی تھیں: خدا کی قسم مجھے پتہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے اور میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دو گنا یا تین گنا پیارے لگتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: اے فلاں کی بیٹی! میں نے تجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز اونچی کرتے ہوئے پایا۔

(۲۱) ص ۱۲۰ سے ص ۱۲۶ تک برطانیہ کے کچھ احوال بیان کرتے ہوئے وہاں کے بعض علما کو فہمائش کرنے کی بجائے ان پر سب و شتم سے اپنی زبان آلودہ کرنے میں یہ فراموش کر دیا گیا ہے کہ ہم کون ہیں اور ہمارا رشتہ کس پاک ذات

سنا کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو جناب عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو۔

(۱۹) ص ۱۱۰ پر فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳ ص ۲۳۲ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے:

اول من اشفع له يوم القيامة من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش، ثم الانصار، ثم من آمن بی واتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع له ولا افضل۔

ترجمہ: جس کی قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کروں گا میری امت میں سے وہ میری اہل بیت ہے۔ پھر اس کے بعد قریش میں سے جو میرے زیادہ قریبی ہوں گے، پھر ان کے بعد جو زیادہ قریبی ہوں گے۔ اس کے بعد انصار کی شفاعت کروں گا پھر اس کے بعد جو میرے اوپر ایمان لایا اور میری پیروی کی اہل یمن سے اس کی شفاعت کروں گا پھر سارے عرب کی کروں گا پھر عجمیوں کی کروں گا اور جس کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہوگا۔

(۲۰) پھر ص ۱۱۱ پر علامہ مناوی کی کتاب ”سیدۃ نساء اہل الجنة“ کے حوالے سے یہ حدیث نقل فرمائی:

عن النعمان بن بشیر: استأذن ابو بکر علی المصطفیٰ

ہم سب سے پہلے اصول موضوعہ کے طور پر چند ضروری
 فوائد عرض کر رہے ہیں، یہ ذہن نشیں رہیں تو صحیح نتیجے تک پہنچنا
 آسان ہوگا۔ اس کے بعد موضوع سے متعلق بالترتیب اجماع،
 قرآنی آیات، احادیث رسول، آثار صحابہ، فرامین اہل بیت
 اور اجل ائمہ، علما اور اکابر صوفیاء کے اقوال پیش کریں گے۔ اس
 کے بعد اعتراض و جواب کی شکل میں پیش نظر کتاب ”زبدۃ
 التحقیق“ کے دلائل کا تحقیقی جائزہ لیں گے۔ واللہ ولی
 التوفیق وهو الهادی الی سواء الطریق۔

سے ملتا ہے؟ خیر!

اگر دشنام فرمائی و گرنفریں، دعا گویم
 جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

(۲۲) ص ۱۲۷ سے ص ۱۷۹ تک نعرۂ حیدری پھر اہل بدعت کے بارے
 میں علما کے آراء، ضمناً تکفیر مسلمین کی بحث، پھر اسی کے ضمن میں خوارج کا تذکرہ
 اور ان کی اقتدا کا حکم بتا کر یہ بحث کی گئی ہے کہ امام طبری سنی تھے یا شیعہ؟

(۲۳) ص ۱۸۰ سے ۳۹۸ تک یہ گفتگو کی گئی ہے کہ افضلیت کا مسئلہ نہ اجماعی
 ہے نہ قطعی بلکہ ظنی ہے لہذا آج اگر کوئی حضرت علی یا کسی اور صحابی کو صدیق اکبر
 پر فضیلت دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور صاف لفظوں کہا گیا ہے کہ:

اب (حضرت صدیق اکبر کی) افضلیت مطلقہ کے مدعی کو
 پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا جس نے مطلقہ کی قید بڑھائی جو
 ہمارے اسلاف کے ریکارڈ میں نہیں ملتی (۲۳۲)

(۲۴) ص ۳۵۵ سے آخر کتاب ص ۴۰۰ تک ان آیات قرآنی کی معنوی
 حیثیت پر گفتگو کی گئی ہے، جن سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے
 قائلین نے کسی بھی درجہ میں استدلال کیا ہے۔

اس طرح مسلک اہل سنت و جماعت کے برخلاف افضل البشر بعد الانبیاء
 بالتحقیق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے انکار پر اس
 ”مغز تحقیق“ کا اختتام کیا گیا ہے۔



اجماع کی اقسام

اصول الفقہ للعیاض السلی ج ۱ ص ۱۲۲ ہی میں ہے:

ینقسم الاجماع باعتبارات متعددة: اهمها: اقسامه
من جهة تصريح المجتهدین بالحکم، وله من هذه الجهة
ثلاثة اقسام:

- (۱) الاجماع الصریح وهو ما صرح فيه اهل الاجماع بالحکم
- (۲) الاجماع السکوتی وهو ان یصرح بعض المجتهدین
بالحکم، ویشتہر قولهم ویسکت الباقون عن انکاره۔
الخ۔

(۳)

ترجمہ: اجماع کی متعدد تقسیمات ہیں: سب سے اہم تقسیم
کے تحت کئی اقسام ہیں جن میں مجتہدین کرام حکم کی صراحت
فرماتے ہیں۔ اس اعتبار سے اجماع کی تین قسمیں ہیں:

- (۱) اجماع صریح: جس میں اہل اجماع حکم کی تصریح فرما
دیں۔

- (۲) اجماع سکوتی: جس میں بعض مجتہدین اس طور پر حکم کی
تصریح فرمائیں کہ ان کی بات مشہور ہو جائے جب کہ دوسرے
بعض مجتہدین اس بات سے انکار نہ کریں۔

(۳)

فائدہ نمبر (۱)

اجماع کی تعریف

کسی شرعی مسئلہ میں مجتہدین کے اتفاق کو اجماع شرعی کہتے ہیں۔
اور یہ اتفاق کبھی تو لفظی طور پر ہوتا ہے اور کبھی معنوی طور پر۔

اصول الفقہ للعیاض السلی ج ۱ ص ۱۲۲ میں ہے:

الاجماع فی الاصطلاح: اتفاق مجتہدی الأمة الاسلامیة
فی عصر من العصور علی حکم شرعی۔

ترجمہ: کسی شرعی مسئلہ میں مجتہدین اسلام کے اتفاق کر لینے
کو اجماع شرعی کہتے ہیں۔

اسی میں ہے:

وزادوا علی ذلك انه لا يشترط ان يتكلم الجميع بالحکم
الشـرعی بل یکفی ان يتکلم به بعضهم ویسکت
الباقون۔

ترجمہ: علمائے اصول نے مزید فرمایا: یہ شرط نہیں ہے کہ
تمام مجتہدین نے حکم شرعی پر کلام کیا ہو بلکہ بعض کا کلام کرنا اور
بعض کا سکوت اختیار فرمانا بھی کافی ہے۔

ے جس سے اعلان کردہ رائے کو ان کے قبول کر لینے کا فائدہ ہو کہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے مثلاً: اگر بعض مجتہدین عقود تائین کے حلال ہونے کو جائز قرار دیں اور ہر معاصر مجتہد اسی چیز کی تصریح کر دے جو بعض مجتہدین کے قول جواز کے موافق ہو تو بلاشبہ وہ اجماع قولی اور حجت شرعی قرار پائے گا۔

اجماع عملی: جس اجماع پر جماعت مجتہدین کے ہر فرد کا عمل ہو اسے اجماع عملی کہتے ہیں جیسا کہ مضاربہ اور استصناع پر ان کا عمل ہے۔ لہذا جب یہ صورت حال ہوگی تو وہ اجماع عملی اور حجت شرعی کہلائے گا۔۔۔

اجماع سکوتی: بعض مجتہدین کسی اجتہادی مسئلہ میں اپنی رائے کی تصریح فرمادیں، یا کوئی ایسا کام کریں مثلاً زندگی کا بیمہ کرائیں یا مکان و دکان پر پگڑی کا لین دین کریں اور ان کا یہ عمل اس زمانے کے مجتہدین کے درمیان مشہور ہو جائے اور وہ حضرات اس کو جاننے کے باوجود نگہ نہ کریں اور خاموش رہیں تو اجماع سکوتی کہلائے گا۔

اسی کے ص ۷۶ میں ہے:

یتنوع الاجماع الى نوعين: بسيط ومركب؛ لان الامر لا يخلو اما ان يتفق اهل الاجماع في عصر على حكم واحد لحادثة ما او تتعدد الاحكام وينعقد الاجماع على كل حكم منها وهذا ما يسمى بالاجماع البسيط. واما

الاجماع في الشريعة الاسلامية ج ۱ ص ۷۴ میں ہے:
(۱) الاجماع البياني او الصريح، وهو يتنوع الى نوعين:
اجماع قولی و اجماع عملی۔

الاجماع القولی: هو ان يصرح كل واحد من جماعة المجتهدين بما يفيد قبوله للرأي المعلن للاتفاق عليه فمثلاً: لو افتى بعض المجتهدين بحل عقود التامين، وصرح كل مجتهد معاصر بما يفيد موافقته على ذلك لأصبح اجماعاً قولياً وحجة شرعية۔

الاجماع العملی: وهو ان يقع العمل من كل واحد من جماعة المجتهدين كعملهم جميعاً في المضاربة و الاستصناع فاذا وقع منهم ذلك كان اجماعاً عملياً وحجة شرعية۔۔۔

(۲) **الاجماع السكوتي:** هو ان يصرح بعض المجتهدين برأيه في مسألة اجتهدية او يقوم بعمل كالتامين على حياته او اخذ (خلو رجل) سر قفلية ويشتهر ذلك بين المجتهدين من اهل عصره و يسكتون بعد علمهم بذلك من غير تكبر۔

ترجمہ: اجماع بیانی بلفظ دیگر اجماع صریح کی دو قسمیں ہیں: اجماع قولی اور اجماع عملی۔

اجماع قولی: جماعت مجتہدین کا ہر فرد ایسی صراحت کر

اجماع کے احکام اور مدارج

الاجماع فی الشریعة الاسلامیة ج ۱ ص ۶۷ میں ہے :
ان الحكم المجمع علیه من علماء عصر یکتسب صفة القطعیة ویكون ملزماً لجميع افراد الامة یجب علیهم جمیعاً اتباعه والعمل به... الخ.
ترجمہ: علمائے عصر کے مجمع علیہ حکم کو قطعیت حاصل ہوتی ہے جسے ماننا اور اس پر عمل پیرا ہونا امت کے ہر فرد پر لازمی ہوتا ہے۔

اجماع کے کئی مدارج ہیں:

(الف) وہ اجماع جس میں تمام مجتہدین شریک ہوتے ہیں۔ ضروریات دین میں یہی اجماع ضروری ہوتا ہے، اور اسی کے انکار پر حکم تکفیر ہے۔ وھذا ظاہر جدا۔

(ب) وہ اجماع جس میں صرف اہل سنت کے مجتہدین شریک ہوتے ہیں۔ ضروریات اہل سنت میں یہی اجماع درکار ہوتا ہے۔ اس اجماع کے منعقد ہو جانے کے بعد اس کے انکار پر حکم تظلیل ہے۔
اصول الشاشی ص ۸۷ و ۹۷ میں ہے:

اجماع الصحابة علی حکم الحادثة نصاً، ثم اجماعهم

ان تعدد الاحکام ولا ینعقد الاجماع علی کل منها بل یتحزب کل فریق لرأی یخالف الآخر وهذا سمي بالاجماع المركب۔

ترجمہ: اجماع کی دو قسمیں ہیں: بسیط اور مرکب؛ اس لیے کہ ایک زمانے کے اہل اجماع کسی واقعہ کے ایک حکم یا چند احکام پر اتفاق کر لیں اور ان احکام میں سے ہر ایک پر اجماع منعقد ہو جائے تو یہ اجماع بسیط کہلائے گا اور اگر احکام چند ہوں مگر ان میں سے ہر ایک پر اجماع منعقد نہ ہوا ہو بلکہ ہر فریق اپنی منفرد رائے رکھتا ہو جو دوسرے کی رائے سے علیحدہ ہو تو یہ اجماع مرکب کہلائے گا۔



من الصحابة۔

ترجمہ: جس مسئلہ پر بعض صحابہ نے تنصیص کے طور اجماع کیا اور باقی حضرات خاموش رہے، انکار نہیں فرمایا، اس سے ثابت شدہ حکم اگرچہ قطعی ہوتا ہے مگر اس کے انکار پر تکفیر نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اس کی قطعیت قرآن کریم کے لفظ ”عام“ کی قطعیت کی طرح ہوتی ہے۔ اسی طرح جس مسئلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف منقول نہ ہو اس مسئلہ میں بعد والوں کا اجماع خبر مشہور کے درجہ میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے ثابت شدہ حکم کے انکار پر بھی صرف تظلیل ہوگی تکفیر نہیں۔ جیسے صحابہ کرام کے اجماع سکوتی سے ثابت شدہ مسئلہ کے انکار پر تکفیر نہیں، صرف تظلیل ہوتی ہے۔

فتاویٰ عزیزی ص ۶۱ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اگر مخالف ادلہ ظنیہ قریبۃ الیقین است مانند اخبار مشہورہ و اجماع عرفی گمراہ تو اس فہمید، دون الکفر۔

[احادیث مشہورہ اور اجماع عرفی جیسے قریب الیقین ادلہ ظنیہ کے مخالف کو گمراہ سمجھنا چاہئے، کافر نہیں]

بعض فقہا کبھی اس پر بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں جیسے: جنت میں رویت باری اور عذاب قبر کا انکار۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۵ میں ہے:

یکفر بانکار روية الله عز وجل بعد دخول الجنة وبانکار

بنص البعض وسكوت الباقيين عن الرد، اما الاول فهو بمنزلة آية من كتاب الله تعالى، ثم الاجماع بنص البعض وسكوت الباقيين فهو بمنزلة المتواتر۔ ترجمہ: صحابہ کرام نے جس نئے پیش آمدہ مسئلہ میں تنصیص کے طور پر اجماع کیا ہو، وہ اجماع کتاب اللہ کی آیت کے منزل میں ہے۔ اور جس پر بعض صحابہ نے تنصیص کے طور پر اجماع کیا ہو اور باقی حضرات اس سے خاموش رہے ہوں وہ اجماع، حدیث متواتر کے منزل میں۔

اس پر حاشیہ قمر الاقمار میں ہے:

فهو بمنزلة المتواتر في القطعية ووجوب العمل به لكن لا يكفر جاحداً الخ۔

ترجمہ: یہ قطعی اور واجب العمل ہونے کے اعتبار سے متواتر کے منزل میں ہے لیکن اس کے منکر کی تکفیر نہیں ہوگی۔ الخ خلاصۃ الافکار شرح مختصر المنارج ص ۱۶۲ میں ہے:

الاجماع الذي ثبت بنص البعض منهم وسكوت الباقيين وهذا لا يكفر جاحداً حكمه وان كان من الادلة القطعية؛ لانه بمنزلة العام من النصوص۔ ثم اجماع من بعدهم من اهل كل عصر على حكم لم يظهر فيه خلاف من سبقهم وهذا كالخبر المشهور يضل جاحداً حكمه ولا يكفر، بمنزلة الاجماع السكوتي

واحادیث کی کسی تفسیر پر صحابہ و تابعین کا اتفاق معلوم ہو جائے تو اب ہمارے لیے کسی دوسرے احتمالی معنی کو مراد لینا درست نہیں ہوگا۔ الغرض! اس طرح کی آیات واحادیث کے معنی پر اجماع نہ ہو تو وہ ظنی ہوں گی مگر جب اجماع ہو تو اب وہ قطعی ہو جائیں گی۔

معالم اصول الفقہ ص ۱۸۲ میں ہے:

ان الاجماع قد يجعل الدليل المجمع عليه قطعياً بعد ان كان في الاصل ظنياً، كحديث الآحاد الذي اجمعت الامة على قبوله والعمل به۔

ترجمہ: دلیل ظنی پر اجماع ہو جائے تو اب وہ ظنی نہیں رہتی بلکہ قطعی ہو جاتی ہے جیسے وہ آحاد حدیثیں جن کے قبول و عمل پر امت نے اجماع کر لیا ہو۔

مواقف مع شرح المواقف، المرصد الرابع في الامة، ج ۸ ص ۳۵۰ مطبوعہ ایران میں ہے:

ان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحديث واجمعوا عليه فصار قطعاً۔

[صحابہ نے اس حدیث کے مضمون پر عمل کیا اور ان کا اس پر اجماع ہو گیا تو وہ دلیل قطعی ہو گئی]۔
فوائح الرموت ج ۲ ص ۸۰ میں ہے:

لو ثبت ان اهل الاجماع تمسكوا بهذا الخبر (الواحد)

عذاب القبر۔

ترجمہ: جنت میں جانے کے بعد اللہ عزوجل کی رویت، اور عذاب قبر کے انکار کرنے والے کو کافر کہا جائے گا۔

(ج) وہ اجماع جس میں جمہور اہل سنت شریک ہوتے ہیں۔ اس کے انکار پر حکم تفسیق ہے۔ اور بعض فقہا کبھی اس پر بھی گمراہی کا حکم لگا دیتے ہیں۔

انتباہ: قرآنی آیت بظاہر کئی معنوں کی محتمل ہو، لیکن کسی معنی پر اجماع ہو جائے تو اب وہ معنی اجماعی، قطعی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خبر واحد کے مضمون پر اجماع ہو جائے تو اب وہ ظنی نہیں رہتا، بلکہ قطعی ہو جاتا ہے۔
اصول الفقہ للعلیاض السلی ج ۱ ص ۱۲۹ میں ہے:

فكثير من آيات القرآن واحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم لو جردنا النظر اليها عما فهمه الصحابة و التابعون لما قطعنا بمقتضاها، ولأمكن حملها على احتمالات كثيرة، ولكن لما عرفنا اتفاق الصحابة و التابعين على تفسيرها لم يجوز لنا ان نتاولها على خلافه، فهذه الادلة لو خلت عن الاجماع لكانت ظنية، لكنهما معاً صارت قطعية۔

ترجمہ: بہت سی آیات واحادیث ایسی ہیں جن میں بظاہر کئی معنوں کے احتمالات ہیں۔ اگر صحابہ و تابعین کے سمجھے ہوئے معنی سے قطع نظر کیا جائے تو ان آیات واحادیث کے مقتضی یقینی نہیں ہو سکیں گے۔ اسی لیے جب ایسی آیات

ہو، اور اجماع ان کے منسوخ ہونے کا کاشف ہے۔ پس جب دو آیتوں یا دو سنتوں میں تعارض ہو اور اجماع موجود ہو تو جس کی موافقت میں اجماع ہو عمل اسی پر کیا جائے گا۔



فصار مقطوعاً كالمتواتر بل فوقه ، اذ لا يتوهم في الاجماع للخطأ وانما منع نسخ خبر الواحد للمتواتر اذا لم يعتضد بما يفيد القطع. ولھنا قد اعتضد بالاجماع البصیر ایاہ قطعياً۔

ترجمہ: یہ ثابت ہو کہ اہل اجماع نے اس خبر واحد سے استدلال کیا ہے تو وہ خبر واحد متواتر کی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر قطعی ہو جائے گی؛ کیوں کہ خطا پر اجماع کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ خبر واحد سے متواتر اس وقت منسوخ نہیں ہوتی ہے جب اس کی تائید دلیل قطعی سے نہ ہو اور یہاں اسے قطعی بنادینے والے اجماع سے تائید ہو چکی ہے۔

فوائح الرموت ج ۲ ہی کے ص ۱۹۱ میں ہے:

ان الاجماع مرجح ومقدم على الكل عند معارضته اياها؛ لانه لا يكون منسوخاً بكتاب او سنة ولا يكون باطلا، فتعين ان يكون الكتاب والسنة ولو كانت متواترة منسوخة والاجماع كاشف عن النسخ فعند تعارض الآيتين او السنتين ووجود الاجماع يعمل بما وافقه الاجماع لما خالفه الخ۔

ترجمہ: اجماع اور کتاب و سنت میں تعارض ہو تو کتاب و سنت کی وجہ سے اجماع منسوخ یا باطل قرار نہیں پائے گا۔ اس لیے متعین ہے کہ کتاب و سنت ہی منسوخ ہے اگرچہ سنت متواترہ

فوائح الرحمت ج ۲ ص ۱۶۶ میں ہے:

ان القرينة قد تفيد القطع۔

ترجمہ: کبھی قرینہ بھی یقین کا افادہ کرتا ہے۔

اسی کے ص ۲۱۲ پر ہے:

وانت لا يذهب عليك ان القرائن الخارجية ربما تفيد

العلم عادة۔

ترجمہ: تم سے یہ بات مخفی نہیں کہ بسا اوقات قرائن خارجیہ

سے بھی عادتاً یقین ہو جاتا ہے۔

الجود الحلو میں ہے:

القطع على ثلاثة اوجه:

قطع عام يشترك فيه الخواص والعوام وهو الحاصل في

ضروريات الدين۔

وخاص يختص بمن مارس العلم، وهو الحاصل في سائر

الفرائض الاعتقادية المجمع عليها۔

الثالث قطع اخص يختلف في حصوله العلماء كما

يختلف في حصول الثانی العوام والعلماء، فرما یودی

ذهن عالم الى قرائن هجبت وحفت، فرفعت عنده

الظنى الى منصة اليقين ولا تظهر ذلك لغيره، وتظهر

فتظهر له معارضات تردّها الى المرتبة الاولى من الظن

واعتبره بمسئلة سمعها صحابي من النبي ﷺ شفاهها،

فائدہ نمبر ۲

قطعی کی اقسام

قطعی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عام قطعی جس میں تمام اہل قبلہ شریک ہوں، چاہے بد مذہب ہی سہی۔
اسی کو قطعی بالمعنی الاخص سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں ظن کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں
رہتا ہے۔ ضروریات دین میں یہی قطعی ہوتی ہے۔

(۲) خاص قطعی جس میں تمام اہل قبلہ نہیں، تمام اہل سنت شریک
ہوں۔ اسی کو قطعی بالمعنی الاعم اور ظنی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔ ضروریات اہل
سنت میں یہی ہوتی ہے۔

(۳) اخص قطعی جس میں تمام اہل سنت بھی نہیں، صرف وہ افراد شریک
ہوں جن کو قرائن کی بنیاد پر جزم ہو جاتا ہے۔ یہ قطعی اصل کے اعتبار سے تو ظنی
واجتہادی ہی ہوتی ہے مگر قرائن کی وجہ سے کسی کے نزدیک قطعی بھی کہلاتی ہے۔

المعتمد المستند ص ۱۶۲ میں ہے:

ان القرائن السابقة واللاحقة ربما تعين على تعيين

المراد۔

ترجمہ: بسا اوقات قرائن سابقہ ولاحقہ معنی مراد کی تعیین میں مددگار

ہوتے ہیں۔

کو پہنچا، تو وہ مسئلہ اس صحابی کے نزدیک تو قطعی ہوا اور دوسروں کے لیے ظنی رہا۔

اسی کے منہ میں ہے:

فان سطوع انوار الحجج الالهية ربما يبلغ عنده مبلغا يقول: اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل وعن هذا ربما اول القطعيات الآتية على خلاف ماعن له كما وقع لسيدنا ابي ذر رضى الله تعالى عنه في مسألة الكنز، وقوله في سيدنا عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنه ما قال مع القطعيات الواردة في حق بدرين عموما والعشرة المبشرة خصوصاً رضى الله تعالى عنهم احسن الرضا، وعن هذا ترى ائمتنا وغيرهم قائلين في كثير من الاجتهادات المختلف فيها بين الائمة ان هذا مما لا يسوغ الاجتهاد فيه حتى ينقض القضاء به كحل متروك التسمية عمداً وغير ذلك فهو مع علم بالخلاف جازم بالحكم ومع جزمه به منكر للاكفار بالخلاف والانكار، وهذا الذى اشرت اليه علم عزيز عليك ان تحتفظ به فانه يحل باذن الله تعالى عقداً حارفي حلها حائرون وبار بجهلها باثرون، والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم۔

ترجمہ: بعض اوقات دلائل ربانیہ کے انوار کی روشنی اس

وبلغ غیرہ باخبارہ فهو قطعی عنده: ظنی عندهم۔
ترجمہ: قطعی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عام قطعی: جس میں خواص و عوام سبھی شریک ہوتے ہیں۔
(اسی کو، قطعی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے) یہ معنی ضروریات دین میں پایا جاتا ہے۔

(۲) خاص قطعی: یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے جو علمی تبحر رکھتے ہیں۔ یہ ان تمام فرائض اعتقاد یہ میں پایا جاتا ہے، جن پر (اہل سنت کے) تمام ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے۔ (اسی کو قطعی بالمعنی الاعم کہتے ہیں)

(۳) اخص قطعی: جس کے حصول میں (اہل سنت کے) علما کا اختلاف ہوتا ہے جس طرح دوسری قسم کے حصول میں عوام اور علما کا اختلاف ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذہن کثرت قرآن کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کے نزدیک دلیل ظنی کو یقین کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جب کہ یہ قرآن دوسرے عالم کو حاصل نہیں ہوتے۔ یا۔ اس کے نزدیک یہ قرآن تو ظاہر ہوتے ہیں، لیکن ان کے مخالف قرآن بھی سامنے ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دلیل پھر اپنے اس ظنی مقام پر چلی جاتی ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی صحابی نے ایک مسئلہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے براہ راست سنا اور وہی مسئلہ ان کے بیان کرنے سے کسی تابعی

سے ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔



کے نزدیک اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کی نہر آتی ہے تو عقل کی نہر باطل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے وہ بعض اوقات ان امور قطعیہ کی تاویل کر دیتے ہیں جو ان کے نزدیک ثابت شدہ امور کے خلاف ہوتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے لیے ”کنز“ کے مسئلہ میں واقع ہوا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ کچھ فرمایا جو فرمایا۔ حالاں کہ بدری صحابہ کے بارے میں عموماً اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں خصوصاً قطعی بشارتیں وارد ہو چکی ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ ہمارے ائمہ اور دوسرے حضرات بہت سے ان مسائل کے بارے میں جن میں ائمہ کا اختلاف ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان میں اجتہاد جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ کسی قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا تو وہ فیصلہ توڑ دیا جائے گا مثلاً اس جانور کا حلال ہونا جس پر ذبح کے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ تو یہ حضرات مخالفت کا علم ہونے کے باوجود حکم پر جزم رکھتے ہیں، اور جزم کے باوجود منکر اور مخالف کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔ یہ بات، جس کی طرف میں نے اشارہ کیا، وہ علم عزیز ہے جس کا یاد رکھنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ اس کی بدولت بہت سی ایسی گرہیں کھل جائیں گی جن کے کھولنے میں بہت سے علما حیران ہو گئے اور بہت سے لوگ اپنی جہالت کی وجہ

فائدہ نمبر ۴

قطعیت و ظنیت کا مدار کبھی روایت و ثبوت پر ہوتا ہے۔ اس لیے:

- (۱) حسن و صحت روایت سے ظن عام پیدا ہوتا ہے۔
- (۲) شہرت روایت سے خاص ظن جو قطع بالمعنی الاعم اور خاص قطع جو ظن بالمعنی الاخص ہے، پیدا ہوتا ہے۔
- (۳) تو اتر سے کسی بھی معنی میں ظن نہیں رہتا، قطع عام ہو جاتا ہے جس کو قطعی بالمعنی الاخص کہتے ہیں۔

فوائح الرحمت ج ۲: ص ۱۳۶: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ میں ہے:

یوجب الخبر المشهور ظناً قویاً كأنه یقین الذی لا مسامح
للشبهة والاحتمال الناشئین عن دلیل فیہ اصلا و
یسمی لهذا الظن علم الطمانینۃ وهو الذی قد یعبر
عنه بالیقین فیما یقال الخاص مفید للیقین وهو العلم
الذی لا یحتمل الخلاف احتمالا ناشئاً عن دلیل بل لو
کان احتمال کان غیر معتد به، صرح به صدر الشریعة۔

اور کبھی ان کا مدار دلالت و اثبات پر ہوتا ہے:

- (۱) عام خص عنہ البعض سے ظن ہوتا ہے۔

نور الانوار ص ۷۴ میں ہے:

فائدہ نمبر ۳

ظنی کی اقسام

ظنی، قطعی کی ضد ہے تو جس طرح قطعی کی تین قسمیں ہیں، اسی طرح ظنی کی بھی تین قسمیں ہوں گی:

- (۱) عام ظنی جس کی ظنیت کے بارے میں تمام اہل قبلہ متفق ہوتے ہیں۔ اس سے بالاتفاق کسی عقیدہ کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

- (۲) خاص ظنی جس کی ظنیت کے بارے میں اہل سنت و غیر اہل سنت کے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔ اسی کو ظنی بالمعنی الاخص اور قطعی بالمعنی الاعم کہتے ہیں۔ اس سے جمہور مسلمین کے عقیدے کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ یعنی اس عقیدہ کے ضروریات اہل سنت سے ہونے میں فرق نہیں پڑتا ہے۔

- (۳) اخص ظنی جس کی ظنیت کے بارے میں علمائے اہل سنت ہی کے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔ جمہور اہل سنت اسے قطعی سے ملحق کرتے ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نہیں وہ ظنی ہی ہے۔ اس سے جمہور اہل سنت کے عقیدے کے ثبوت میں فرق نہیں پڑتا ہے۔



معه احتمال التأویل والتخصیص۔ [مفسر میں نص سے زیادہ وضاحت ہوتی ہے، چنانچہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال باقی نہیں رہتا ہے]۔
فوائح الرحمت ج ۲ ص ۱۹ میں ہے:

حكم الكل وجوب العمل قطعاً، وبقينا لكن في الاولين مع احتمال التأویل مرجوحاً اشد المرجوحية اودونها وفي الاخيرين مع عدم احتمال الانصراف اصلاً ولو مرجوحاً وهو اليقين بالمعنى الاخص وهو المراد في الاعتقاديات، وما وقع من عبارات بعض المشائخ رحمهم الله تعالى: ان النص والظاهر ظنيان في الدلالة و المفسر والمحكم قطعيان فمرادهم الظن بالمعنى الاعم والقطع بالمعنى الاخص۔

ترجمہ: ظاہر نص، مفسر، محکم سبھی قطعی و یقینی ہوتے ہیں، لیکن ظاہر نص میں تاویل مرجوح کا احتمال رہتا ہے۔ اور مفسر و محکم میں تاویل مرجوح کا بھی احتمال نہیں رہتا، اسی کو یقین بالمعنی الاخص کہتے ہیں۔ (اصولی) اعتقادیات میں یقین سے یہی یقین مراد ہوتا ہے۔ بعض مشائخ کی عبارتوں میں جو یہ آیا ہے کہ ظاہر نص ظنی الدلالة اور مفسر و محکم قطعی الدلالة ہیں تو وہاں مراد ظن بالمعنی الاعم اور یقین بالمعنی الاخص ہے۔

فان لحقه خصوص معلوم او مجهول لا يبقی قطعاً لكنه لا يسقط الاحتجاج اى: ان لحق هذا العام الذى كان قطعياً مخصص معلوم المراد او مجهول المراد فالمراد انه لا تبقى قطعيته ولكن يجب العمل به كما هو شأن سائر الدلائل الظنية من خبر الواحد والقياس۔
ترجمہ: عام جو قطعی ہوتا ہے اس کو خصوص معلوم یا مجهول لاحق ہو جائے تو قول مختاریہ ہے کہ وہ قطعی نہیں رہتا مگر اس سے احتجاج ساقط نہیں ہو جاتا، بلکہ خبر واحد اور قیاس جیسے ظنی دلیلوں کی طرح اس کے مطابق عمل کرنا واجب رہتا ہے۔

(۲) ظاہر نص سے ظن قوی ہوتا ہے جس کو ظنی بالمعنی الاخص کہتے ہیں اور قطعی بالمعنی الاعم بھی۔

نور الانوار ص ۹۰ میں ہے:

ولما احتمل هذا الاحتمال النص كان الظاهر الذى هو دونه اولى بان يحتمله و لكن مثل هذه الاحتمالات لاتضر بالقطعية۔ [جب نص میں احتمال رہتا ہے تو ظاہر جو اس سے کم درجہ کا ہے اس میں بدرجہ اولیٰ رہے گا، مگر اس طرح کے احتمالات قطعیت کی منافی نہیں]۔

(۳) اور مفسر سے قطع عام ہو جاتا ہے جس کو ظنی بالمعنی الاخص کہتے ہیں۔

نور الانوار ص ۹۰ میں ہے:

اما المفسر فما ازاد وضوحاً على النص على وجه لا يبقی

تعارض مراد ہے؛ کیوں کہ حقیقی تعارض دو برابر کی دلیلوں میں
تضاد کو کہتے ہیں جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔

اسی لیے اقویٰ کے مقابلہ میں قوی، قوی کے مقابلہ میں ضعیف، اور ضعیف
کے مقابلہ میں اضعف سے استدلال باطل ہے۔ البتہ کسی بات کو اقویٰ دلیل سے
ثابت کر دینے کے بعد قوی دلیل، یا قوی دلیل سے ثابت کر دینے کے بعد ضعیف
دلیل اور ضعیف دلیل کے بعد اضعف دلیل کو بھی تاکید و تقویت کے لیے پیش کیا
جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں کسی کسی مسئلہ پر قرآن کریم سے استدلال کے
بعد حدیث پھر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔
فوائح الرموت ج ۲ ص ۲۳۹ میں ہے:

ان الفائدة لیست منحصرة فیہ بل تعاضد الدلیل
بدلیل من الفوائد۔
ترجمہ: فائدہ اثبات ہی میں منحصر نہیں ہے، بلکہ دلیل سے دلیل
کی موافقت بھی ایک فائدہ ہے۔



تنبیہ:

نور الانوار ص ۹۲ میں ہے:

ویظهر التفاوت عند التعارض لیصیر الادنی متروکا
بالاعلیٰ یعنی لا یظهر التفاوت بین هذه الاربعة فی
الظنیة والقطعیة لان کلها قطعیة وانما یظهر التفاوت
عند التعارض فیعمل بالا علی دون الادنی فاذا تعارض
بین الظاهر والنص یعمل بالنص واذا تعارض بین
النص والمفسر یعمل بالمفسر۔۔ لکن هذا التعارض
انما هو التعارض الصوری لا الحقیقی لان التعارض
الحقیقی هو التضاد بین الحجبتین علی السواء لا مزید
لا حدما وهنالیس کذا لک۔

ترجمہ: ان میں تعارض کے وقت فرق ظاہر ہوتا ہے چنان
چہ اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ متروک ہو جاتا ہے۔ یعنی
ظاہر، نص، مفسر اور محکم میں ظہور و قطعیت کا فرق نہیں ہوتا ہے؛
کیوں کہ سبھی قطعی ہیں۔ البتہ تعارض کے وقت ان میں فرق
ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ پر عمل کیا جائے گا اور ادنیٰ کو چھوڑ
دیا جائے گا یعنی ظاہر نص میں تعارض ہو تو نص کے مطابق عمل
ہوگا اور نص و مفسر میں تعارض ہو تو مفسر کے مطابق عمل ہوگا۔

یاد رہے کہ یہاں تعارض سے حقیقی تعارض نہیں، بلکہ صوری

مارنے والا۔ اضرِب القوم کے معنی ہیں قوم سے زیادہ مارنے والا۔

اس کے برخلاف اضرِب کے معنی ہیں زیادہ مارنے والا۔ اس

میں یہ ملحوظ نہیں ہے کہ وہ کسی سے زیادہ مارنے والا ہے۔

اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ افضل میں صفت فضیلت ہوتی ہے

اور مفضول میں نہیں ہوتی، جیسے زید عالم ہو اور عمرو جاہل، تو کہا جاتا ہے کہ

زید عمرو سے افضل ہے۔

شرح مواقف ج ۸ ص ۲۰۵ میں ہے:

قال الأمدی: قدیراد بالتفضیل اختصاص احد الشخصین

عن الآخر اما بأصل فضیلة لا وجود لها فی الآخر

کالعالَم والجاہل۔

ترجمہ: آمدی نے کہا ہے کہ تفضیل سے کبھی یہ مراد ہوتی ہے

کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص میں وہ صفت ہوتی ہے اور

دوسرے میں نہیں، جیسے عالم و جاہل۔

افضلیت کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) افضلیت جزئیہ یعنی افضل، فضیلت کے کسی خاص باب میں بڑھا ہوا ہو،

جیسے: زید عمرو سے علم نحو میں افضل ہے یا زید عمرو سے علم منطق میں افضل

ہے۔

(۲) افضلیت کلیہ افراد یہ یعنی افضل، فضیلت کے ہر باب میں مفضول سے

بڑھا ہوا ہو۔

(۳) افضلیت کلیہ مجموعیہ یعنی افضل مجموعی طور پر مفضول سے بڑھا ہوا ہو۔ جیسے

فائدہ نمبر ۵

افضل، اَفْعَل کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس میں معنی حقیقی کے

اعتبار سے دوسرے کی بہ نسبت زیادتی ہوتی ہے، اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ افضل

و مفضول دونوں میں ایک ہی قسم کی فضیلت ہے، مگر افضل میں وہ فضیلت زیادہ

ہے اور مفضول میں کم۔ جیسے علم نحو میں عمرو کو جتنا درک ہو، زید کو بھی علم نحو ہی

میں اس سے زیادہ درک ہو تو کہا جائے گا کہ علم نحو میں زید عمرو سے اعلم ہے۔ یہ

نہیں کہ عمرو کو منطق میں درک ہو اور زید کو لغت میں، تو دونوں میں تقابل کیا جائے

اور کہا جائے کہ زید عمرو سے اعلم ہے۔

علم الصیغہ میں ہے:

فرق در معنی صیغۂ مبالغہ و اسم تفضیل این است کہ در صیغۂ مبالغہ

منظور زیادت می باشد در معنی فاعلیت فی حد ذاتہ نہ نظر بہ دیگرے۔

در اسم تفضیل زیادت منظور می باشد نظر بہ دیگرے، اضرِب من زید

یا اضرِب القوم خواہند گفت زنندہ تراست از زید یا زنندہ تراست

از قوم۔۔۔ معنی اضرِب زیادہ زدندہ است و بس، نسبت بہ

کسے ملحوظ نیست۔

ترجمہ: مبالغہ اور اسم تفضیل میں فرق یہ ہے کہ مبالغہ کے اندر

فاعلیت کے معنی میں فی حد ذاتہ زیادتی منظور ہوتی ہے دوسرے

کی بہ نسبت نہیں اور اسم تفضیل میں زیادتی دوسرے کی بہ نسبت

منظور ہوتی ہے۔ اضرِب من زید کے معنی ہیں زید سے زیادہ

وعمرو دونوں مال دار ہوں مگر زید کے پاس ۱۰۰ گرام سونا اور ۱۰۰ گرام چاندی ہو اور عمرو کے پاس ۵۰ گرام سونا اور ۲۰۰ گرام چاندی، تو زید کو عمرو پر ایسریت مطلقہ حاصل ہوگی اور عمرو کو زید پر ایسریت جزئیہ، یعنی مال داری میں زید بڑھا ہوا ہے اگرچہ چاندی کے لحاظ سے عمرو بڑھا ہوا ہے۔

تکمیل الایمان، از شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۵۴ میں ہے:

وآمدی کہ از علمائے اصول فقہ و کلام است می گوید۔۔۔ ”یک فضیلت بجہت زیادت شرف و نفاست رائج تراز صد فضیلت آید چنانچہ یک گوہر بہ قیمت زیادہ تراز صد ہزار درہم بود پس تواند کہ صاحب آن فضیلت رانزد اللہ تعالیٰ اجرے و ثوابے بود کہ ارباب فضائل کثیرہ را نبود۔

ترجمہ: علامہ آمدی جو اصول فقہ اور کلام میں اونچا مقام رکھتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: شرف و نفاست کی زیادتی میں ایک فضیلت بھی سو فضیلتوں پر بھاری ہو سکتی ہے جیسے ایک موتی ایک لاکھ درہم سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کسی ایک فضیلت والے کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ثواب ہو جو بہت سے ثواب والوں کا نہ ہو۔

مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ”شرح آداب المریدین“

ص ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

خضر را فضلی مقید بود و آں علم لدنی است و موسیٰ علیہ السلام را فضل مطلق بود، و فضل مقید، مبطل فضل مطلق نیست، چنان کہ فضل

انسان مجموعی طور پر فرشتوں سے اور مرد مجموعی طور پر عورت سے افضل ہے۔ اسی کو فضیلت مطلقہ بھی کہتے ہیں، جس کی تعبیر فرد کامل سے کی جاتی ہے۔ تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۱۷۳، تقریرات الرافعی علی رد المحتار ج ۱ ص ۴۲، عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۲۶۳، حاشیۃ القنوی علی البیضاوی ج ۹ ص ۴۴، حاشیۃ غمر عیون البصائر ج ۱ ص ۱۳۳ اور نور الانوار ص ۸۳ میں ہے:

ان المطلق ینصرف الی الفرد الكامل فی حق الذات۔ (ملتقطاً) [مطلق سے ذات کے حق میں فرد کامل مراد ہوتی ہے۔] توضیح، ص ۱۱۸ میں ہے:

قال علمائنا رحمہم اللہ: المطلق ینصرف الی الفرد الكامل ای الكامل فیما یطلق علیہ هذا الاسم کالماء المطلق لا ینصرف الی ماء الورد۔ [ہمارے علمائے فرمایا ہے کہ مطلق سے مراد، فرد کامل ہوتی ہے یعنی جس پر اس اسم کا اطلاق ہوتا ہے اس کا فرد کامل۔ اسی لیے ماے مطلق سے گلاب کا پانی خارج ہے۔]

لہذا زید کو جتنے مسائل یاد ہوں بکر کو بھی اتنے ہی مسائل یاد ہوں، مگر زید کو ان کی معرفت دلائل کے ساتھ ہو اور بکر کو دلائل کے بغیر، تو علی الاطلاق کہیں گے کہ زید بکر سے افضل ہے۔

افضلیت جزئیہ اور افضلیت مطلقہ میں منافات نہیں ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ زید کو عمرو پر افضلیت مطلقہ حاصل ہو اور عمرو کو زید پر افضلیت جزئیہ۔ جیسے زید

فائدہ نمبر ۶

شرعی اعتبار سے فضیلت کی قسمیں

شرعی اعتبار سے فضیلت کی دو قسمیں ہیں :

(الف) ظاہری فضیلت یعنی نیک اعمال جیسے نماز، روزے وغیرہ کی زیادتی جسے دیکھ کر لوگ یہ کہہ سکیں کہ فلاں، فلاں سے افضل ہے۔

(ب) باطنی فضیلت یعنی خلوص دل اور اجر و ثواب کی زیادتی جو محض فضلِ رحمانی ہے جسے بغیر اللہ و رسول کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا۔ واللہ یختص

برحمته من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم (البقرہ: ۱۰۵)

کفایۃ الطالب الربانی شرح رسالۃ ابن ابی الزید القیروانی از فقیہ ابوالحسن علی بن محمد مصری (پ ۸۵۷-۹۳۹ھ) میں ہے:

الحیۃ البذکورة اما باعتبار الباطن وكثرة الثواب و
رفع الدرجات، وذلك لا يعلم الا بخبر.. واما باعتبار
الظاهر و لا يحصل ذلك الا بالتفاوت في خصال
الفضائل. فمن كثرت فيه فهو افضل في الظاهر دون
الباطن، فكم من قليل العمل افضل من كثيره.

ترجمہ: فضیلت یا تو باطن، کثرت ثواب اور درجات کی
بلندی کے اعتبار سے ہوگی۔۔ جس کا علم، خبر کے بغیر نہیں

مریم پارسا راو آں فرزند بے مساس بشر است، باطل نکند فضل
عائشہ وفاطمہ را کہ ایشان را فضل مطلق بود بر جملہ نسائے عالم۔
ترجمہ: حضرت خضر کا فضل، مقید (جزئی) تھا یعنی علم لدنی۔
اور موسیٰ علیہ السلام کا فضل، مطلق تھا۔ فضل مقید (جزئی)
فضل مطلق کو باطل نہیں کر دیتا جیسے حضرت مریم عقیقہ کا فضل،
اس بات میں ہے کہ کسی بھی انسان کے مس کئے بغیر آپ کو
اولاد ہوگئی، مگر اس سے دنیا کی ساری عورتوں پر حضرت عائشہ
صدیقہ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کی فضیلت مطلقہ باطل
نہیں ہوگئی۔



فائدہ نمبر ۱

عقائد وہ ہوتے ہیں جو شارع علیہ السلام، صحابہ کرام، تابعین عظام اور اسلاف فخام رضی عنہم اللہ الملک العلام سے ثابت ہوں۔

خیر القرون میں یہ ایک سے دوسرے تک زبانی منتقل ہوتے رہے۔ پھر ان کی تدوین ہوئی اور سادہ انداز میں کتابوں کے اندر درج کیے گئے جن کو متون کہا جاتا ہے۔

جب بد مذہبی پھیلی اور گم راہوں نے مغالطہ آمیز عقلی و نقلی دلائل پیش کر کے عوام کو ان عقائد کے بارے میں متزلزل و مشکوک کرنا شروع کیا، تو علمائے اہل سنت و جماعت کو ضرورت پڑی کہ وہ عقائد پر دلائل پیش فرمائیں، مگر انہوں نے مغالطوں کا جواب دیں۔ اس لیے انہوں نے دلائل و جواب پر مشتمل کتابیں تصنیف کیں۔

انسانی اذہان چوں کہ مختلف ہوتے ہیں اس لیے دلائل پیش فرمانے اور جواب دینے میں ان کی رائیں مختلف ہو گئیں۔ کسی نے ایک دلیل پیش کی، دوسرے کی نظر میں وہ دلیل کمزور محسوس ہوئی تو انہوں نے اس پر اعتراض کر دیا۔ مقصود یہ تھا کہ ایسی دلیل پیش کی جانی چاہئے جس پر مخالف کو کچھ کہنے کا موقع نہ مل سکے۔ پھر کہیں تو اس کو ”ولقائل ان یقال [کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے]“،

ہو سکتا۔ یا۔ ظاہر کے اعتبار سے ہوگی جو اچھی خصلتوں میں تفاوت سے حاصل ہوتی ہے، تو جن کے اندر زیادہ اچھی خصلتیں ہوں گی وہ ظاہراً افضل ہوں گے، باطناً نہیں؛ کیوں کہ بسا اوقات کم عمل والے بھی زیادہ عمل والوں سے افضل ہوتے ہیں۔



میں متکلمین نے قرآن حکیم، سورہ انبیا کی بائیسویں آیت پیش کی ہے: لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا [اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو آسمان وزمین ضرور تباہ ہو جاتے]۔ اس پر علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ نے ”شرح عقائد“ میں لکھا کہ یہ دلیل اقناعی ہے یعنی اس سے خدا کا ایک ہونا ظنی طور پر ثابت ہوتا ہے، یقینی طور پر نہیں۔

اسی طرح اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ علم الہی غیر متناہی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اس پر ملا احمد خیالی نے حاشیہ منہیہ میں اور ملا عبد الحکیم سیالکوٹی نے خیالی کے حاشیہ میں لکھا کہ مفصل طور پر غیر متناہی مراتب میں علم کے تعلق کا امکان ممنوع ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کے لیے جہل لازم آئے گا تو میں کہوں گا کہ جن چیزوں سے علم کا تعلق صحیح ہے، علم الہی کا تعلق انہیں سے ہوگا اس لیے جہل لازم نہیں آئے گا۔

یوں ہی اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خداے پاک وبے عیب کے حق میں جھوٹ بولنا محال بالذات ہے۔ اس پر ملا عبد الحکیم سیالکوٹی نے لکھا کہ ہم محال بالذات نہیں مانتے؛ کیوں کہ اگر محال بالذات ہوتا تو کسی سے جھوٹ بولنے کا وجود نہیں ہوتا۔ لہذا یہ محال بالغیر ہے تو ممکن بالذات ہوا۔

مگر چوں کہ دلائل کی کمزوری نہ بتانے یا ان کے بطلان کا اظہار نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ معترض کے نزدیک وہ عقیدہ کمزور یا باطل ہے۔ اس لیے یہ نہیں مانا جائے گا کہ ان اہل علم و فضل کے اعتقادات، معاذ اللہ! ان کفری یا گمراہی باتوں کے مطابق تھے۔

ان فوائد کو ذہن میں رکھ کر اب اصل موضوع کے جائزہ کی طرف رخ کیجیے!

کہیں ”قیل [کہا گیا ہے]“، کہیں ”یقال [کہا جاتا ہے]“، کہیں ”لم یقال [کیوں نہیں کہا جائے گا؟]“ اور کہیں قارئین کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مخالفین کے انداز میں ”لانسلم [ہمیں تسلیم نہیں]“ سے تعبیر کر کے بحث کی۔

شرح مقاصد ج ۱ ص ۲۱۶ میں ہے:

”کثیرا ماتورد الآراء الباطلة للفلاسفة من غیر تعرض لبيان البطلان۔ [بسا اوقات فلاسفہ کے باطل آراء کو ان کا بطلان بتائے بغیر پیش کر دیا جاتا ہے]“

مواقف میں ہے:

”انت تعرف مذهب اهل الحق وانما لا تعرض لامثاله للاعتماد على معرفتك بها في مواضعها۔ [تم اہل حق کے مذہب سے تو واقف ہو، تمہاری اس معرفت کی بنا پر ہی ہم ایسے مقامات میں اس سے تعرض نہیں کرتے ہیں]“

شرح مواقف ج ۵ ص ۲۴۴ میں ہے:

”فعليك برعاية قواعد اهل الحق في جميع المباحث وان لم نصرح بها۔ [تم پر لازم ہے کہ تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کا لحاظ کرو اگرچہ ہم وہاں اس کی تصریح نہ کریں]“

چنانچہ اسلام کا بنیادی عقیدہ، عقیدہ توحید ہے۔ اس کے ثبوت

ترجمہ: حضرت ابن محیریز کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ مجھ سے ایسی کوئی حدیث بیان کیجیے جسے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میں آپ کو ایک عمدہ حدیث سناتا ہوں: ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ میں حاضر تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح بھی تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضور سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہوگا؟ جب کہ ہم آپ کی موجودگی میں ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ قوم جو تمہارے بعد آئے گی اور مجھ پر ایمان لائے گی جب کہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔

اس لیے فضیلت کلیہ افراد یا فضیلت جزئیہ کے تعلق سے خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں۔ بنا بریں گفتگو صرف فضیلت مطلقہ پر ہوگی اور ”زبدۃ التحقیق“ میں اسی کو مختلف فیہ ثابت کرنے پر پورا زور قلم صرف کیا گیا ہے۔

فتاویٰ عزیزہ ص ۱۲۸ میں ہے:

مدار آل تفضیل برا کثریت ثواب است عند المتکلمین وجائز است کہ خدائے تعالیٰ بعض بندگان خود را مخصوص بزیادت ثواب گرداند ہر چند فضائل دیگر و صفات کمال در غیر آنها بیشتر باشد۔ ترجمہ: متکلمین کے نزدیک اس تفضیل کا مدار ثواب کی زیادتی پر ہے اور ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بعض

فاقول: وبالله التوفیق!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باطنی فضیلت کلیہ افراد یہ تو کیا؟ ظاہری فضیلت کلیہ افراد یہ بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی؛ کیوں کہ دنیا میں بہت سے لوگ کوئی نہ کوئی ایسا نیک کام کر لیتے ہیں جو دوسرے کیے ہوئے نہیں ہوتے۔

خود زبدۃ التحقیق ص ۱۹۹ میں فرمایا گیا ہے:

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہر وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین میں بھی کسی سے ایک صاحب کی تفضیل دوسرے پر ہر وجہ سے ثابت ہونا محال ہے الخ۔

رہی فضیلت جزئیہ! تو وہ حدیث و قرآن کے مطابق بہت سے صحابہ کو ایک دوسرے پر حاصل ہے۔ بلکہ اجمالاً بعض غیر صحابہ کو بھی حاصل ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل حدیث نمبر ۱۶۷۷، سنن دارمی باب ”فی فضل آخر ہذہ الامۃ“ حدیث نمبر ۲۷۸۶ میں ہے:

عن ابن محیریز قال: قلت لابی جمعة: حدثنا حدیثاً سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: نعم! احديثكم حديثاً جيداً: تغدينا مع رسول الله عليه وسلم ومعنا ابو عبیده ابن الجراح، فقال: يا رسول الله! هل احد خير منا؟ أسلمنا معك وجاهدنا معك، قال نعم! قوم يكونون من بعدكم، يؤمنون بي ولم يروني۔

ہو جائے۔ اسی طرح عبادات ظاہرہ کی کثرت بھی مراد نہیں ہے، کیوں کہ ثواب کا مدار عبادات ظاہرہ کی کثرت پر نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث صحیح کے مطابق ہم لوگوں کا اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنا صحابہ کرام کے آدھا ”مُد“ خیرات کرنے کے برابر بھی نہیں ہے۔ جس میں راز یہ ہے کہ اصل خیر، عمل میں اخلاص، حق سبحانہ کی محبت اور اس کی بارگاہ میں دائمی حضوری ہے۔ اسی وجہ سے بکر بن عبداللہ مرزنی نے فرمایا ہے: ابو بکر صدیق نماز و روزہ کی وجہ سے افضل نہیں ہوئے بلکہ اس چیز کی وجہ سے افضل ہوئے جو ان کے دل میں ہے۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ ثواب کی کثرت، شارع کے بتائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی، جس میں عقل اور ظاہری مناقب کا کوئی دخل نہیں۔

شرح المقاصد لسعد الدین التفتازانی (م ۹۳ھ) ص ۵۲۳ میں ہے:

ان الکلام فی الافضلیۃ بمعنی الکرامة عند اللہ، و کثرة الثواب۔ وقد شهد فی ذلك عامة المسلمین، واعترف علی رضی اللہ عنہ بہ۔

ترجمہ: گفتگو افضلیت بمعنی کرامت عند اللہ اور کثرت ثواب میں ہے۔ اسی کے تعلق سے عام مسلمانوں نے گواہی دی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اعتراف فرمایا ہے۔

بندوں کو ثواب کی زیادتی کے ساتھ مخصوص فرمادے، ہر چند کہ دوسرے فضائل اور صفات کمال اور حضرات میں زیادہ ہوں۔
شرح عقائد کی شرح نبراس ص ۲۹۹ میں ہے:

(ذكر المحققون ان فضيلة المبحوث عنها في الكلام هي كثرة الثواب۔ ای: عظم الجزاء على اعمال الخير لا شرف النسب، والا لزم ان يكون ولد النبي افضل من النبي الذي ليس ابوه نبيا ولا كثرة الطاعات الظاهرة، لان الثواب ليس على حسب مقدارها لان انفاق احداً، مثل جبل احد ذهباً لا يبلغ مد الصحابة ولا نصيفهم كما في الحديث الصحيح والسر في ذلك ان اصل الخير هو الاخلاص في العمل ومحبة الحق سبحانه و دوام الحضور معه وهي امور باطنة۔ ولذا قال بكر بن عبد الله المزني: ما فضلکم ابو بكر بصوم وصلاة و لكن بشيء في قلبه انتهى۔ فلا يخفى ان كثرة الثواب لا تعلم الا باخبار الشارع ولا مدخل فيه للعقل و المناقب الظاهرة، فاحفظ۔

ترجمہ: محققین نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کے مابین جس فضیلت کے بارے میں گفتگو ہے، اس سے مراد ثواب کی کثرت یعنی نیک اعمال کی جزا ہے، شرف نسب نہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ نبی کا وہ بیٹا جس کا دادا نبی نہ ہو، وہ اپنے نبی باپ سے افضل

اجماع

(۱) مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) دفتر دوم مکتوب نمبر

۶۷ میں ہے:

افضلیت حضراتِ شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است۔

ترجمہ: ضرت ابوبکر و عمر کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے۔

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی (م ۲۵۸ھ) ج ۱ ص ۳۳۲ میں ہے:

يقول (داؤد بن علی الاصبهانی) سمعت ابا ثور يقول:

سمعت الشافعی يقول: ما اختلف احد من الصحابة و

التابعين في تفضيل ابي بكر وعمر و تقدیمهما علی جميع

الصحابة۔

ترجمہ: امام شافعی نے فرمایا: تمام صحابہ سے ابوبکر صدیق

و عمر فاروق کی تقدیم اور ان کے افضل ہونے پر کسی صحابی و تابعی

کا اختلاف نہیں ہے۔

(۳) امام بیہقی ہی کی الاعتقاد ج ۱ ص ۳۶۹ میں ہے:

روينا عن ابي ثور عن الشافعی انه قال: ما اختلف احد

من الصحابة والتابعين في تفضيل ابي بكر وعمر و

تقدیمهما علی جميع الصحابة۔

ترجمہ: امام شافعی نے ارشاد فرمایا: تمام صحابہ سے ابوبکر صدیق

و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تقدیم اور ان کے افضل ہونے پر کسی

اسی افضلیت مطلقہ کے تعلق سے روافض اور اہل سنت میں اختلاف ہے۔

اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس بلند مرتبہ (باطنی افضلیت) پر حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہیں، اور روافض اس بات کے مدعی ہیں کہ (باطنی)

افضلیت مطلقہ کا مقام حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہے۔ اس اعتبار سے

دونوں ہی مدعی ہیں اور دونوں ہی اپنے اپنے دعوے پر دلیلیں پیش کرتے ہیں اور

دوسرے کی دلیلوں پر نقض و ابرام پیش کر کے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے

درپے ہیں۔ سنی حضرات اپنی دلیلوں میں اہل سنت کا اجماع، قرآن عظیم کی متبادر

المعنی آیتیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں، صحابہ کبار کے ارشادات، اہل

بیت کے متواتر فرامین اور اجل ائمہ، علماء اور اکابر صوفیاء کے اقوال پیش کرتے

ہیں۔



ونقل البيهقي في الاعتقاد بسنده الى ابى ثور عن
الشافعي انه قال: اجمع الصحابة واتباعهم على افضلية
ابى بكر الخ.

ترجمہ: امام بیہقی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ امام شافعی
نے فرمایا: صحابہ و تابعین نے حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت
پر اجماع کیا ہے۔

(۶) سبع سنابل کے ص ۱۰ میں ہے:

اجماع اصحاب و تابعین و تبع تابعین و سائر علمائے امت ہم بریں عقیدہ واقع
شدہ است۔ و ایں اجماع در کتب متقدمین و متأخرین مذکور و شائع است۔

ترجمہ: صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا اجماع اسی عقیدہ پر
واقع ہوا ہے۔ اور یہ اجماع متقدمین اور متأخرین کی کتابوں میں مذکور اور شائع
ہے۔

(۷) اسی کے ص ۱۷ میں ہے:

پس چوں اجماع صحابہ کہ انبیا صفت بر تفضیل شیخین واقع شد و مرتضیٰ نیز دریں
اجماع متفق و شریک بود مفضلہ در اعتقاد خود غلط کرده است۔ اے خان و مان ما
فدائے نام مرتضیٰ باد! و اے دل و جان ما ثار اقدام مرتضیٰ باد!! کد ام بد بخت ازل
کہ محبت مرتضیٰ در دلش نباشد، و کد ام راندہ در گاہ مولیٰ کہ اہانت اور وادارد۔ مفضلہ
گمان بردہ است کہ نتیجہ محبت با مرتضیٰ تفضیل او است بر شیخین، و نمیدانند کہ ثمرہ
محبت موافقت ست با و نہ مخالفت کہ چوں مرتضیٰ افضل شیخین و ذی النورین را بر خود
رواداشت و اقتداء با ایشان کرد و حکمائے عہد خلافت ایشان را انتثال فرمود و شرط

صحابی و تابعی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۴) الجامع فی العلل و معرفة الرجال للامام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)
ص ۵۷۸ میں ہے:

قال جرير بن عبد الحميد قال سألت يحيى بن سعيد
الانصاري و مارأيت شيخا نبل منه فقلت: من
ادرکت من اصحاب النبی ﷺ و التابعین، ما کان قولهم
فی علی و عثمان؟ فقال: من ادرکت من اصحاب النبی ﷺ
و التابعین لم یختلفوا فی ابی بکر و عمر و فضلها... الخ
ترجمہ: جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید
انصاری جن سے زیادہ عظمت و شرافت کا حامل کوئی بزرگ
میری نظر میں نہیں، ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کسی صحابی یا
تابعی کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ حضرت علی و عثمان کے
تعلق سے کیا فرماتے تھے؟ حضرت یحییٰ بن سعید نے فرمایا:
میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو نہیں پایا جنھوں نے حضرت
ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں اختلاف کیا ہو۔

(۵) فتح الباری لابن حجر العسقلانی (- ۸۵۲ھ) ج ۷، ص ۱۷

میں ہے:

۱۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے تعلق سے سوال کے جواب میں یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسے
چاند کے گھٹنے، بڑھتے رہنے سے متعلق سوال کے جواب میں قرآن کا یہ ارشاد: قل ہی مواقیت
للناس والحج۔ تم فرمادو: وہ لوگوں کے بہت سے امور بالخصوص حج کے لیے وقت کی
علامتیں ہیں۔

تعالیٰ لغرض من الاغراض۔

وقال (الغزالی): اجماعهم على ذالك من احسن ما يستدل به على مراتبهم في الفضل، ومن هذا اعتقد اهل السنة هذا الترتيب في الفضل ثم بحثوا عن الاخبار فوجدوا فيها ما عرف به مستند الصحابة واهل الاجماع في هذا الترتيب۔

پس جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ فضیلت صحابہ کا علم، وحی الہی اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور اس طرح سے صحابہ کی الگ الگ فضیلت سننے والے خوش بخت افراد وہی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کا بکثرت مشاہدہ کیا ہے اور انہوں نے ہی اجماع کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر ہی افضل صحابہ ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق نے اسی اجماع کے ذریعہ حضرت عمر کے افضل ہونے کی صراحت کر دی، ان کے بعد حضرت عثمان کے افضل ہونے پر اجماع ہوا پھر حضرت علی کی افضلیت پر اجماع ہوا۔ یہ اجماع کرنے والے حضرات ایسے ہیں جن کے تعلق سے کسی دنیوی غرض کی بنا پر اللہ کے دین میں خیانت کرنے کی بدگمانی نہیں کی جاسکتی ہے۔ کہ معاذ اللہ! انھوں نے اس مسئلہ افضلیت پر اجماع کرنے میں خیانت کی ہے۔

امام غزالی نے فرمایا ہے: اس پر حضرات صحابہ کا اجماع ان دلائل میں سب سے اچھی دلیل ہے جس سے فضیلت کے اعتبار سے صحابہ کے الگ الگ درجات و مراتب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت کا یہ عقیدہ بن گیا کہ ان کی فضیلت کی ترتیب یہی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے احادیث و ارشادات نبویہ کی تلاش و جستجو شروع کی، جن میں ان کو یہی ملا کہ وہ احادیث اسی

محبت با و آل باشد کہ در راہ و روش با و موافق باشد نہ مخالف۔

ترجمہ: جب انبیا جیسی صفات کے حامل صحابہ کرام کا اجماع واقع ہو گیا کہ شیخین کریمین افضل ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس اجماع میں شامل اور متفق تھے۔ تو فرقہ تفضیلیہ نے خود اپنے اعتقاد میں غلطی کی ہے۔ میرا گھر بار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام پر فردا اور میری جان و دل آپ کے قدموں پر قربان! کون ازلی بد بخت ہے جس کے دل میں حضرت علی مرتضیٰ کی محبت نہ ہوگی؟ اور کون بارگاہ خداوندی کا دھتکارا ہوگا جو علی مرتضیٰ کی توہین کو روا رکھے گا؟ فرقہ تفضیلیہ نے گمان کیا ہے کہ محبت علی مرتضیٰ کا تقاضا آپ کو شیخین پر فضیلت دینا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ آپ کی محبت کا ثمرہ آپ کے ساتھ موافقت ہے نہ کہ مخالفت۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخین اور ذوالنورین کو اپنے آپ سے افضل قرار دیا، ان کی اقتدا کی اور ان کے عہد خلافت کے احکام کو تسلیم کیا تو ان کی محبت کی شرط یہ ہے کہ ان کی راہ و روش کے ساتھ موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت۔

(۸) الاسالیب البدیعة للعلامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی (م ۱۳۵۰ھ) ج ۱ ص ۱۶ میں ہے:

اذا ثبت انه لا يعرف الفضل الا بالوحي، ولا يعرف من النبي الا بالسماع واولى الناس بالسماع ما يدل على تفاوت الفضائل الصحابة البلازمون لحوال النبي ﷺ، وهم قد اجمعوا على تقديم ابي بكر، ثم نص ابو بكر على عمر، ثم اجمعوا بعده على عثمان، ثم على علي رضي الله عنهم۔ وليس يظن منهم الخيانة في دين الله

الكتاب والسنة ابوبكر الصديق - ولم يختلف في ذلك احد من ائمة السلف ولا الخلف -

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں قطعی طور پر حضرت صدیق اکبر افضل ہیں۔ ائمہ سلف و خلف میں سے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

(۱۲) المنہاج شرح مسلم للإمام النووي (م ۶۷۶ھ) ج ۱۵، ص ۱۳۸ میں ہے:

اتفق اهل السنة على ان افضلهم ابوبكر الخ -
ترجمہ: اہل سنت کا اتفاق ہے کہ ابوبکر صدیق افضل الصحابہ ہیں۔

(۱۳) شرح التبصرة والتذكرة للإمام زين الدين العراقي (م ۸۰۶ھ) ج ۲، ص ۱۳۷ میں ہے:

اجمع اهل السنة على ان افضل الصحابة بعد النبي صلى الله عليه وسلم على الاطلاق ابو بكر ثم عمر - ومن حكى اجمعهم على ذلك ابو العباس القرطبي - فقال - و لم يختلف في ذلك احد من ائمة السلف ولا الخلف -

ترجمہ: اہل سنت کا اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی الاطلاق تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر۔ اس اجماع کے ناقلین میں حضرت ابوالعباس قرطبی بھی شامل ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ائمہ سلف و خلف میں سے کسی نے بھی اس اجماع میں اختلاف

ترتیب پر اجماع کی سندیں ہیں۔

(۹) البحر الرائق لابن نجيم المصري (م ۹۷۰ھ) ج ۱: ص ۲۸۸:

میں ہے:

روى ان ابا حنيفة سئل عن مذهب اهل السنة والجماعة، فقال: هو ان تفضل الشيخين وتحب الحثنيين الخ -
ترجمہ: امام اعظم ابوحنيفہ سے اہل سنت و جماعت کے تعلق سے سوال ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کو افضل سمجھنا، حضرت عثمان غنی اور علی مرتضیٰ سے محبت کرنا مذہب اہل سنت ہے۔

(۱۰) المدونة للإمام مالك (م ۱۷۹ھ) ج ۲ ص ۶۷۰ میں ہے:

قال (ابن القاسم): سألت مالكا عن خير الناس بعد نبيهم؟ قال: ابوبكر - ثم قال: أو في ذلك شك؟
ترجمہ: (ابن القاسم) فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام مالک سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟ امام مالک نے جواب ارشاد فرمایا: ابوبکر! مزید آپ نے فرمایا: کیا اس میں بھی کوئی شک ہے؟

(۱۱) المفهم للإمام القرطبي (م ۶۵۶ھ) ج ۳ ص ۱۰۵ میں ہے:

المقطوع بفضله وافضليته بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم عند اهل السنة وهو الذي يقطع به من

ترجمہ: اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیں کہ جس کام پر علمائے ملت اور عظمائے امت کا اجماع ہو چکا ہے، وہ یہ کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت کے افضل ترین شخص ہیں اور آپ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔۔۔۔۔

حضرت عبداللہ مازری نے ”مدونہ“ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام مالک سے سوال ہوا کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر۔ رضی اللہ عنہما۔ نیز آپ نے فرمایا: کیا اس میں بھی کوئی شک ہے؟

(۱۷) اسی میں ص ۸۸ پر ہے:

الحاکم لاجماع الصحابة والتابعین علی تفضیل ابی بکر وعمر وتقديماً علی سائر الصحابة جماعة من اکابر الائمة منهم الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا حکاکا عنہ البیهقی وغیرہ۔

ترجمہ: تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی تقدیم و تفضیل پر اجماع صحابہ و تابعین کی ناقل اکابر امت کی ایک جماعت ہے جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں جیسا کہ امام بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۱۸) عقیدۃ اہل السنۃ للناصر بن علی عائض ج ۱ ص ۲۳۹ میں ہے:

وقد نقل الاجماع علی ان افضل الناس بعد الانبياء هو ابو بکر الصديق جماعة من اهل العلم منهم: ابو

نہیں کیا ہے۔

(۱۴) الوصیۃ الکبریٰ لابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) ص ۱۰۱ میں ہے:

وقد اتفق اهل السنة والجماعة علی ما تواتر عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انه قال: خیر هذه الامة بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر۔

ترجمہ: حضرت مولائے علی سے تواتر منقول اُس بات پر اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق۔

(۱۵) تاریخ الخلفاء للامام السيوطی (م ۹۱۱ھ) ص ۳۸ میں ہے:

اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله عليه الصلاة والسلام ابو بکر۔

ترجمہ: اہل سنت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

(۱۶) الصواعق المحرقة لابن حجر الہیتمی (م ۹۷۴ھ) ص ۸۶ میں ہے:

اعلم ان الذي اطبق عليه عظماء الملة و علماء الامة ان افضل هذه الامة ابو بکر الصديق ثم عمر۔۔۔۔۔ قد حکى ابو عبد الله المازري عن المدونة ان مالكا رحمه الله سئل: اي الناس افضل بعد نبیہم فقال ابو بکر ثم عمر ثم قال: اوفي ذلك شك؟

ترجمہ: اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں افضل ابو بکر صدیق، ان کے بعد عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ رضی اللہ عنہم (۲۰) پھر ص ۱۰۱ ہی میں ہے:

کسے کہ امیر المومنین علی را خلیفۃ نہ داند او از خوارج است و کسے کہ اور امیر المومنین ابو بکر و عمر تفضیل کند او از روافض است۔ ترجمہ: جو شخص امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ نہ مانے وہ خارجی اور جو آپ کو ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل جانے وہ رافضی ہے۔

(۲۱) منح الروض للملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) ص ۳۴۲ میں ہے:

قال ابو منصور البغدادی من اکابر ائمة الشافعية : اجمع اهل السنة و الجماعة علی ان افضل الصحابة ابو بکر الخ۔

ترجمہ: ابو منصور بغدادی (جن کا شمار اکابر شافعیہ میں ہوتا ہے) نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں الخ۔

(۲۲) لوامع الانوار البهية للسفارینی (م ۱۱۸۸ھ) ج ۲، ص ۳۱۲

میں ہے:

فقد اجمع اهل السنة و الجماعة علی ان افضل الصحابة

طالب العشاری والامام الشافعی والنووی وشیخ الاسلام ابن تیمیہ وابن حجر والبیہقی: فقد روی ابو طالب العشاری باسنادہ الی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ انه قال: من فضل علی ابی بکر و عمر احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد اذری بالمهاجرین والانصار وطعن علی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: انبیاء کرام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے سارے انسانوں سے افضل ہونے پر اہل علم کی ایک جماعت نے اجماع نقل کیا ہے جن میں ابو طالب عشاری، امام شافعی، علامہ نووی، ابن تیمیہ، علامہ ابن حجر اور امام بیہقی شامل ہیں۔ چنانچہ ابو طالب عشاری نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا: جس نے ابو بکر و عمر پر کسی صحابی کو فضیلت دی اس نے مہاجرین و انصار کی توہین کی اور اصحاب نبی پر طعن کیا۔

(۱۹) سبع سنابل مصنفہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی (پ ۹۱۵) ص ۷ مطبوعہ

لاہور میں ہے:

اجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء ابو بکر صدیق است و بعد ازوے عمر فاروق ست و بعد ازوے عثمان ذی النورین ست و بعد ازوے علی مرتضیٰ است رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین الخ۔

تفضیل شیخین کہ مجمع علیہ جمیع اہل حق است، زیر اکہ مدار آں
تفضیل برا کثریت ثواب است عند المتکلمین و جائز است کہ
خداے تعالیٰ بعض بندگان خود را مخصوص بزیاۃ ثواب گرداند ہر
چند فضائل دیگر و صفات کمال در غیر آہنہا بیشتر باشد۔

ترجمہ: شیخین کی تفضیل تمام اہل حق کا اجماعی مسئلہ ہے،
کیوں کہ اس تفضیل کا مدار عند المتکلمین ثواب کی زیادتی
پر ہے۔ اور ممکن ہے کہ خداے تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو
ثواب کی زیادتی کے ساتھ مخصوص فرمادے ہر چند کہ دوسرے
فضائل اور صفات کمال اور حضرات میں زیادہ ہوں۔

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع ہے، جو بالمعنی الاعم دلیل قطعی ہے، کسی بھی
سنی مسلمان کو اسے بلا چون و چرا سر جھکا کر تسلیم کرنے کے لیے مزید کسی دلیل کی
حاجت نہیں۔

فوائح الرموت ج ۲ ص ۸۳ میں ہے:

الاجماع حجة بمعنى انه كاشف وانما المثبت النص
المستند لكن لا تنتظر في معرفة الحكم المجمع عليه
الى معرفة المستند لكونه قاطعا في ابانة الحكم۔

ترجمہ: اجماع کا حجت ہونا بایں معنی ہے کہ وہ کاشف ہے اور
مثبت تو وہ نص ہے جو سند اجماع ہے۔ لیکن ہم مجمع علیہ حکم کی
معرفت کے لیے اس سند کی معرفت کا انتظار نہیں کریں گے؛

والناس بعد الانبياء عليهم الصلوة والسلام ابوبكر
... لا ينازع في ذلك الا زائغ وقد اخرج الامام احمد
وغیره من أمير المؤمنين علي ابن ابي طالب رضي الله
تعالى عنه انه قال: خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر۔۔۔
قال الحافظ الذهبي: هذا متواتر عن علي رضي الله عنه۔
وقال شيخ الاسلام ابن تيمية في الفتاوى المصرية:
قد نقل عن علي رضي الله تعالى عنه من نحو ثمانين
وجها: خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر الخ۔

ترجمہ: اہل سنت و جماعت کا اجماع ہو چکا ہے کہ انبیا علیہم
السلام کے بعد لوگوں اور تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت
ابوبکر صدیق ہیں۔ اس مسئلہ میں کوئی کج فکر ہی نزاع کرے
گا۔ امام احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی
نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں
سب سے افضل حضرت ابوبکر و عمر ہیں۔

امام ذہبی نے فرمایا: یہ قول تواتر کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہے۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فتاویٰ مصریہ میں فرمایا: اسی سے زائد روایات نے حضرت
علی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں
سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں۔

(۲۳) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ ”فتاویٰ عزیزی

ص ۱۲۸ میں فرماتے ہیں:

اذلا تجتمع الامة على الخطاء الخ۔

ترجمہ: مجتہد پر لازم ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں ورود شرع سے پہلے کی نفی اصلی پر نگاہ ڈال لے پھر اس میں تبدیل کرنے والے سمعی دلائل سے بحث کرے۔ اب پہلے یہ دیکھے کہ اجماع تو نہیں ہے، اگر اجماع ہو تو کتاب و سنت میں غور کرنا چھوڑ دے؛ کیوں کہ کتاب و سنت منسوخ ہو سکتے ہیں، اجماع نہیں۔ کتاب و سنت کے برخلاف اجماع، ان دونوں کے منسوخ ہونے کی دلیل قطعی ہے؛ کیوں کہ امت کا اجماع خطا پر نہیں ہو سکتا۔

پھر بھی ورق الٹ کر قرآن عظیم کی تلاوت کیجیے اور افضلیت صدیقی کا جلوہ

دیکھیے!



کیوں کہ اجماع سے حکم قطعی کا اظہار ہوتا ہے۔
اسی فواتح الرحموت ج ۲ کے ص ۸۰ میں ہے:

لو ثبت ان اهل الاجماع تمسكوا بهذا الخبر (الواحد)
فصار مقطوعا كالمتواتر بل فوقه ، اذ لا يتوهم في
الاجماع للخطأ، وانما منع نسخ خبر الواحد للمتواتر اذا
لم يعتضد بما يفيد القطع ولهنما قدا اعتضد بالاجماع
المصير اياها قطعيا۔

ترجمہ: جب ثابت ہو جائے کہ اہل اجماع نے اس خبر واحد سے استدلال کیا ہے تو وہ خبر واحد متواتر کی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر قطعی ہو جائے گی؛ کیوں کہ اجماع سے متعلق خطا کا وہم نہیں ہو سکتا۔ جب خبر واحد کی تائید دلیل قطعی سے نہ ہو تو اس سے متواتر کو منسوخ نہیں قرار دیا جاسکتا جب کہ یہاں اس کی تائید اجماع سے ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وہ قطعی ہو گئی۔

حضرت امام غزالی المستصفی ص ۳۹۲ پر فرماتے ہیں:

يجب على المجتهد في كل مسألة ان يرد نظرة الى النفي
الاصلي قبل ورود الشرع ثم يبحث عن الادلة
السبعية المغيرة، فينظر اول شئ في الاجماع فان وجد
في المسئلة اجماعا ترك النظر في الكتاب والسنة
فانهما يقبلان النسخ والاجماع لا يقبله فالاجماع على
خلاف ما في الكتاب والسنة دليل قاطع على النسخ؛

ساتھ کوئی ایسا مالی سلوک کیا ہوگا جس کا بدلہ نہ ہو؟ اٹھے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش اور ممنون احسان رہے ہیں، اس لیے وہ ان صفات کے مصداق نہیں ہیں۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ ان صفات کے مصداق نہیں ہوئے، تو لامحالہ حضرت ابوبکر صدیق ہی ان صفات کے مصداق قرار پائے۔ چنانچہ:

(الف) التفسیر الکبیر مطبوعہ بیہیہ، مصر، ج: ۳۱، ص: ۲۰۵ میں امام رازی نے فرمایا ہے:

اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ترجمہ: ہمارے یعنی اہل سنت کے مفسروں کا اجماع ہے کہ ”اتقی“ سے مراد ابوبکر صدیق ہیں۔

(ب) معالم التنزیل معروف بہ تفسیر بغوی ج ۲، ص ۶۳ میں ہے:

الاتقی یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجميع۔

[اہل سنت کے نزدیک ”اتقی“ بالاتفاق ابوبکر صدیق ہیں]۔

(ج) الصواعق المحرقة، باب ثالث، فصل ثانی، مطبوعہ دارالکتب

العلمیہ، ص ۹۸: پر علامہ ابن جوزی کے حوالے سے ہے:

اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر۔

[اہل سنت کا اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے

بارے میں نازل ہوئی ہے]

الغرض مفسرین اہل سنت کے اجماع سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم پ ۳۰ سورہ اللیل آیت ۱۷ تا ۲۱ میں فرمایا ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝

[اور اس جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ جو ”اتقی“ ہے۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستر اہو۔ اور کسی کا اس (نبی) پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا]

پہلی آیت میں جس ذات کو ”اتقی“ کہا گیا ہے، دوسری آیت میں اسی ذات کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی پر اپنا مال لٹاتا ہے۔ تیسری آیت میں اسی ذات کی صفت بیان ہوئی ہے کہ اس کے اس مال کا کوئی دنیوی بدلہ نہیں۔ چوتھی آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسے اس سے صرف رضائے الہی مطلوب ہے۔ پانچویں آیت میں مزید سنایا گیا ہے کہ اسے رب کی رضا حاصل ہوگی۔

احادیث و سیر کا علم رکھنے والوں کے لیے یہ بات بدیہی ہونے کے علاوہ، اہل سنت و روافض دونوں کا اجماع بھی ہے کہ ان صفات کے مصداق یا تو حضرت ابوبکر صدیق ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما اور بس۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

جس کا بدلہ دیا جائے۔ جمہور کے نزدیک یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی اور ”افضل“ کے معنی ”اکرم“ ہی ہیں۔ جس سے مراد، حضرت علی نہیں ہو سکتے؛ کیوں کہ ان پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا احسان ہے کہ وہ حضور کے زیر پرورش تھے۔

(ہ) شرح المواقف للجرجانی (م ۸۱۶ھ) ج ۸: ص ۹۷: مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان میں ہے:

افضل الناس بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم هو عندنا واكثر قدماء المعتزلة ابو بكر رضى الله عنه و عند الشيعة واكثر متأخري المعتزلة على۔ (لنا وجوه: الاول: قوله تعالى: ”وسيجنبها الاتقي الذي يوتي ماله يتزكى“ [الليل: ۱۸]، قال اكثر المفسرين: (و) قد اعتمد عليه العباء انها نزلت في ابي بكر فهو) اتقي ومن هو اتقي فهو (اکرم عند الله لقوله تعالى: ان اکرمکم عند الله اتقکم [الحجرات: ۱۳] وهو) أى: الاکرم عند الله هو (الافضل) فابو بكر افضل ممن عداه من الامة وايضا فقوله: وما لاحد عنده من نعمة تجزى [الليل: ۱۹] يصرفه عن (الحمل على) (على اذ عنده نعمة التربية) فان النبي ربى عليا (وهي نعمة تجزى) واذا لم يحمل عليه تعين ابو بكر للاجماع على ان ذلك الاتقي هو احدهما لا غير۔

اتقی“ حضرت ابوبکر صدیق کو بتایا ہے۔

پھر خدائے تعالیٰ ہی نے پ ۲۶ سورہ حجرات، آیت ۱۳ میں فرمایا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ط

[جو تم میں ”اتقی“ ہے، بے شک وہی اللہ کے یہاں تم میں

زیادہ فضیلت والا ہے۔]

تو اللہ تعالیٰ نے ”اکرم“ اسے قرار دیا ہے جسے ”اتقی“ بتایا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق ہی اس کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔

(د) شرح المقاصد ج ۵: ص ۲۹۰ تا ۲۹۴: میں ہے:

اما الكتاب فقوله تعالى: ”وسيجنبها الاتقي الذي يوتي ماله يتزكى وما لاحد عنده من نعمة تجزى“ فالجمهور على انها نزلت في ابي بكر رضى الله تعالى عنه والاتقي اکرم، لقوله تعالى: ان اکرمکم عند الله اتقکم۔

ولا يعنى بالافضل الا الاکرم وليس المراد به عليا لان للنبي صلی اللہ علیہ وسلم عنده نعمة تجزى وهي نعمة التربية۔

ترجمہ: قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

”اور جہنم کی اس آگ سے دور رکھا جائے گا وہ جو ”اتقی“ ہے، جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو، اور کسی کا اس پر احسان نہیں

لنا اجمالا ان اتفق اکثر العلماء علی ذالک یقضی بوجود
دلیل لهم وتفصیلا قوله تعالى: "وسيجنبها الاتقی
الذی یوتی ماله یتزکی"۔ نزلت فی ابی بکر والاتقی اکرم
وافضل۔

ترجمہ: ہم اہل سنت کے نزدیک افضلیت، خلافت کی ترتیب کے مطابق
ہے۔ ہاں! حضرت عثمان و علی کے درمیان افضلیت کی ترتیب میں تردد ہے۔ شیعہ
اور جمہور معتزلہ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں۔

ہماری اجمالی دلیل یہ ہے کہ اکثر علما کا اتفاق اس بات کا متقاضی ہے کہ ان
(اہل سنت) کے پاس کوئی دلیل ہوگی۔ اور تفصیلی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا جو اپنا مال
دیتا ہے کہ سٹھرا ہو [اللیل ۱۷: ۱۸]"۔ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی شان میں نازل ہوئی۔ تو "اتقی" اکرم وافضل ہے۔

(۲) قرآن عظیم کے سورہ الدھر کی آیت نمبر ۹ و ۱۰ میں حضرت مولا علی کے
الفاظ نقل ہوئے ہیں:

انما نطعمکم لوجه الله لانريد منکم جزاء ولا شکورا۔
انناخاف من ربنا یوما عبوسا قمططیرا۔

[ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ
یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ بے شک ہمیں ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو
بہت ترش نہایت سخت ہے۔]

اور سورہ اللیل کی آیت نمبر ۲۰ و ۲۱ میں صدیق اکبر کے بارے میں ہے:

ترجمہ: ہمارے اور اکثر معتزلہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے
بعد افضل الناس ابوبکر صدیق ہیں اور شیعہ و متاخرین معتزلہ
کے نزدیک حضرت علی۔ ہماری ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن
کریم میں ہے: وسيجنبها الاتقی الذی یوتی ماله
یتزکی"۔ اکثر مفسرین نے فرمایا ہے اور علمائے اسی
پر اعتماد کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں اتری
ہے۔ تو ابوبکر صدیق "اتقی" ہوئے اور جو "اتقی" ہے وہ
اکرم "ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "ان اکرمکم
عند الله اتقکم"۔ اور جو اللہ کے نزدیک "اکرم" ہے،
وہی "افضل" ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ابوبکر افضل امت
ہیں۔ نیز قرآن کریم ہی میں ہے: "وما لاحد عندہ من
نعمة تجزئ" جس سے حضرت علی مراد نہیں ہو سکتے، کیوں کہ وہ
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں رہے، پس جب حضرت
علی مراد نہیں ہوئے تو متعین ہو گیا کہ اس سے حضرت
ابوبکر صدیق ہی مراد ہیں۔ اس لیے کہ ان ہی دونوں میں سے
کسی ایک کے "اتقی" ہونے پر اجماع ہے۔

(و) شرح مقاصد ج ۵: ص ۲۹۰ تا ۲۹۴: میں ہے:

(الافضلية عندنا بترتيب الخلافة مع تردد فيما بين
عثمان و علی رضی اللہ عنہما۔ وعند الشيعة وجمہور
المعتزلة الافضل علی۔

کا ڈر ہے جو بہت تُرش نہایت سخت ہے۔ اور صدیق اکبر کے حق میں نازل شدہ آیت کے الفاظ ہیں: ”صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا چاہتا ہے، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔“ یہ دونوں آیتیں دال ہیں کہ دونوں حضرات نے ہی اللہ کی خوشنودی کے لیے نیکی کی، مگر حضرت علی کے لیے جو آیت اتری وہ یہ بتاتی ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور قیامت کے ڈر سے کیا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: ”بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت تُرش نہایت سخت ہے۔“ جب کہ حضرت ابوبکر کے لیے جو آیت اتری وہ یہ بتاتی ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لیے کیا، اس میں ثواب کی طمع یا عقاب کے اندیشے کا کوئی شاہد نہیں۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق کا مقام اعلیٰ واجل ہوا۔

فراق و وصل چہ خواہی رضاے دوست طلب

کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

قرآن کریم کے جلوؤں سے آنکھوں کو منور و مجلیٰ کرنے کے بعد اور ایک بار ورق الیئے اور چشم بصیرت سے احادیث و ارشادات صحابہ میں افضلیت صدیقی ملاحظہ کیجیے!



إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۚ [صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا] امام رازی نے تفسیر گبیر ج ۳۱ ص ۲۰۶ میں، قاضی ابوبکر باقلانی کے حوالے سے فرمایا ہے کہ انہوں نے ”کتاب الامامة“ میں دونوں کے حق میں نازل شدہ آیتوں کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے:

الایة الواردة فی حق علی کرم اللہ وجہہ الکریم: ”انما نطعمکم لوجه اللہ لانرید منکم جزاء ولا شکورا۔ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطیرا۔“ والایة الواردة فی حق ابی بکر: ”الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضی۔“ فدلّت الایتان ان کل احد منہما انما فعل ما فعل لوجه اللہ الا ان آیة علی تدل علی انه فعل ما فعل لوجه اللہ وللخوف من یوم القيامة علی ما قال: ”انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطیرا۔“ واما آیة ابی بکر فانہا دلت علی انه فعل ما فعل لمحض وجه اللہ تعالیٰ من غیر ان یشوبہ طمع فیما یرجع الی رغبة فی ثواب او رهبة من عقاب فکان مقام ابی بکر اعلیٰ واجل۔

ترجمہ: حضرت مولا علی کے حق میں وارد شدہ آیت میں ان کے الفاظ نقل ہوئے ہیں: ”ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری کے طالب نہیں۔ بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن

(۳) بخاری شریف ج ۱، ص ۵۱۶، مطبوعہ مجلس برکات، مبارک پور میں ہے:

عن ابن عمر، قال: كنا نخير بين الناس في زمان الرسول صلى الله عليه وسلم فنخير ابا بكر ثم عمر الخ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں لوگوں کے درمیان ایک پر دوسرے کو فضیلت دیا کرتے تو ابوبکر صدیق کو افضل سمجھتے تھے۔ پھر عمر فاروق کو الخ۔

(۴) اس حدیث کے تحت عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۶، ص: ۱۷۷، میں ہے:

قوله: [نخير] ای: كنا نقول: فلان خير من فلان، وفلان خير من فلان، في زمن النبي صلى الله عليه وسلم، وبعده كنا نقول: ابو بكر خير الناس.

ترجمہ: یعنی آپ کی حیات ظاہری میں جب کہا کرتے کہ فلاں، فلاں سے اور فلاں، فلاں سے بہتر ہے تو اس کے بعد کہا کرتے کہ ابوبکر صدیق تو سب سے افضل ہیں۔

(۵) اسی میں ہے:

في رواية عبید الله بن عمر عن نافع الآتية في مناقب عثمان: كنا لا نعدل بابي بكر، ای لا نجعل له مثلاً.

[ہم لوگ حضرت ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں مانتے تھے]

(۶) ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۰۶ میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال: ابو بكر سيدنا، وخيرنا، واحبنا الى

احادیث وارشادات صحابہ

(۱) ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۰۷، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، اور مسند امام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۸۰ میں ہے:

عن علي ابن ابي طالب قال: كنت مع رسول الله ﷺ اذ طلع ابوبكر وعمر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هذان سيدا كهول اهل الجنة وشبابها من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين.

ترجمہ: حضرت مولاے کائنات سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابوبکر و عمر تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ اہل جنت کے تمام بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔

(۲) کنز العمال ج ۱۱، ص ۵۶۰، حدیث ۳۲۶۴۵ میں ہے:

ابوبكر وعمر خير الاولين والآخرين وخير اهل السهوات وخير اهل الارضين الا النبيين والمرسلين.

ترجمہ: ابوبکر و عمر انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اولین و آخرین سے افضل ہیں۔ تمام آسمان والوں سے افضل ہیں۔ تمام زمین والوں سے افضل ہیں۔

نبیہا ابوبکر و عمر۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اگرچہ کثیر تعداد میں تھے مگر ہم کہتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں۔

(۱۰) حدیث ۵۳: حدثنا عن ابن عمر قال: كنا نفضل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ابوبکر صدیق کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔

(۱۱) حدیث ۵۴: حدثنا عن ابن عمر قال: كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل بعد النبي صلى الله عليه وسلم بابي بكر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ عہد رسالت میں ہم لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حضرت ابوبکر صدیق کے برابر نہیں کہتے تھے۔

(۱۲) حدیث ۵۶: حدثنا عن الزهري قال: اخبرني سالم بن عبد الله، ان عبد الله بن عمر قال: انا قد كنا نقول، ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي: افضل امة النبي صلى الله عليه وسلم بعدة ابوبكر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم لوگ حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری میں یوں کہا کرتے: آقاے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں۔

(۱۳) حدیث ۵۷: حدثنا عن ابن عمر قال: كنا نتحدث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان خير هذه الامة بعد نبينا

رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر ہمارے سردار، اور ہم میں سب سے افضل اور حضور کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔
(۷) ابوداؤد شریف، ص ۶۳۶ میں ہے:

عن ابن عمر، قال: كنا نقول في زمن النبي صلى الله عليه وسلم: لا نعدل بابي بكر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لا نفاضل بينهم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں: صحابہ عہد رسالت میں یوں کہا کرتے تھے: ہم لوگ حضرت ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں ٹھہراتے ہیں پھر حضرت عمر کے برابر بھی نہیں، پھر حضرت عثمان کے برابر بھی نہیں ٹھہراتے ہیں، پھر خاموش ہو جاتے اور کسی صحابی کو دوسرے سے افضل نہیں کہتے۔

(۸) اسی میں ہے: ان ابن عمر قال: كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي: افضل امة النبي صلى الله عليه وسلم بعدة ابوبكر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں: ہم لوگ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہری ہی میں یوں کہتے: نبی کریم ﷺ کے بعد پوری امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۹) فضائل صحابہ للامام احمد بن حنبل ج ۱ میں ہے:

حدیث ۵۲: حدثنا عن ابي هريرة قال: كنا نعد و اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم متوافرون: خير هذه الامة بعد

ابوبکر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں: عہد رسالت میں ہم لوگ یوں کہا کرتے: حضور ﷺ کے بعد پوری امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔

(۱۴) حدیث ۵۸: حدثنا عن ابن عمر قال كنا نقول في زمن النبي صلى الله عليه وسلم: رسول الله خير الناس ثم ابوبكر ثم عمر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر نے فرمایا ہے: ہم عہد نبوی میں کہا کرتے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر ہیں اور آپ کے بعد ابوبکر صدیق۔

(۱۵) حدیث ۵۹: حدثنا عن ابن عمر قال كنا نعد ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي واصحابه متوافرون: ابوبكر وعمر۔

ترجمہ: ابن عمر نے کہا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری سے تھے اور صحابہ کی کثیر تعداد موجود تھی تو ہم لوگ پہلے نمبر پر ابوبکر صدیق دوسرے نمبر عمر فاروق کو شمار کیا کرتے۔

(۱۶) الانتصار از ابوالحسین یحییٰ بنی شافعی (م ۵۵۸ھ) ج ۳ ص ۸۵۹، اور لمعة الاعتقاد از موفق الدین ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) ج ۱ ص ۳۴ میں ہے:

روی ابو الدرداء عن النبي صلى الله عليه وسلم، انه قال: ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبيين والمرسلين على افضل من ابى بكر۔

ترجمہ: حضرت ابو درداری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: انبیا و مرسلین کے بعد ابوبکر سے بہتر کوئی پیدا نہیں ہوا۔

(۱۷) معالم اصول الدين از امام رازی (م ۶۰۶ھ) ج ۱ ص ۱۰۷ میں ہے:

والله! ما طلعت ولا غربت بعد النبيين افضل من ابى بكر۔

ترجمہ: بخدا! انبیا کے بعد ابوبکر سے بہتر اس دنیا میں کوئی نہیں آیا۔

(۱۸) فضائل الخلفاء الاربعة از ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) ج ۱ ص ۳۸ میں ہے:

قال (رسول الله صلى الله عليه وسلم): ان الشمس لم تشرق على احد او تغب خير من ابى بكر الا النبيين والمرسلين۔

ترجمہ: اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیا و مرسلین کے سوا ابوبکر سے بہتر کسی نے اس کائنات میں قدم نہیں رکھا۔

(۱۹) المحاسن والمساوی از ابراہیم بیہقی (م ۳۲۰ھ) ج ۱ ص ۱۵، سبل الہدی والرشاد از محمد بن یوسف الشامی (م ۹۴۲ھ) ج ۱ ص ۲۵۴ میں ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان ابابكر خير من طلعت عليه الشمس وغربت۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (انبیا و رسولانِ عظام کے سوا) پوری دنیا کے لوگوں سے بہتر ابوبکر ہیں۔

(۲۰) المعجم الاوسط از امام طبرانی (م ۳۶۰ھ) ج ۶ ص ۲۹۲ اور تاریخ الخلفاء از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) ج ۱ ص ۴۰ میں ہے:

اہل بیت کے فرامین

(۱) صحیح بخاری ج ۱، ص ۵۱۸ کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر میں ہے کہ مولا علی کے صاحب زادے حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں:

قلت لابی: ائمی الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: ابوبکر۔

ترجمہ: میں نے والد گرامی حضرت مولائے کائنات سے پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر۔

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۱۱، باب فضل عمر میں ہے کہ مولائے کائنات نے فرمایا:

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں۔

(۳) فضائل الصحابة للإمام احمد بن حنبل ج ۱ میں ہے:

حدیث: حدثنا عن عبد خیر عن علی: خیر هذه الامة بعد نبیہا ابوبکر وعمر۔

ترجمہ: عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر و عمر ہیں۔

(۴) الحجة فی بیان المحجة للإمام ابی القاسم (م ۵۳۵) ج ۲ ص

عن أسعد بن زرارة قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب الناس، فالتفت التفاتة، فلم يرَ أبابكر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ابوبكر، ابوبكر، ان روح القدس جبريل اخبرني أنفا: "ان خير امتك بعدك ابوبكر الصديق"۔

ترجمہ: اسعد بن زرارة کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دران خطاب لوگوں پر نگاہ ڈالی تو وہاں حضرت ابوبکر کو موجود نہ پا کر فرمایا: ابوبکر کہاں ہیں؟ ابوبکر کہاں ہیں؟ ابھی ابھی حضرت جبریل امین نے آ کر مجھے خبر دی کہ ”آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں“۔

تو اتر معنوی کی حد کو پہنچی ہوئی ان احادیث اور صحابہ کبار کے ارشادات کے بعد مزید ورق الیٹے اور اہل بیت عظام کے بھی متواتر فرامین میں فضیلت صدیقی کا نظارہ کیجیے!



۳۴۵ مطبوعہ دار الرآیہ، ریاض میں ہے:

عن علقمة قال: بلغ عليا ان اقواما يفضلونه على ابي بكر وعمر فصعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال: يا ايها الناس! انه بلغني ان قوماً يفضلوني على ابي بكر وعمر، ولو كنت تقدمت فيه لعاقبت فيه، فمن سمعته بعد هذا اليوم يقول هذا، فهو مفتر، عليه حد المفترى. ثم قال: ان خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر ثم عمر الخ.

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مولاعلیٰ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ انہیں ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ کی حمد و ثنائیاں کی، پھر فرمایا: اے لوگو! معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ مجھ کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگر میں نے پہلے سے اس بارے میں بتا دیا ہوتا تو ایسا کہنے والوں کو ضرور سزا دیتا۔ مگر آج کے بعد جسے ایسا کہتا سنوں گا، وہ مفتری ہے اور اس پر مفتری کی سزا (اُسی کوڑے) لازم ہوگی۔ پھر فرمایا: یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم۔

(۵) فضائل الصحابة للإمام احمد بن حنبل ج ۱، ص ۸۳ حدیث ۴۹، میں ہے:

عن الحكم بن حجل قال: سمعت علياً يقول: لا يفضلني احد على ابي بكر وعمر والا جلدته حد المفترى.

ترجمہ: حکم بن حجل کہتے ہیں کہ میں نے مولاعلیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کوئی مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت نہ دے، ورنہ میں اسے وہی سزا دوں گا جو مفتری کی سزا (اُسی کوڑے) ہے۔

(۶) الاعتقاد للبيهقي ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ بیروت میں ہے:

عن الحكم بن حجل قال: خطبنا على بالبصرة فقال: لا لا يفضلني احد على ابي بكر وعمر، لا اوتي باحد فضلي عليهما الا جلدته حد المفترى.

ترجمہ: حکم بن حجل کہتے ہیں کہ مولاعلیٰ نے بصرہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: سن لو! کوئی مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت نہ دے۔ جو مجھے ان حضرات پر فضیلت دیتا ہوا ملے گا، میں اسے وہی سزا دوں گا جو مفتری کی سزا (اُسی کوڑے) ہے۔

(۷) تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر ج ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ بیروت میں ہے:

قال علي: لا اجد احدا يفضلني على ابي بكر وعمر الا جلدته حد المفترى. ترجمہ: حضرت مولاعلیٰ نے فرمایا: میں جس کو بھی پاؤں گا کہ وہ مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دے رہا ہے تو اسے وہی سزا دوں گا جو مفتری کی سزا (اُسی کوڑے) ہے۔

(۸) الصواعق المحرقة، ج ۱ ص ۱۸۷ مطبوعہ لبنان میں دارقطنی کے حوالہ سے ہے:

ان ابا حنيفة كان يرى ان علياً افضل الامة فسمع اقواماً يخالفونه فحزن حزناً شديداً، فقال له علي بعد ان اخذ بيده وادخله بيته: ما احزنك يا ابا حنيفة؟ فذكر له الخبر، فقال: الا اخبرك بخير هذه الامة: خيرها ابو بكر ثم عمر. قال ابو حنيفة: فاعطيت الله عهداً ان لا اكرم هذا الحديث بعد ان شافهني على ما بقيت.

ترجمہ: امام ذہبی نے فرمایا ہے: یہ بات آپ سے آپ کے دور خلافت و حکومت میں بھی تو اتر کے ساتھ بیان ہوتی رہی۔ اسی طرح آپ کے محبین کے جم غفیر کے درمیان بھی بیان ہوتی رہی۔ پھر امام ذہبی نے اس کی تصحیح سندوں کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کر کے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ اسی سے زائد لوگوں نے حضرت علی سے یہ روایت کی ہے، جن میں سے ایک جماعت کو آپ نے شمار بھی کیا ہے۔

اس روایت کو بخاری شریف میں مذکور اس روایت سے بھی تقویت ملتی ہے، جس میں حضرت مولا علی سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر، پھر ایک اور آدمی کا نام آپ نے لیا تو آپ کے شہزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کی کہ ان کے بعد آپ۔ تو جواب میں ارشاد فرمایا: میں تو ایک عام مسلمان ہوں۔ امام ذہبی نے دوسری کئی سندوں سے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جن میں سے بعض میں ہے کہ مولا علی نے فرمایا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرات شیخین سے افضل بتاتے ہیں، لوگو! اچھی طرح سن لو! جو مجھے ان دو بزرگوں سے افضل کہتا ہو وہ مفتری ہے اور میں اسے مفتری کی سزا (اسی کوڑے کی مار) دوں گا۔ سن لو! اگر میں اس تعلق سے پہلے بیان کر دیا ہوتا تو آج سزا دیتا، مگر میں واضح کر دینے سے پہلے سزا دینا پسند نہیں کرتا۔ دارقطنی نے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس کو بھی میں پاؤں گا کہ وہ مجھے حضرات شیخین سے افضل کہتا ہے اس پر مفتری کی حد (اسی کوڑے) لگاؤں گا۔

(۱۰) صواعق محرقہ ج ۱ ص ۱۵۸ میں ابن عساکر کے حوالہ سے ہے:

ترجمہ: صحابی رسول حضرت ابو جحیفہ کے خیال میں مولا علی رضی اللہ عنہ افضل امت تھے۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو اس کے برخلاف کہتے ہوئے سنا تو بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ حضرت مولا علی ان کو رنجیدہ دیکھ کر ہاتھ پکڑ کر کاشائے مبارک میں لے گئے اور رنجیدگی کا سبب پوچھا۔ انہوں نے وجہ بتائی تو آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ امت میں سب سے افضل کون ہیں؟ سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر۔ حضرت ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ جب مولا علی نے خود مجھ سے بالمشافہ یہ فرمایا، تو میں زندگی میں کبھی بھی آپ کے اس ارشاد کو نہیں چھپاؤں گا۔

(۹) اسی کے ص ۱۸۵ میں ہے:

قال الذہبی: وقد تواتر ذالك انه في خلافته وكرسى مملكته وبين
الجم الغفير من شيعته ثم بسط الاسانيد الصحيحة في ذالك قال
ويقال رواه عن علي بنيف وثمانون نفسا وعدد منهم جماعة... يعضد
ذالك: ما في البخاري عنه انه قال: خير الناس بعد النبي صلى الله عليه
وسلم ابو بكر ثم عمر رضي الله عنهما ثم رجل آخر. فقال ابنه محمد
ابن الحنفية ثم انت فقال انما انا رجل من المسلمين وصح الذہبی
وغیره طرقا اخری عن علی بذالك وفي بعضها: الا وانه بلغني ان رجلا
يفضلوني عليهما فمن وجدته فضلني عليهما فهو مفتر، عليه ما على
المفتری. الا ولو كنت تقدمت في ذالك لعاقبت، الا واني اكره العقوبة
قبل التقدم. واخرج دارقطنی عنه: لا اجدا حدا فضلني علی ابی ابكر
وعمر الا جلدته حد المفتری.

ضبیعاہ۔

ترجمہ: ایک شخص نے امام حسین کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ کی بارگاہ میں ابوبکر و عمر کا مرتبہ کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو مرتبہ ان کا اب ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں وہ آرام کر رہے ہیں۔

(۱۳) صواعق محرقة ج ۱ ص ۱۵۵ میں دارقطنی کے حوالہ سے ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے:

اجمع بنو فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن ما یقول من القول۔

ترجمہ: اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شیخین کے بارے میں سب سے اچھی بات (کہ آپ دونوں پوری امت میں سب سے بہتر ہیں) کہنے پر اجماع کر لیا۔ (۱۴) پھر اسی کے ص ۱۶۲ میں ہے:

عن جندب الاسدی ان محمد بن عبد اللہ بن الحسن اتاہ قوم من اهل الکوفة والجزیرة فسألوه عن ابی بکر وعمر فالتفت الی فقال: انظروا الی اهل بلادک یسئلونی عن ابی بکر وعمر لهما عندی افضل من علی۔

ترجمہ: جندب اسدی سے روایت ہے کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت حسن مثنیٰ کے صاحبزادے، امام محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے کچھ لوگ آئے اور صدیق اکبر و فاروق اعظم کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اپنے شہر والوں کو دیکھو! مجھ سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے بارے میں سوال کرتے ہیں، وہ دونوں تو

عن سالم بن ابی الجعد قلت لمحمد بن الحنفیة: قلت: فبم ابوبکر وسبق حتی لایذکرا احد غیر ابوبکر؟ قال: لانه کان افضلهم اسلاما ما حین اسلم حتی لحق بربه۔

ترجمہ: سالم بن ابی جعد کہتے ہیں کہ میں نے مولیٰ علی کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ سے عرض کی: کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور سبقت لے گئے کہ لوگ ان کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ ہی نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ جب وہ اسلام لائے تو از روئے اسلام وہ سب سے افضل تھے اور اسی حال میں اپنے رب سے جا ملے۔

(۱۱) پھر اسی کے ص ۷۹ میں ہے کہ حضرت زین العابدین بن امام حسین شہید نے کوفیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت من دون ابی بکر وعمر، ولم یستطیعوا ان یقولوا فیہما شیئا وانطلقتم انتم فظفرتم ای وثبتتم فوق ذالک فبرئتم منہما، فمن بقی؟ فواللہ ما بقی احد الا برئتم منہ۔

ترجمہ: خوارج گذر گئے جنہوں نے عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے تبری کی جو ابوبکر و عمر سے کم درجہ تھے، مگر ابوبکر و عمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہیں پائی۔ کوفیو! تم ان سے اوپر چلے گئے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تبری کر ڈالے۔ تو اب کون بچا؟ خدا کی قسم کوئی نہ بچا جس پر تم نے تبرأت کیا۔

(۱۲) مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۶۲ حدیث ۱۶۷۰۹ میں ہے:

جاء رجل الی علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال: ما کان منزلة ابی بکر وعمر من النبی ﷺ؟ فقال: منزلتهما الساعة وهما

میرے نزدیک بلاشبہ مولا علی سے افضل ہیں۔

(۱۵) تفسیر الامام الشافعی میں مناقب الشافعی للبیہقی ج ۱، ص ۱۳۳ اور مناقب الشافعی لابن الکثیر کے حوالے سے ہے:

يقول محمد بن عبد الله بن عبد الحكم سمعت محمد بن ادريس الشافعي يقول: افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علي رضي الله عنهم۔

ترجمہ: محمد بن عبد اللہ بن حکم فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ (۱۶) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ”غنیۃ الطالبین“ ج ۱، ص: ۱۵۷،

۱۵۸، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان میں ہے:

ويعتقد اهل السنة ان امة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم خير الامم اجمعين۔

وافضلهم اهل القرن الذين شاهدوه وامنوا به وصدقوه وبايعوه وتابعوه وقاتلوا بين يديه ومدوا بانفسهم واموالهم وعزروه ونصروه۔

وافضل اهل القرن اهل الحديبية الذين بايعوه بيعة الرضوان وهم الف واربع مائة رجل۔ وافضلهم اهل بدر وهم ثلاث مائة وثلاثة عشر رجلا عدد اصحاب طالوت۔ وافضلهم الاربعون اهل دار الخيصران الذين كملوا بعمر بن الخطاب۔

وافضلهم العشرة الذين شهد لهم النبي صلى الله عليه وسلم

بالجنة وهم: ابو بكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وعبد الرحمن بن عوف وسعد وسعيد وابو عبيدة بن الجراح۔ وأفضل هؤلاء العشرة الابرار الخلفاء الراشدون الاربعة الاخيار۔ وافضل الاربعة ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله تعالى عنهم۔

ترجمہ: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام امتوں میں سب سے بہتر امت ہے اور اس پوری امت میں سب سے افضل وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان پر ایمان لائے، ان کی تصدیق کی، ان سے بیعت کی، ان کی پیروی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفار سے جنگ کی، جان و مال سے آپ کی امداد اور نصرت و حمایت کی۔

پھر ان لوگوں میں سب سے افضل اہل حدیبیہ میں وہ ایک ہزار چار سو نفوس عالیہ ہیں جن کو بیعت رضوان کا شرف ملا۔ پھر ان لوگوں میں سب سے افضل بدری صحابہ ہیں جن کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تین سو تیرہ تھی۔ پھر ان لوگوں میں سب سے افضل اہل خیصران ہیں جن کی تعداد حضرت عمر فاروق کی شمولیت سے چالیس مکمل ہو جاتی ہے۔ پھر ان میں سب سے افضل صحابہ عشرہ مبشرہ ہیں۔

پھر ان دسوں میں سب سے افضل چار خلفائے راشدین ہیں۔ پھر ان میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۱۷) حضرت داتا گنج بخش سید علی حسنی ہجویری، لاہوری، جن کے مزار اقدس پر خواجہ غریب نواز سید معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ جیسی عظیم ہستی نے

چلہ کیا اور کہا:

گنج بخش فیض عالم، مظہر نورِ خدا ملاں را پیر کامل، کالماں را رہنما۔

وہ اپنی لطیف و مشہور عالم کتاب ”کشف المحجوب“ ص ۴۳ میں فرماتے ہیں: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم جمیع خلائق است از پس انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ وروا نباشد کہ کسے قدم اندر پیش وے نہد۔

ترجمہ: صدیق اکبر انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بعد تمام خلائق سے مقدم ہیں۔ کسی کے لیے بھی ان سے آگے بڑھ جانے کی گنجائش نہیں۔

(۱۸) اسی میں ہے:

امام دین ہمہ مسلمانے وی است عام وامام اہل ایں طریقت وی است خاص۔ رضی اللہ عنہ

ترجمہ: تمام مسلمانوں کے عام طور پر اور اہل طریقت کے خاص طور پر دینی امام وہی ہیں۔ رضی اللہ عنہ

(۱۹) محبوب الہی کے خلیفہ سید محمد بن مبارک کرمانی امیر خور دُسر الاولیا“ کے دیباچہ ص ۵ میں لکھتے ہیں:

امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بعد از حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاضل ترین ہمہ امت بود و خلیفہ رسول رب العالمین و سید اہل تجرید و بادشاہ ارباب تفرید بود۔

ترجمہ: امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت سے افضل، رسول رب العالمین کے خلیفہ، اہل تجرید کے سردار اور ارباب تفرید کے بادشاہ ہیں۔

(۲۰) حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی (پ ۹۱۵ھ) کی کتاب ”سبع

سنابل“ ص ۱۰، مطبوعہ لاہور میں ہے:

فضل ختین از فضل شیخین کم ترست بے نقصان و بے قصور و محبت شیخین با محبت ختین برابرست بے تفاوت و فتور۔

ترجمہ: حضرت عثمان اور مولا علی کی فضیلت کسی نقصان و قصور کے بغیر حضرت ابوبکر و عمر کی فضیلت سے کم اور حضرت ابوبکر و عمر کی محبت کسی تفاوت و فتور کے بغیر حضرت عثمان و علی کی محبت کی برابر ہے۔

(۲۱) حضرت ابوالفیض سید مرتضیٰ حسین زبیدی حسینی مصری (۱۱۲۵ھ-۱۲۰۵ھ) ”اتحاف السادة المتقين“ ج ۲، ص ۲۷۷ میں فرماتے ہیں:

ان فضل الصحابة رضی اللہ عنہم علی حسب ترتیبہم فی الخلافة، فأفضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی؛ اذ المسلمون كانوا لا يقدمون أحدا فی الامامة تشيها منهم، وانما يقدمونه لا اعتقادهم بأنه اصلح وافضل من غيره؛ اذ حقيقة الفضل ما هو فضل عند الله عز وجل، وذلك لا يطلع عليه الا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم باطلاع الله سبحانه اياه۔ وقد ورد عنه فی الثناء علی جمیعہم اخبار صحيحة يحتج بها، وانما يفهم حقيقة تفضيله عليه لبعضهم علی بعض المشاهدون زمان الوحي والتنزيل واحوال النبي صلی اللہ علیہ وسلم معهم واحوالهم معه بظهور القرائن الاحوال الدالة علی التفضيل وظهور دقائق التفضيل لهم، دون من لم يشهد ذلك۔ ولكن قد ثبت ذلك التفضيل لنا صريحا من بعض

اب ایک بار مزید ورق الیٹے اور اجل ائمہ، علما اور اکابر صوفیاء کے اقوال کی بھی سیر دیکھیے!

الاخبار ودلالة من بعضها الخ۔

ترجمہ : صحابہ کرام کی فضیلت اسی ترتیب کے مطابق ہے جس ترتیب پر خلافت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم؛ کیوں کہ صحابہ کسی کو امامت کے لیے اپنی خواہش کے مطابق آگے نہیں بڑھاتے تھے، حضرت ابو بکر کو اس لیے آگے بڑھاتے تھے کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ ہی دوسروں سے افضل ہیں؛ اس لیے کہ حقیقی فضیلت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی اس پر مطلع نہیں ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ آپ کو بذریعہ وحی اس کا علم تھا، اور آپ سے تمام صحابہ کی شان میں صحیح مستدل بہ حدیثیں وارد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کو بعض سے افضل قرار دینے کی حقیقت کو وہی حضرات سمجھتے تھے جنہوں نے وحی اترنے اور قرآن نازل ہونے کے زمانے کا، اسی طرح صحابہ کے ساتھ نبی کے احوال اور نبی کے ساتھ صحابہ کے احوال کا مشاہدہ، تفضیل پر دلالت کرنے والے ظاہری قرائن و دقائق کے ساتھ کیا تھا۔ نہ کہ وہ وہ لوگ جن کو مشاہدہ نہیں ہوا۔ اور ہمارے حق میں یہ تفضیل بعض احادیث سے صراحتاً اور بعض سے دلالتاً ثابت ہے۔

فقیر رضوی عرض گزار ہے کہ ممکن ہے، ان روایتوں میں بعض راوی متکلم فیہ بھی ہوں، مگر یاد رہے کہ اس طرح کی روایتیں تو شیع مزید کے لیے ہیں، استدلال کے لیے نہیں۔ اور تو شیع و تائید کے باب میں اس طرح کی روایتیں مقبول ہیں۔ ہاں! مقام استدلال میں اس طرح کی روایتیں کارآمد نہیں ہوتی ہیں جیسا کہ فائدہ نمبر ۵ میں بیان ہوا ہے۔

فقد حكى ابو عبد الله المازري عن المدونة ان مالكا رحمه الله
سئل اي الناس افضل بعد نبيهم فقال ابو بكر ثم عمر ثم قال : اوفي
ذلك شك؟ -

ترجمہ: امام مالک سے سوال ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد
سب سے افضل کون ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ابو بکر صدیق، ان کے بعد عمر
فاروق۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا اس بارے میں کوئی شک ہے؟ -

(۴) عقائد نسفية لنجم الدين ابو عمر النسفي (م ۷۳۵ھ)
ص ۱۴: میں ہے:

افضل البشر بعد نبينا ابو بكر الصديق ثم عمر الفاروق الخ۔
ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اور دوسرے انبیاء) کے بعد افضل بشر
حضرت ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق ہیں:

(۵) لبعة الاعتقاد لموفق الدين ابن قدامة حنبلي (م ۶۲۰ھ) ج ۱ ص
۳۵ میں ہے:

افضل امته ابو بكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذو
النورين ثم علي المرتضى رضي الله عنهم اجمعين؛ لها روى عبد الله بن
عمر رضي الله عنهما قال: كنا نقول والنبي صلى الله عليه وسلم حي:
افضل هذه الامة بعد نبيها ابو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علي، فيبلغ
ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فلا ينكره۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل شخص حضرت
ابو بکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم

اجل ائمہ، علما اور اکابر صوفیاء کے اقوال

(۱) بحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۸۸، ناشر: زکریا بکڈپو، دیوبند میں ہے:
روی ان ابا حنيفة سئل عن مذهب أهل السنة والجماعة فقال:
هو أن تفضل الشيخين وتحب الختئين۔

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ سے اہل سنت و جماعت کے تعلق سے سوال ہوا تو
آپ نے ارشاد فرمایا: اہل سنت کی پہچان حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو
افضل سمجھنا، حضرت عثمان غنی اور علی مرتضیٰ سے محبت کرنا ہے۔

(۲) تفسیر الامام الشافعی میں مناقب الشافعی للبیہقی ج ۱، ص
۴۳۲ اور مناقب الشافعی لابن الکثیر کے حوالے سے ہے:

ويقول محمد بن عبد الله بن عبد الحكم سمعت محمد بن ادريس
الشافعي يقول: افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو
بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم۔

ترجمہ: محمد بن عبد اللہ بن حکم فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو یہ
فرماتے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے
افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

(۳) الصواعق المحرقة للعلامة ابن حجر العسقلاني (م ۸۵۲ھ)
ص ۸۶: میں ہے:

افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ تمام صحابہ کے بارے میں حسن ظن رکھنا اور ان کی تعریف و توصیف کرنا چاہئے جیسے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔

(۸) الاساء لیب البديعة في فضل الصحابة للعلامة يوسف بن اسماعيل النجفاني (م ۱۳۵۰ھ) ج ۱ ص ۱۵، ۱۶ میں ہے:

ونثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم اولاً لابي بكر الصديق رضي الله عنه تفضيلاً له وتقديماً على جميع الامة، ثم لعمر الخطاب رضي الله عنه، ثم لعثمان بن عفان رضي الله عنه، ثم لعلي بن ابي طالب رضي الله عنه، وهم الخلفاء الراشدون والائمة المهديون۔

ترجمہ: ہم رسول اکرم ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو ثابت مانتے ہیں؛ اس لیے کہ آپ تمام صحابہ سے افضل و مقدم ہیں پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت علی مرتضیٰ کے لیے ثابت مانتے ہیں اور یہ حضرات خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین کہلاتے ہیں۔

(۹) اسی کے ص ۱۹ میں ہے:

فاما الخلفاء الراشدون فهم افضل من غيرهم، وترتيبهم في الفضل عند اهل السنة كترتيبهم في الامامة، اي الخلافة، وهذا المكان ان قولنا: فلان افضل من فلان۔ معناه: ان محله عند الله تعالى في الدار الآخرة ارفع، وهذا غيب لا يطلع عليه الا الله ورسوله ان اطلعه عليه، ولا يمكن ان ندعي نصوصاً قاطعة من صاحب الشرع متواترة مقتضية

اجمعين۔ اس لیے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں ہم لوگ کہا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے افضل شخص ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے مگر اس طرح کہنے سے منع نہیں فرماتے۔

(۶) اسی کے حاشیہ میں ہے:

رواہ ابو داؤد في سننه: عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي: افضل امة النبي صلى الله عليه وسلم بعده ابو بكر ثم عمر ثم عثمان رضي الله عنهم اجمعين۔ ورواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: ابو داؤد نے اپنی سنن میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل شخص ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۷) قواعد العقائد للامام الغزالي (م ۵۰۵ھ) ج ۱ ص ۷۰ میں ہے:

وان افضل الناس بعد النبي صلى الله عليه وسلم ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم وان يحسن الظن بجميع الصحابة ويثنى عليهم كما اثنى الله عز وجل ورسول الله صلى الله عليه وسلم وعليهم اجمعين۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (اس امت میں) سب سے

للفضيلة على هذا الترتيب، بل المنقول الشناء على جميعهم، و استنباط حكم الترجيحات في الفضل من دقائق ثنائيه عليهم رحي في عمایة واقتحام امر خطر اغنانا الله عنه. وتعرف الفضل عند الله بالاعمال مشکل ايضا وغايته رجم ظن. فكم من شخص محروم الظاهر وهو عند الله بمكان لسر في قلبه وخلق خفي في باطنه، وكم من مزین بالعبادات الظاهرة وهو في سخط الله لخبث مستكن في باطنه فلا مطلع على السرائر الا الله تعالى.

ترجمہ : خلفاء راشدین دوسروں سے افضل ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک ان کی فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت میں ہے؛ کیوں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں سے فلاں افضل ہے۔ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ بلند تر ہے۔ مگر یہ بات ہم سے مخفی ہے، جس کا علم اللہ رب العزت اور اس کے بتانے سے اس کے رسول کے پاس ہے۔ اور یہ دعویٰ کرنا ممکن نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے ایسی قطعی نصوص جو متواتر ہوں منقول ہیں جن سے یہی ترتیب فضیلت ثابت ہوتی ہو، ہاں! احادیث میں ان کی مدح و ثنا منقول ہے۔ کسی صحابی کی شان میں بڑی بڑی فضیلت وارد ہونے کی بنا پر حکم ترجیح کا استنباط کرنا اندھیرے میں تیر چلانے کے مرادف ہے اور سنگین امر کا ارتکاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ نیز اعمال ظاہرہ سے یہ پتہ لگانا کہ اللہ کے نزدیک اس کا فضل و مرتبہ کیا ہے؟ دشوار اور خیال خام ہی ہے؛ کیوں کہ بہت ایسے لوگ ہیں جن کے کوئی ظاہری اعمال نہیں ہیں مگر خلوص قلب اور پنہاں اخلاق کی وجہ سے بارگاہ رب العزت میں بہت

اونچے مقام پر ہوتے ہیں۔ اور کتنے ہی ایسے ظاہری اعمال والے ہیں جو خبث باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہذا ان باتوں کا علم صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پاس ہے۔

(۱۰) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی ج ۴: ص ۹۲: میں ہے:

قال (فرات بن السائب) : سألت ميمون بن مهران، قلت : علي افضل عندك ام ابو بكر وعمر؟ قال : فارتعد حتى سقطت عصاه من يده، ثم قال : ما كنت اظن أن أبقى الى زمان يعدل بهما، ذرهما، كانا رأسى الاسلام ورأسى الجماعة.

ترجمہ : فرات بن سائب نے کہا کہ میں نے حضرت ميمون بن مهران تابعی (م ۱۱۶ھ) سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما؟ فرات بن سائب کہتے ہیں : حضرت ميمون یہ سن کر اس طرح کانپ اٹھے کہ ان کے ہاتھ سے عصا گر گیا اور انہوں نے فرمایا : میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس وقت تک زندہ رہوں گا جب حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا تقابل کسی سے کیا جانے لگے گا۔ ان دونوں کے بارے میں کیا پوچھتے ہو؟ یہ دونوں تو اسلام کی بنیاد اور جماعت اہل سنت کے سردار ہیں۔

(۱۱) سلسلہ سہروردیہ کے اصل بانی حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی اپنی مشہور کتاب ”آداب المریدین“ میں لکھتے ہیں:

افضل البشر بعدہ ابو بکر۔ [انبیاء کرام کے بعد سارے انسانوں سے افضل ابو بکر صدیق ہیں]۔

(۱۲) امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶) معالم اصول الدین ج ۱ ص

ڈال دی گئی ہے اور وہ قیمتی شے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال ہے۔

(۱۴) خالد بن عبد اللہ اپنی شرح لمعة الاعتقاد ج ۱۴ ص ۵ میں لکھتے ہیں:

فابوبکر رضی اللہ عنہ افضل الامة بعد نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم، بل هو افضل الناس بعد الانبیاء۔

ترجمہ: ابوبکر صدیق انبیاء کرام کے بعد سارے انسانوں سے افضل ہیں۔

(۱۵) یوسف بن محمد علی غفیس اپنی شرح لمعة الاعتقاد ج ۱۴ ص ۴ میں لکھتے ہیں:

لا شک فیہ: ان ابابکر افضل بنی آدم بعد الانبیاء والمرسلین۔

ترجمہ: بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء و مرسلین کے بعد سارے انسانوں سے افضل ہیں۔

صاحب زبدۃ التحقیق نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل پیش فرمائے ہیں، ان دلائل کے بطن سے جو اعتراضات پیدا ہوتے ہیں، اب ذیل میں وہ اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمانے کے لیے ایک بار اور ورق گردانی کیجیے!

۱۰۷ میں فرماتے ہیں:

فهذا يدل على ان ابابكر رضى الله عنه افضل من كل من ليس بنبي وانه دون من كان نبيا۔

ترجمہ: یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے تمام لوگوں سے افضل ہیں جو نبی نہیں نیز یہ کہ ان کا مرتبہ نبیوں کے بعد ہے۔

(۱۳) مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین احمد کجلی منیری "شرح آداب المریدین" ص ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

بہترین آدمیاں بعد پیغمبر علیہ السلام ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ؛ زیرا کہ پیغمبر ما علیہ التسلیم فرمودہ است: ما طلعت ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی ذی الصبحۃ بخیر من ابی بکر۔ بر نیاید آفتاب و فروز و زود بعد از پیغمبر علیہم السلام بر ہیچ ذاتے بہتر از ابی بکر۔ و در خبر دیگر آمدہ است: لہم یفضلکم ابو بکر بکثرة صیام ولا صلاة و انما فضلکم بشیء و قر فی صدرہ۔ فاضل نہ شدہ است بر شما ابو بکر بہ بسیارے صیام و نہ بہ بسیارے نماز، و بدستی و راستی کہ فاضل شدہ است بچیزے کہ زرک گشتہ است در سینہ او، و آل تعظیم خداوند تعالیٰ است۔

ترجمہ: انبیاء کرام کے بعد سارے انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں؛ کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انبیاء و مرسلین کے بعد سورج کسی ایسے شخص پر طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابوبکر صدیق سے بہتر ہو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: ابوبکر کثرت صوم و صلات کی وجہ سے تم سے افضل نہیں ہوئے، وہ تو افضل اس قیمتی چیز کی وجہ سے ہوئے جو ان کے سینے میں

الصحابۃ بعد رسول اللہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔
ترجمہ: مسلمانوں نے اس میں اختلاف کیا کہ انبیاء علیہم السلام
کے بعد کون افضل ہے؟ سو، بعض اہل سنت، بعض معتزلہ،
بعض مرجئہ اور سارے شیعہ کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اس امت میں سب
سے افضل ہیں اور ہم نے یہ قول صحابہ اور تابعین و فقہاء کی ایک
جماعت سے نصاً روایت کیا ہے۔ سارے خارجیوں، بعض اہل
سنت اور بعض معتزلہ اور بعض مرجئہ کا یہ مذہب ہے کہ حضرت
ابو بکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے (بعد) سارے صحابہ سے افضل ہیں۔

”الفصل فی الملل والاهواء والنحل“ ج ۴، ص ۱۱۱ میں ابن حزم
تحریر کرتے ہیں:

روينا نحو عشرين من الصحابة ان اكرم الناس على
رسول الله على بن ابي طالب والزبير بن العوام۔

ترجمہ: ہم نے تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور زبیر بن
العوام سب سے افضل ہیں۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۳)
جواب:

علامہ عبد البر نے بلحاظ لغت ”سلف“ کا لفظ عام معنی میں استعمال کیا ہے،
جو اہل سنت اور شیعہ دونوں کو شامل ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اہل سنت اور شیعوں

اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)

اگر فضیلت کا مسئلہ اجماعی ہوتا تو کیا اسلاف اس میں اختلاف کرتے؟
جب کہ علامہ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) الاستیعاب ج ۳ ص ۲۵ پر لکھتے
ہیں:

اختلف السلف في تفضيل علي و ابي بكر۔
ترجمہ: حضرت علی و ابو بکر کی تفضیل میں اسلاف کا اختلاف
ہے۔

ابن حزم الظاہری ”الفصل فی الملل والاهواء والنحل“ ج ۴ ص ۱۱۱
میں لکھتے ہیں:

اختلف المسلمون فيمن هو افضل الناس بعد
الانبياء عليهم السلام، فذهب بعض اهل السنة
وبعض المعتزلة وبعض المرجئة وجميع الشيعة الى ان
افضل الامة بعد رسول الله على بن ابي طالب وقد
روينا هذا القول نصاب عن بعض الصحابة وعن جماعة من
التابعين و الفقهاء و ذهبت الخوارج كلها وبعض اهل
السنة و بعض المعتزلة و بعض المرجئة الى ان افضل

و ابن عبد البر کہ از مشاہیر علمائے حدیث است در استیعاب ذکر می کند کہ سلف اختلاف کرده اند در تفضیل ابو بکر و علی۔۔۔۔۔ لیکن می گویند کہ ایں مقالہ از ابن عبد البر مقبول و معتبر نیست؛ زیرا کہ روایت شاذہ کہ مخالف قول جمہور افتد معتبر نہ باشد و جمہور ائمہ دین اجماع نقل می کنند۔ و بر تقدیر و تسلیم ایں روایت وے از اں جماعت صحابہ کہ تفضیل علی مرتضی نقل کرده و امثال آں روایات۔۔۔ ضرر بہ مقصود ندارند و منافی مدعائے مانیت۔ مدعائے ما ایں جا چنانچہ تحریر کرده اند اثبات فضیلت بوجہ خاص (یعنی افضلیت مطلقہ) است و آں بہ مفضولیت بوجہ دیگر منافات ندارد۔ و ایں فضائل کہ ذکر کرده شد راجع بکثرت ثواب و نفع اہل اسلام نیست بلکہ بہ مزید شرف نسب و کرامت جوہر ذات است۔

ترجمہ: ابن عبد البر جو ایک حدیث کے مشہور جان کار ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ”استیعاب“ میں بیان کیا ہے کہ ”سلف نے حضرت ابو بکر و علی کی افضلیت کے بارے اختلاف کیا ہے“، مگر محققین نے فرمایا ہے کہ ابن عبد البر کی یہ روایت مقبول و معتبر نہیں ہے؛ کیوں کہ جمہور کے بالمقابل شاذ روایتوں کا اعتبار نہیں ہوتا ہے اور جمہور ائمہ دین حضرت ابو بکر کی افضلیت پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ جب کہ جماعت صحابہ سے حضرت علی مرتضیٰ کی افضلیت پر ان کی نقل کردہ یہ روایت اور اس طرح

کے درمیان اختلاف ہے؛ کیوں کہ خود علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب ج ۳ ص ۹۷ میں حضرت مولائے کائنات کا ارشاد نقل فرمایا ہے:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد البفتری ترجمہ: مجھے کوئی ابو بکر و عمر پر فضیلت نہ دے، ورنہ میں اسے مفتری کی سزا (اُسی کوڑے کی مار) دوں گا۔

اسی وجہ سے علامہ ابن عبد البر نے الاستاذ کا رج ۵ ص ۱۱۰ پر اہل سنت کے ار باب فقہ و حدیث کا مسلک ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

جماعة اهل السنة وهم اهل الفقه والآثار علی تقدیم ابی بکر و عمر و تولى عثمان و علی و جماعة اصحاب النبى عليه السلام و ذکر محاسنهم و نشر فضائلهم و الاستغفار لهم۔

ترجمہ: جماعت اہل سنت کے ار باب فقہ و حدیث کا مسلک ابو بکر و عمر کی تقدیم اور عثمان و علی نیز اصحاب نبی کی جماعت سے محبت اور ان کے محاسن کا ذکر، فضائل کی تشہیر اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہے۔

اور اخیر میں فرمایا ہے:

وهذا هو الحق الذى لا يجوز عندنا خلافة. والحمد لله!

ترجمہ: الحمد لله! ہمارے نزدیک یہی مسلک حق ہے جس کے خلاف عقیدہ رکھنا درست نہیں۔

اور شیخ محقق عبد الحق نے تکمیل الایمان ص ۱۲۸، ۱۲۹ میں فرمایا ہے:

تعریضاً لا تصریحاً انہ کان من جملة من يعتقد ذالك ابو سعيد، وابوسعید مِّن روى عن على ان ابابكر خیر الامة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكيف يعتقد فی علی انہ خیر ابی بکر وقد روى عن علی ذالك. و اذا تقرر ان اهل السنة اجمعوا علی ذالك، علم ان ابن عمر لم یرد باحدیثه المتقدم ذكرها فی باب الثلاثة نفی افضلیة علی بعد عثمان ویدل علی ذالك انہ قد جاء فی بعض طرق حدیثه فقال رجل لابن عمر: یا ابا عبد الرحمن! فعلی؟ قال ابن عمر: علی من اهل البيت لا یقاس بهم علی مع رسول الله فی درجة الی الله عز وجل یقول "و الذین آمنوا و ابتعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم". فاطمة مع رسول الله صلى الله علیه وسلم فی درجة وعلی مع فاطمة علیهما السلام. اخرجه علی ابن نعیم البصری و هذا ادل دلیل علی انہ لم یرد بسکوته عن ذکر علی فی افضلیته وانما سکت عنه لما ابداه لبا سئل عنه کانه قال: افضل الناس من اصحابه لا من اهل بیته.

ترجمہ: فقہاء محدثین اہل سنت کے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی ہی سب سے افضل ہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف تو اس میں ہے کہ

کی دوسری روایتیں مقصود کے خلاف اور ہمارے مدعا کے منافی نہیں۔ ہمارا مدعا تو اس جگہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی افضلیت ایک خاص وجہ (افضلیت) سے ہے اور ان روایات میں مفضولیت دوسری وجہ سے ہے۔ لہذا ان میں منافات نہیں، کیوں کہ ان روایات میں جن فضائل کا تذکرہ ہے وہ کثرت ثواب اور نفع اہل اسلام سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ شرف نسب اور کرامت جو ہر ذات سے متعلق ہیں۔

بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو بزبان "زبدۃ التحقیق" الحجۃ علی الخلق ہیں، انہوں نے اپنے مجموعہ فتاویٰ ص ۶۹ میں الریاض النضرۃ کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی ہے:

وقد اجمع اهل السنة من السلف والخلف من اهل الفقه والاثران علیاً افضل الناس بعد عثمان و لهذا مالم یختلف فیہ و انما اختلفوا فی علی و عثمان، و اختلف ایضاً بعض السلف فی علی و ابی بکر ذکرہ ابو عمرو بن عبدالبر فی کتاب الصحابة۔ قال ابو القاسم عبد الرحمن بن الحباب السعدی فی کتابہ المسمی ب "الحجة لسلف هذه الامة فی تسمیتهم الصدیق بخلیفة رسول الله" صلى الله علیه وسلم۔ وهم فی ذالك ابو عمر و غلط غلطاً ظاهراً لمن تأمله یعنی ذکر الخلاف فی تفضیل علی علی ابی بکر، و ذالك انہ ذکر فی کتابہ

حضرت عثمان اور علی میں کون افضل ہیں؟ بعض سلف نے حضرت علی اور حضرت ابوبکر کے مابین بھی مسئلہ افضلیت میں اختلاف کیا ہے جس کو ابو عمرو بن عبد البر نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے۔ مگر ابوالقاسم عبد الرحمن ابن الخباب السعدي نے اپنی کتاب ”الحجة لسلف هذه الملة في تسميتهم الصديق بخليفة رسول الله“ میں فرمایا ہے: ابو عمرو کو وہم ہو گیا اور اس نے حضرت ابوبکر پر حضرت علی کی فضیلت کے بیان اختلاف پر غور کرنے والے کے نزدیک کھلی غلطی کی، اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اسے تعریض کے طور پر بیان کیا ہے، تصریح کے طور پر نہیں۔ وہ تو اس باب میں ابوسعید کے موافقین میں ہیں اور ابوسعید وہ ہیں جنہوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ”حضرت ابوبکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر امت ہیں“ جب خود انہوں نے ہی حضرت علی سے اس کی روایت کی ہے، تو وہ کیسے یہ اعتقاد رکھیں گے کہ حضرت علی حضرت ابوبکر سے افضل ہیں؟ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اہل سنت نے اس پر اجماع کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ابن عمر نے مذکورہ بالا وہ حدیثیں جن میں حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان کا ذکر ہے، ان حدیثوں کے ذریعے حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کی افضلیت کی نفی کی تردید نہیں کی ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے

بعض طرق میں ہے کہ ”اس پر کسی نے ابن عمر سے کہا: اے ابو عبد الرحمن! ان حضرات کے بعد حضرت علی افضل ہیں؟ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا: حضرت علی اہل بیت کے فرد ہیں ان کو دوسرے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ علی کا مقام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدا کے نزدیک یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے: ”اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی“ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلند درجہ میں ہیں اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے ساتھ ہیں۔ اس کی تخریج علی بن نعیم بصری نے کی ہے۔ یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ حضرت علی کی افضلیت سے سکوت فرما کر آپ نے حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کی افضلیت کی نفی نہیں کی ہے بلکہ پوچھے جانے سے آپ نے سمجھا کہ سائل میرے سکوت سے حضرت علی کی افضلیت کی نفی سمجھ رہا ہے تو فرمایا: میں حضرت عثمان کے بعد صحابہ کی افضلیت کی بات کر رہا ہوں اہل بیت سے افضلیت کی نہیں۔ اور اس عبارت کو نقل کرنے بعد فرمایا ہے:

وازیں عبارت صریح مستفاد می شود کہ کلام ابن عمر در مقام رد است بر کسے کہ از کلام او نفی تفضیل علی بعد از عثمان فہمیدہ بود۔ پس حاصل کلام ابن عمر آنست کہ در زمان آن حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم صحابہ این سہ کس را تفضیل بترتیب می دادند و آئندہ سکوت می کردند و در حقیقت بعد از عثمان علی افضل است از جمیع من عداہ؛ زیرا کہ او از اہل بیت است و اہل بیت را بصحابہ قیاس نتوان کرد در قدرے کہ بنص تفضیل غیر او بر او معلوم شد قائل باید شد و بردیگراں او را افضل باید دانست۔ و بسا مسائل کہ در زمان آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ از اں بحث نہ کردہ اند ایں مسئلہ ہم از اں قبیل است۔

ترجمہ : اس عبارت سے صریح طور پر مستفاد ہوتا ہے کہ ابن عمر کا کلام ایسے شخص کے رد میں ہے جو ان کے ارشاد سے یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ حضرت عثمان کے بعد بھی حضرت علی کی افضلیت کی نفی فرماتے ہیں۔ لہذا ابن عمر کے کہنے کا حاصل یہ ہوا کہ زمانہ رسالت ﷺ میں صحابہ، حضرات شیخین اور ذوالنورین کی افضلیت کو ترتیب وار بیان کرتے، اس کے بعد خاموش رہتے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی ہی دوسرے تمام حضرات سے افضل ہیں؛ کیوں کہ وہ اہل بیت کے فرد ہیں اور اہل بیت کو صحابہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ صرف انہیں حضرات کی افضلیت کا قائل رہنا چاہئے جن کی افضلیت پر نص موجود ہے۔ اور دوسروں سے حضرت علی کو افضل ماننا چاہئے۔ بہت سارے مسائل جن سے صحابہ نے زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بحث نہیں کی ہے، یہ مسئلہ بھی اسی قبیل

کا ہے۔

اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ ص ۱۸۱، ۱۸۲ میں فرمایا ہے:

قلت : ان ما حکاہ اولاً من السلف اختلفوا فی تفضیلہما فہو شیء غریب، انفراد بہ عن غیرہ ممن ہو اجل منہ حفظاً واطلاعا فلا یعول علیہ، فکیف والحاکم لاجماع الصحابة والتابعین علی تفضیل ابی وعمر وتقدیمہما علی سائر الصحابة جماعة من اکابر الأئمة منهم الشافعی رضی اللہ عنہ کما حکاہ عنہ البیہقی وغیرہ وان من اختلف منهم انما اختلف فی علی وعثمان۔

وعلى التنزل في انه حفظ مما لم يحفظ غيره، فيجاء عنه بان الأئمة انما عرضوا عن هذه المقالة لشذوذها ذهاباً الى ان شذوذ المخالف لا يقدر فيه اورأوا انها حادثة بعد انعقاد الاجماع، فكانت في حيز الطرح والرد على ان المفهوم من كلام ابن عبد البر ان الاجماع استقر على تفضيل الشيخين على الختئين۔

ترجمہ : ابن عبد البر سے منقول یہ بات کہ ”اسلاف نے ان دونوں کی افضلیت کے متعلق اختلاف کیا ہے“ عجیب و غریب ہے۔ وہ اس بیان و نقل میں ان لوگوں سے منفرد ہیں جو حفظ و اطلاع میں ان سے زیادہ قوی ہیں، لہذا اس بیان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بھلا یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے جب کہ

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

لو وزن ایمان ابی بکر یا ایمان امتی لرجح بہم۔
ترجمہ: میری امت اور ابوبکر کے ایمان کو تو لا جائے تو ابوبکر کا
ایمان رائج ہوگا۔

اگرچہ اس حدیث کے براہ راست مرفوع ہونے کے تعلق سے
بعض راوی کی بنا پر کچھ کلام کیا گیا ہے، مگر موقوف ہونے یعنی ارشاد عمر
فاروق ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اس کی سند بالاتفاق صحیح ہے۔ اور
غیر قیاسی بات میں حدیث موقوف بھی حکما مرفوع ہی ہوتی ہے۔

اور حضرت صدیق اکبر کے خلوص دل اور فضل رحمانی پر زبان رسالت کی
گواہی موجود ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر کلابازی بخاری حنفی (م ۳۸۰) نے
التعریف ج ۱ ص ۱۷۹، اور بحر الفوائد ج ۱ ص ۴۰ میں فرمایا ہے:

قد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ابی بکر رضی اللہ
عنه: انه لم یفضلکم بکثرة صلاة، ولا صیام، ولكن
بشئ وقرنی صدرہ۔

ترجمہ: نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے: ابوبکر نماز، روزے کی
وجہ سے سبقت نہیں لے گئے بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان
کے سینے میں ودیعت کر دی گئی ہے۔

امام غزالی قدس سرہ (م ۵۰۵) نے قواعد العقائد ج ۱ ص ۱۱۶ میں
یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر و عمر کی افضلیت اور ان کی تقدیم پر
صحابہ و تابعین کے اجماع کو نقل کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ
جماعت ہے جس میں امام شافعی جیسی عظیم ہستی شامل ہے، جیسا
کہ امام بیہقی وغیرہ نے ان کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اکابرین
میں سے جنہوں نے اختلاف کیا ہے، ان کا اختلاف تو حضرت
عثمان و علی کے تعلق سے ہے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی
ہے جس کو کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ
ان اکابرین ائمہ نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس
سے اعراض کیا ہے؛ کیوں کہ مخالف شذوذ پر جرح و قدرح نہیں
کی جاتی۔ یا اس خیال سے انہوں نے ترک فرما دیا کہ یہ انعقاد
اجماع کے بعد کی بات ہے جو مقبول نہیں۔ جیسا کہ ابن عبدالبر
کے کلام سے یہی مفہوم و متبادر ہے کہ ختنین پر شیخین کی افضلیت
کے متعلق اجماع ہو چکا ہے۔

رہیں ابن حزم کی نقل کردہ روایتیں! تو وہ روایت و درایت دونوں ہی اعتبار
سے مخدوش ہیں۔ پھر بھی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے تسلیم کی جائیں، تو سب
ظاہری اور جزئی افضلیت پر ہی محمول ہوں گی۔ جب کہ اہل سنت کا موقف حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تعلق سے افضلیت باطنیہ مطلقہ کا ہے۔ جس کے
نتیجہ میں حدیث کے مطابق پوری امت کے ایمان سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
عنہ کا ایمان رائج ہے۔

علامہ ابوالقاسم شہاب الدین دمشقی (م ۶۶۵ھ) نے خطبۃ الکتاب
المؤمل ج ۱ ص ۱۵۳ میں فرمایا ہے :

وما فضل ابوبکر رضی اللہ عنہ الناس الا بشئ وقرنی
صدرہ کما شہدہ سید البشر ۔

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے افضل ہوئے کہ ان
کے دل میں ایک خاص چیز ودیعت ہوئی ہے جیسا کہ صادق
ومصدق سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شہادت دی
ہے۔

علامہ ابراہیم بن عمر بقائی (م ۸۸۵ھ) نے نظم الدرر ج ۲۰
ص ۴۴۰ میں فرمایا ہے :

والخلق انما تفاضلوا بالمعرفة بالله، لا بالأعمال، انما سبق
ابوبکر رضی اللہ عنہ الناس بشئ وقر بصدرہ فان
بالمعرفة تزكو الأعمال وتصلح الاقوال۔

ترجمہ: مخلوق ایک دوسرے سے افضل معرفت باللہ کی وجہ
سے ہوتی ہے، اعمال کی وجہ سے نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے افضل ہوئے کہ ان کے دل
میں ایک خاص چیز بھردی گئی تھی، کیوں کہ معرفت ہی سے
اعمال مزگی اور اقوال صالح ہوتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے الحبائک فی اخبار البلائک ج ۱
ص ۲۳۰ میں فرمایا ہے :

ما فضلکم ابو بکر بکثرة صیام، ولا صلاة ولكن بسیر
وقرنی صدرہ۔

ترجمہ: ابوبکر تم سے نماز روزے کی کثرت کی بنا پر افضل نہیں
ہوئے بلکہ اس راز کی وجہ سے افضل ہوئے جو ان کے دل میں
بھردیا گیا ہے۔

امام ابو محمد عفیف الدین یافعی (م ۶۸۷ھ) نے مرآة الجنان ج ۱، ص
۶۰ میں فرمایا ہے :

ورد من قوله صلى الله عليه وآله وسلم : ما فضلکم
ابوبکر بکثرة صلاة، ولا صوم ولكن بشئ وقرنی صدرہ۔
ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ابوبکر تم لوگوں سے
نماز، روزے کی زیادتی کی بنا پر افضل نہیں ہوئے۔ بلکہ اس
وجہ سے ہوئے کہ ان کے سینے کے اندر ایک خاص
چیز ودیعت کر دی گئی ہے۔

امام شرف الدین حسین بن عبد اللہ الطیبی (م ۷۴۳ھ) نے فتوح
الغیب، ج ۵، ص ۱۶۵ میں لکھا ہے :

وفي الحديث : لم يفضلكم ابو بکر بکثرة صوم، ولا صلاة
ولكنه لشئ وقرنی القلب۔

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ ابوبکر تم لوگوں سے افضل کثرت صوم
وصلاة کی وجہ سے نہیں ہوا ہے، بلکہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ
اس کے دل میں ایک خاص چیز بھردی گئی ہے۔

صالح ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی افضلیت تو اس قیمتی چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینے میں ودیعت کر دی گئی ہے۔
امام عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) الیواقیت والجواهر ص ۴۳۷ میں فرماتے ہیں:

دلیل اہل السنة فی تفضیل ابی بکر علی علی رضی اللہ عنہما الحدیث الصحیح: ما فضلکم ابوبکر بکثرة صوم ولا صلاة ولكن بشئ وقر فی صدره، وهونص صریح فی انه افضلهم۔

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے: ابوبکر تم سے کثرت صوم و صلاة کی وجہ سے افضل نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے سینے میں ایک بڑی قیمتی شے ودیعت کر دی گئی ہے۔ یہ حدیث نص صریح ہے کہ وہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔

اس کے برخلاف جن احادیث میں بعض صحابہ کو افضل کہا گیا ہے، اور ان کی وجہ سے بعض اہل سنت کے اقوال میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے، ان میں سے کچھ احادیث تو ایسی ہیں کہ وہ اپنے رواۃ کی وجہ سے سرے سے ہی قابل احتجاج نہیں چہ جائے کہ اجماع، قرآن عظیم کی متبادر المعنی آیتوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں، صحابہ کبار کے ارشادات، اہل بیت کے متواتر فرامین اور اجل ائمہ و علما اور اکابر صوفیاء کے صریح اقوال کے بالمقابل دلیل بن سکیں۔

لم یجز التفضیل فی باب الطاعات، وان کثرت طاعات احدہم وقلت معارف الآخر واحوالہ قدم شرف العلم والاحوال علی شرف الاعمال والاقوال ولہذا جاء فی الحدیث: ما سبقکم ابوبکر بکثرة صوم ولا صلاة ولكن بامر وقر فی صدره۔

ترجمہ: عبادتوں کی وجہ سے کسی کو کسی سے افضل قرار دینا جائز نہیں، اور اگر ایک کی عبادتیں زیادہ اور دوسرے کے معارف و احوال کم ہوں تو علم و احوال کی شرافت کو اعمال و اقوال کی شرافت پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہوا ہے: ابوبکر کثرت صوم و صلاة کی وجہ سے تم پر سبقت نہیں لے گئے بلکہ ایک ایسی بات کی وجہ سے جو ان کے دل میں ودیعت رکھی گئی ہے۔

علامہ شمس الدین الشربینی شافعی (م ۹۷۷ھ) نے اپنی تفسیر السراج المنیر ج ۴ ص ۳۹۲ میں آیت کریمہ اما لکم ترجون للہ وقار اکی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

و (للہ) بیان للموقر ولوتاخر لکان صلة الوقار فان بالمعرفة تزکوا الاعمال وتصلح الاقوال، انما سبق ابوبکر رضی اللہ عنہ بشئ وقر فی صدره۔

ترجمہ: لفظ للہ موقر کا بیان ہے۔ اگر یہ لفظ موخر ہوتا تو لفظ وقار کا صلہ ہوتا؛ کیوں کہ معرفت ہی سے اعمال مزگی اور اقوال

الاحتجاج بروایتہ۔
ترجمہ: عبد اللہ بن داؤد واسطی حد درجہ منکر الحدیث ہیں، منکر احادیث کو مشہور محدثین کی طرف منسوب کر کے روایت کرتے ہیں، ان کی روایت سے استدلال جائز نہیں۔

امام ذہبی نے تاریخ الاسلام ج ۴ ص ۱۱۳۸ میں فرمایا ہے:

روی احادیث موضوعہ کا نہ آفتہا۔
[اس نے بہت سی گڑھی ہوئی حدیثیں روایت کی ہیں جو ان کے لیے آفت جاں ہیں]

امام ابن حجر کی تقریب التہذیب ص ۵۰۳ میں ہے:

ضعیف۔ [ابوداؤد واسطی ضعیف راوی ہے]
امام نسائی نے الضعفاء والمترکین ص ۲۱۸ میں فرمایا ہے:

ضعیف۔ [ابوداؤد واسطی ضعیف ہے]
ابوزرعرہ رازی نے سوالات البرذعی ص ۱۳۵ میں لکھا ہے:

ضعیف الحدیث۔ [ابوداؤد واسطی حدیث روایت کرنے میں ضعیف ہے]
امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعديل ج ۵ ص ۴۸ میں فرمایا ہے:

لیس بقوی، حدث بحدیث منکر وفي حدیثہ مناکیر۔
[یہ قوی نہیں ہے، منکر حدیث بیان کرتا ہے۔ اس کی روایت کردہ حدیثوں میں بہت سی حدیثیں منکر ہیں۔]

اسی وجہ سے خود امام ترمذی نے فرمایا ہے:

زبدۃ التحقیق میں پیش کردہ ایک ایک حدیث کو نقل کر کے، ان پر گفتگو کرنا تو اپنے اوقات کو ضائع کرنا اور قارئین کو خواہ مخواہ طوالت میں ڈالنا ہے، اس لیے نمونے کے طور پر صرف چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے!

پہلی مثال:

ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا:

یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقال ابوبکر: امان کنت ذاک فلقد سمعته یقول: ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر۔

ترجمہ: اے وہ شخص جو سب لوگوں سے بہتر ہے بعد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہو۔ (زبدۃ التحقیق ص ۱۰۷)

اس روایت میں ایک راوی عبد اللہ بن داؤد واسطی ہیں جن کے تعلق سے امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج ۵ ص ۸۲ میں فرمایا ہے:

فیہ نظر۔ [اس میں نظر ہے]

ابن حبان نے کتاب الجرح والمترکین ج ۱ ص ۵۲۸ میں فرمایا ہے:

منکر الحدیث جدا، یروی المناکیر عن المشاہیر، لایجوز

مگر ”زبدۃ التحقیق“ میں یہ روایت ان لفظوں سے نقل کی گئی ہے:

ارفع درجة في الجنة عمر۔ [جنت میں سب سے بلند مرتبہ

انسان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے]

یعنی راوی کے اپنے خیال کو حدیث کا لفظ قرار دے دیا گیا ہے۔ ساتھ

ہی یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا ہے۔

حالاں کہ اس روایت میں ایک راوی اسماعیل بن رافع بن عویم ہیں جن

کے تعلق سے امام نسائی نے ”الضعفاء والمترکین“ ص ۹۷ میں کہا ہے:

لیس بثقة، ضعیف، متروک الحدیث۔

[ثقة نہیں ہیں ضعیف و متروک الحدیث ہیں]

ابن حبان نے المحررین ج ۱ ص ۱۳۱ میں فرمایا ہے:

كان رجلا صالحا، الا انه يقلب الاخبار حتى صار الغالب

على حديثه المناكير التي يسبق الى القلب انه كان

كالمعتد لها۔

ترجمہ: تھے تونیک آدمی، مگر حدیثیں الٹ پلٹ دیتے

تھے۔ ان کی روایت کردہ بیش تر حدیثیں ایسی ہی منکرات ہیں

جو دلوں میں جلدی جاگزیں ہو جائیں، جس کی وجہ سے لوگ ان

پر اعتماد کر لیں۔

امام ذہبی نے الکاشف ج ۱ ص ۲۴۵ میں فرمایا ہے:

ضعیف واھن۔ [بہت زیادہ ضعیف تھے]

امام ابن امام ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب ص ۱۳۹ میں فرمایا ہے:

لهذا حديث غريب، لانعرفه الا من هذا الوجه وليس

اسنادا بذلك۔

یہ غریب حدیث ہے، اس حدیث کو ہم اور کسی روایت سے

نہیں پہچانتے ہیں، اس کی سند بھی قابل قبول نہیں ہے۔

دوسری مثال:

ابن ماجہ کی یہ روایت ہے جس کے الفاظ ہیں:

ارفع درجة في الجنة عمر۔ [جنت میں سب سے بلند مرتبہ

انسان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔] (زبدۃ التحقیق

ص ۱۲۰)

ابن ماجہ ص ۳۰۷ باب فتنۃ الدجال میں یہ حدیث تقریباً ڈیڑھ صفحے میں

بیان ہوئی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ دجال جب فتنہ مچاتا ہوا آگے بڑھتا جائے

گا تو ایسے میں اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک شخص کو بھیج دے گا جس سے وہ خبیث

پوچھے گا کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ وہ شخص کہے گا: میرا رب اللہ ہے اور تم اللہ

کے دشمن دجال ہو۔ دجال سے ایسا کہنے والا شخص جنت میں میری امت سے بلند تر

درجہ میں ہوگا۔ حدیث کے راوی حضرت سعید کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے کہ وہ شخص

حضرت عمر کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔

ابن ماجہ میں اس حدیث کے الفاظ ہیں: ذالك الرجل ارفع امتي درجة

في الجنة [وہ شخص جنت میں میری امت سے بلند درجہ میں ہوگا] حدیث کے راوی

حضرت سعید نے فرمایا کہ ”والله ما كنا نرى ذالك الرجل الا عمر بن الخطاب

[خدا کی قسم ہم تو سمجھتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب ہی ہوں گے]

ممكن نہیں ہوگی۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۶۴)

جب کہ یہی روایت تاریخ مدینہ دمشق ج ۲ ص ۱۷۳ میں ان الفاظ سے مروی ہے:

اخبرنا أبو القاسم بن السمرقندی، أنا أبو القاسم مسعدة،
أنا حمزة بن يوسف، أنا أبو أحمد بن عدي، أنا الحسن بن علي
الاهوازي، أنا معمر بن سهل، أنا أبو سمرة أحمد بن سالم،
ناشريك، عن الأعمش، عن عطية، عن أبي سعيد، عن
النبي صلى الله عليه وسلم قال: علي خير البرية.

اس لیے امام ذہبی نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۳۶ میں فرمایا ہے:

لهذا كذب وانما جاء عن الأعمش، عن عطية العوفي، عن
جابر قال: «كنانعد علياً من خيارنا» وهذا حق -
ترجمہ: «علی سب مخلوق سے افضل ہیں»
[علی سب مخلوق سے افضل ہیں]
کے الفاظ سے روایت جھوٹ ہے۔ سچی روایت یہ ہے جو
حضرت جابر سے مروی ہے کہ «کنانعد علیاً من خيارنا»
[ہم لوگ علی کو اپنے بہتر لوگوں میں شمار کرتے تھے] اور یہ بات
حق ہے۔

چوتھی مثال:

ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۳۶ میں مذکور اس روایت کی ہے جس میں ہے

کہ:

ضعيف الحفظ، من السابعة.

[ساتویں درجے کے راوی اور حافظہ کے کمزور تھے]

امام جمال الدین مزنی نے تہذیب الکمال ج ۱ ص ۸۵ میں فرمایا ہے:

قال - عن أحمد بن حنبل - عن يحيى بن معين: ضعيف

زاد حنبل: منكر الحديث.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے

کہ اسماعیل بن رافع ضعیف ہیں اور خود یہ فرمایا ہے کہ وہ منکر

الحديث ہیں۔

تیسری مثال:

درمنثور میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت

ہے جس میں ہے:

عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: علي خير

البرية.

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ علی

سب مخلوق سے (باستثناء انبیاء) افضل ہیں۔ اس جگہ جناب

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا۔

اس سے مراد ساری امت، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہاں سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک

حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس

میں سرکار کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل

عن انس: قال كان عند النبي صلى الله عليه وسلم طير فقال: اللهم ائتني بأحب خلقك اليك يأكل معي هذا الطير، فجاء على فأكل معه.

ترجمہ: حضرت انس کی روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک (بھنا ہوا) پرندہ تھا۔ آپ نے دعا مانگی کہ اے میرے اللہ! میرے پاس وہ بندہ لے آ، جو تیرے نزدیک تیری مخلوق میں سب سے پیارا ہو، جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ سو حضرت علی آگئے تو انھوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر اسے کھایا۔

حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۶ ص ۲۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

انه احب الخلق الى الله بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. رواه انس في حديث الطائر.

ترجمہ: جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (اور سارے انبیاء کے بعد) اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ (اس بات کو جناب انس رضی اللہ عنہ نے حدیث طائر میں روایت کیا ہے) (زبدہ ص ۱۱۳)

اس کی سند کے تعلق سے امام عبد الوہاب شعرانی البیواقیت والجواہر ص ۴۳ میں فرماتے ہیں:

هذا الحديث ذكره ابن الجوزي في الموضوعات، وافرده

الحافظ الذهبي جزأ و قال: ان طرقة كلها باطلة و اعترض الناس على الحاكم حيث ادخله في المستدرک . ترجمہ: اس حدیث کو ابن جوزی نے ”موضوعات“ میں شامل کیا ہے اور علامہ ذہبی نے اسی پر پورا ایک جز تیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں اور امام حاکم کے اسے مستدرک میں شامل کرنے پر محدثین نے اعتراض کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۳۹۳۸ میں لکھتے ہیں:

فنقول وبالله التوفيق: هذا الحديث لا يقاوم ما اوجب تقديم ابى بكر والقول بخيريته من الاخبار الصحاح منضبا اليها اجماع المسلمين لمكان سندة، فان فيه لاهل النقل مقالا .

ترجمہ: ہم توفیق الہی سے کہتے ہیں: یہ حدیث (حدیث طیر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور تقدیم کو ثابت کرنے والی صحیح حدیثوں اور ان حدیثوں سے متصل اجماع کی معارض نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اس حدیث کی سند میں ناقدین کو کلام ہے۔

پانچویں مثال:

تاریخ مدینہ دمشق ج ۲ ص ۳۷۰ میں مذکور درج ذیل روایت کی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: مرحبا

اور روایت میں الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔]

راویوں کے بارے میں ان تنقیدات کے باوجود بھی متنوں کو کسی درجہ میں قابل اعتبار مان لیا جائے تو بھی وہ مختلف معانی کے محتمل ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مذکورہ تفضیلات سے تفضیلات جزئیہ مراد ہیں۔ چنانچہ:

پہلی مثال میں پیش کردہ حدیث، جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہو“ کا تعلق افضلیت جزئی سے ہے جو افضلیت مطلقہ کی منافی نہیں۔

ترمذی ہی کے حاشیہ میں ہے:

قوله ”خير من عمر“ وهو اما محمول على ايام خلافته او مقيد ببعد ابى بكر او المراد في باب العدالة او في طريق السياسة او نحو ذلك. قاله على في البرقاة، و في اللبغات: وجوه الخيرية مختلفة متعددة فلا منافاة بين كون كل منهما خيرا مع كون ابى بكر افضل من جهة كثرة الثواب.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہتر ہونے کا تعلق ان کے عہد خلافت سے ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد (ان کی افضلیت) ہے۔ یا پھر یہ مراد ہے کہ آپ باب عدالت یا امور سیاست وغیرہ میں بہتر ہیں۔ اسی طرح حضرت ملا علی قاری نے اپنی کتاب مرقات میں فرمایا ہے۔ شیخ عبدالحق

بسید المسلمین و امام المتقین۔

[تمہارا آنا مبارک! اے سارے مسلمانوں کے سردار اور سارے

متقیوں کے امام]

یہاں سب اتقیا سے اتقی ہونا کسی حدیث یا کسی آیت سے استنباط نہیں کیا گیا بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر صراحت فرمائی کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب اتقیا کا سردار ہو کر اکرم الامۃ ہیں۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۶۳، ۲۶۴)

جب کہ اس روایت میں ایک راوی الحسن بن الحسین العرنی الکوفی ہیں جن کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲) لسان المیزان ج ۳ ص ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ ابو حاتم نے کہا ہے:

لم يكن يصدق عندهم، وكان من روءاء الشيعة۔
وہ محدثین کے نزدیک سچے نہیں تھے، ان کا شمار شیعوں کے سرغنوں میں تھا۔
ابن عدی نے کہا ہے:

لا يشبه حديثه حديث الثقات۔

[ان کی روایت کردہ حدیث ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث کی طرح نہیں]

ابن حبان نے کہا ہے:

يأتي عن الاثبات بالبلزقات ويروى بالمقلوبات۔

[وہ ثقہ لوگوں کے حوالے سے گڑھی ہوئی باتیں پیش کرتا ہے]

محدث دہلوی نے لمعات میں فرمایا ہے: افضلیت کے طریقے جداگانہ اور متعدد ہیں لہذا شیخین میں سے ہر ایک کے افضل ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے جب کہ کثرت ثواب کے لحاظ سے صدیق اکبر کا افضل ہونا مسلم ہے۔

دوسری مثال میں پیش کردہ حدیث، جس میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں سب سے بلند مرتبہ انسان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے، اس کے بارے میں (ابن ماجہ میں) حدیث دجال میں راوی کے الفاظ "ذلك الرجل ارفع امتی درجة في الجنة" کا مصداق حضرت عمر کو سمجھنے کے تعلق سے ابن ماجہ ہی کے حاشیہ پر ہے:

قوله: "الا عمر بن الخطاب" لشدة في الدين ونصرته
لامر اليقين. وقيل: ان الرجل هو الخضر عليه السلام.

ترجمہ: حدیث کے راوی نے اس (ذلك الرجل) کا مصداق حضرت عمر کو دین میں ان کی شدت اور امر یقین کی نصرت و حمایت کی بنا پر سمجھا جب کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

اسی معنی کی حدیث بخاری شریف، کتاب الفتن، باب: لا يدخل الدجال المدينة، اور مسلم شریف میں بھی ہے جن کے الفاظ ہیں:

فيخرج يومئذ رجل و هو خير الناس او من خيار الناس. ترجمہ: تو اس دن ایک آدمی برآمد ہوگا جو سب سے

بہتر یا سب بہتر لوگوں میں ہوگا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس کے تحت فرماتے ہیں:

قال ابو اسحاق: يقال: ان هذا الرجل هو الخضر.
[ابو اسحاق نے فرمایا ہے: کہا گیا ہے کہ بے شک وہ شخص خضر ہی ہیں]۔

شارح مسلم الثبوت حضرت بحر العلوم علامہ عبد العلی نے فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۶۱ میں جزم کے ساتھ فرمایا ہے:

ان هذا المومن الخضر، ولعله تشرف بالصحة.
ترجمہ: بے شک وہ مومن حضرت خضر علیہ السلام ہیں
اور شاید وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف بھی ہیں۔

اور راوی کے اپنے گمان و خیال کا واقع کے مطابق نہ ہونا تو دن کے اجالے سے زیادہ واضح ہے، کہ حضرت عمر کو وصال فرمائے ہوئے چودہ سو سال ہو چکے اور ہنوز دجال کے آنے کی اہم نشانیاں بھی کوسوں دور ہیں۔ ایسے میں اس سے حضرت عمر کی ملاقات اور گفتگو کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟
اسی لیے ملا علی قاری نے مرقاة المفاتیح ج ۱۱ ص ۲۰۱ میں فرمایا ہے:

قال ابو سعيد والله ما كنا نرى ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب حتى مضى لسبيله انتهى.... قوله والله ما كنا
الخ. معناه: انا كنا نظن ان ذلك الرجل الذي يقتل
على يد الدجال هو عمر حتى مات فتبين انه غيره. لكن

يشكل أفضلية ذلك الرجل ويدفع بان معناه في زمانه،
وقد تقدم عن الجزري في باب العلامات بين يدي
الساعة ان ذاك الرجل المقتول على يد الدجال
هو الخضر عليه السلام فلا اشكال بناء على انه نبى
كما هو اصح الأقوال، والله اعلم بالحال۔

ترجمہ : ہم تو ”ذک الرجل“ [اس آدمی] کو عمر بن خطاب
ہی سمجھتے تھے، یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ابوسعید
کے کہنے کا مطلب یہ کہ ہم کو یہ گمان تھا کہ جو آدمی دجال کے
ہاتھوں قتل ہو گا وہ عمر ہوں گے۔ مگر جب ان کا انتقال ہو گیا تو
ظاہر ہو گیا کہ وہ آدمی دوسرے ہیں۔ لیکن ان کی افضلیت کا
معاملہ مشکل ہے۔ جس کا ایک جواب یہ ہے کہ اپنے زمانہ
میں وہ سب سے بہتر ہوں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے جو جزری کی روایت سے قرب قیامت
کے باب میں بیان ہوا ہے کہ دجال کے ہاتھوں شہید ہونے
والے حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو اصح قول کی بنا پر نبی ہیں۔
لہذا کوئی اشکال نہیں۔

تیسری مثال میں بیان کردہ حدیث ”علی خیر البریۃ“ جس کے تعلق
سے کہا گیا ہے کہ

”یہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی
۔“

تو سوال یہ کہ جب یہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے جس میں کوئی تاویل بھی ممکن
نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ بالترتیب ”زبدہ“ کے ص ۱۰۹، ۱۹۹ میں یہ فرمایا گیا ہے
:

(۱) ہمارا اپنا عقیدہ بہ حیثیت سُنی کے جناب ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ کے بارے میں بہ حیثیت خلیفۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
برحق ہونے کے افضل الامۃ ہونے کا ہے۔

(۲) فقیر کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی
افضلیت بہ حیثیت خلیفۃ راشد کے برحق ہے اور اس حیثیت
سے آپ افضل الامۃ ہیں۔

پھر جب ”بہ حیثیت خلافت“ کی قید لگا کر اس میں تخصیص کی گئی تو کیا اس کا
مطلب یہ نہیں ہوا:

(الف) یہاں مجموعی امت کا وہ عقیدہ جو ناممکن التاویل ہے، چھوڑ کر اس
کے برخلاف عقیدہ کو اپنالیا گیا ہے۔

(ب) کیا جو شخص امت کا مجموعی عقیدہ ترک کر کے اس کے برخلاف
عقیدہ کو اپنالے، وہ سنی رہے گا؟

(ج) جب ”زبدۃ التحقیق“ کے مطابق خلافت کو افضلیت لازم ہی نہیں تو بہ
حیثیت خلیفۃ رسول افضل ہونے کے کیا معنی ہوئے؟

(د) کیا حضرت صدیق اکبر کو بہ حیثیت خلیفۃ راشد افضل قرار دینے کے
یہ معنی نہیں ہوں گے کہ آپ تو خلیفۃ راشد ہوں اور حضرت عمر فاروق، عثمان غنی اور علی
مرتضی رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین نہ ہوں۔ اور اگر یہ حضرات بھی خلفائے

راشدین ہوں تو پھر حضرت صدیق خلیفہ ارشد ہوں۔

چوتھی مثال میں پیش کردہ حدیث، جس میں بھٹے ہوئے پرندہ کا تذکرہ ہے، اس کے تعلق سے حضرت ملا علی قاری ”مرقاۃ المفاتیح“ ج ۹ ص ۳۸، ۳۹ میں لکھتے ہیں:

فنقول وبالله التوفیق: هذا الحديث لا يقاوم ما اوجب تقديم ابي بكر والقول بخيريته من الاخبار الصحاح منضما اليها اجماع المسلمين لمكان سنده، فان فيه لاهل النقل مقالا، ولا يجوز حمل امثاله على ما يخالف الاجماع، ولا سيما والصحابي الذي يرويه ممن دخل في هذا الاجماع واستقام عليه مدة عمره، ولم ينقل عنه خلافه، فلو ثبت عنه هذا الحديث، فالسبيل ان يؤول على وجه لا ينتقض عليه ما اعتقده، ولا يخالف ما هو اصح منه متنا واسنادا، وهو ان يقال يحمل قوله (باحب خلقك) على ان المراد: ائتنى بمن هو احب خلقك اليك، فيشاركه فيه غيره، وهم الفضلون باجماع الامة، وهذا مثل قولهم: فلان اعقل الناس وافضلهم اى: من اعقلهم وافضلهم، ومما يبين لك ان جملة على العموم غير جائز هو ان النبي صلى الله عليه وسلم من جملة خلق الله، ولا جائز ان يكون على أحب الى الله منه. فان قيل: ذالك شيء غريب لاصل الشرع قلنا: و الذي نحن فيه فرع ايضا بالنصوص الصحيحة

واجماع الامة، فيؤول هذا الحديث على الوجه الذي ذكرناه، او على انه اراد به احب خلقه اليه من بنى عمه وذويه، وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم يطلق القول، وهو يريد تقييده ويعم به، ويريد تخصيصه فيعرفه ذوو الفهم بالنظر الى الحال او الوقت او الامر الذي هو فيه۔

اقول: الوجه الذي يقتضيه المقام هو الوجه الثاني؛ لانه صلى الله عليه وسلم كان يكره ان يأكل وحده؛ لانه ليس من سمة اهل البروات، فطلب من الله تعالى ان يوتي له من يواكله، وكان ذالك برا واحسانا منه اليه و ابر المبرات بذوى الرحم وصلته كانه قال: باحب خلقك اليك من ذوى القرابة القريبة، ومن هو اولى باحسانى وبرى اليه اه۔

ترجمہ: ہم توفیق الہی سے کہتے ہیں کہ یہ حدیث (حدیث طیر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور تقدیم کو ثابت کرنے والی صحیح حدیثوں اور ان احادیث سے متصل اجماع کی معارض نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اس کی سند میں ناقلین نے کلام کیا ہے۔ یوں ہی اس حدیث کے نظائر کو خلاف اجماع موقف پر محمول کرنا درست نہیں ہوگا، خصوصا جب اس کو روایت کرنے والے ایسے صحابی ہوں جو اس اجماع میں شامل

ہوں اور زندگی بھر اسی اجماع پر قائم رہے ہوں اور ان سے اس اجماع کے خلاف کوئی قول مروی نہ ہو۔

بالفرض اگر ان سے یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس کی ایسی تاویل کی جائے گی جس سے ان کے اعتقاد پر کوئی اثر نہ پڑے اور وہ تاویل اس روایت کے خلاف بھی نہ ہو جو اس سے زیادہ صحیح سند و متن سے انہی سے مروی ہے۔ یہاں تاویل یہ ہے کہ ”احب خلقك“ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہوگی کہ الہی! میرے پاس ایک ایسے آدمی کو بھیج جو تیرے نزدیک تیری مخلوق میں بہت زیادہ محبوب ہو، لہذا اب اس (فضیلت) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے بھی شامل ہوں گے اور وہ شامل ہونے والے وہ صحابہ ہوں گے جن کی افضلیت پر امت کا اجماع ہوا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں: ”فلان اعقل الناس و افضلہم“ اور مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں عقل مند اور افضل لوگوں میں سے ہے۔

یہ تو واضح ہے کہ یہاں ”احب خلقك“ کو عموم پر محمول کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ بھی عموم خلق میں داخل ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ذات، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے افضل ہو۔ اگر کہا جائے کہ یہ چوں کہ اصل شرع کے خلاف ہے (اس لیے مستثنیٰ ہے)۔ تو ہم جواب

دیں گے کہ ہمارا مسئلہ دائرہ بھی نصوص صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس لیے یہ بھی اصل شرع ہی کے خلاف (اور مستثنیٰ) ہے۔ لہذا اب اس حدیث کی ایسی ہی کوئی تاویل کرنی ہوگی جیسی ہم نے اوپر بیان کی۔ یا پھر ”احب خلقك“ کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائیوں میں جو زیادہ محبوب ہے؛ اس لیے کہ بسا اوقات زبان رسالت سے مطلق الفاظ صادر ہوا کرتے مگر آپ کی مراد اس سے مقید چیز ہوتی۔ یوں ہی آپ کے کلمات میں عموم ہوا کرتا مگر اس سے آپ کی مراد تخصیص ہوتی۔ جسے اہل فہم حضرات خصوص حال و وقت اور درپیش مسئلہ کو مد نظر رکھ کر سمجھ جاتے کہ آپ کا مقصود کیا ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۶۵ و ۶۶۶ میں فرماتے ہیں:

شارحان بداں رفتہ اند و تخصیصات و تقييدات می کنند کہ از جملہ احب خلق خدا مراد است یا از احب بنی اعمام آل حضرت یا قرابتان قریب دے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یا کسے کہ اولی و اقرب و احق است بہ احسان کردن من بوی و غالباً ایں تخصیصات بجهت آن ست کہ احبیت از ابو بکر و عمر فاروق لازم نہ آید بہ حقیقت حاجت بہ ایں تخصیصات نیست؛ زیرا کہ یقین است کہ مراد تمام خلق علی العموم نیست، چہ احب مطلق سید المحبوبین

وافضل المخلوقين است صلى الله عليه وآله وسلم۔ ودر صحابہ اگر بعضے را محبوب تر بہ بعضے وجوہ دارند چہ می شود؟ وافضلیت از جہت کثرت ثواب منافات باں ندارد چہ مراد بہ جمیع وجوہ نیست۔ ترجمہ: شارحین اس میں کئی تخصیص کرتے اور قیدیں بڑھاتے ہیں:

جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت علی اللہ کی پسندیدہ مخلوق میں سے ہیں۔

دوسری یہ ہے کہ حضرت علی مخلوق خدا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچیرے بھائیوں کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہیں۔

تیسری یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے قرابت داروں سے زیادہ محبوب ہیں۔

چوتھی یہ ہے کہ مخلوق خدا میں سے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات عمیمہ کے مستحقین ہیں، حضرت علی ان سے زیادہ مستحق ہیں۔

غالباً یہ تخصیصیں اس لیے کرنی پڑی ہیں تاکہ محبوبیت میں حضرت ابو بکر و عمر سے بڑھ جانا لازم نہ آئے ورنہ حقیقتاً ان تخصیصات کی حاجت ہی نہیں، اس لیے کہ یہ بات تو یقینی ہے کہ حضرت علی تمام خلق خدا سے زیادہ محبوب ہو نہیں سکتے، کیوں مطلق سید المحبوبین وافضل المخلوقین تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اب اگر کسی خاص

بنیاد پر صحابہ میں سے بعض کو بعض سے زیادہ محبوب سمجھا جائے تو کیا فرق پڑے گا؟ کسی خاص بنیاد پر زیادہ محبوب ہونے اور کثرت ثواب میں افضلیت کے اندر تو منافات ہے ہی نہیں؛ کیوں کہ یہ افضلیت کلیہ (افراد یہ) نہیں ہے۔

پانچویں مثال کے تحت بیان کردہ حدیث: ”مرحبا بسید المسلمین واما الممتقین“ کی سند سے صرف نظر کر کے مستن پر ہی نگاہ مرکوز رکھئے، تو اس حدیث کو اہل سنت کے اجماع، آیات قرآنیہ اور احادیث مشہورہ کی بظاہر معارض ہونے کی وجہ سے، اس میں تاویل کرنا ہوگی، ورنہ متروک قرار دینا ہوگا؛ کیوں کہ ہم فائدہ نمبر ۴ کے تحت یہ مسلمہ اصول بیان کر چکے ہیں کہ قطعی کا مقابلہ ظنی اور قوی کا مقابلہ ضعیف سے ہو تو پہلے ظنی یا ضعیف میں تاویل کر کے اسے قطعی اور قوی کے موافق کیا جاتا ہے جیسے قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد آجائے تو اس میں تاویل کر کے مطابقت پیدا کی جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے علمائے اصول نے اسی قاعدہ سے نماز کے اندر مطلق قراءت کو آیت کریمہ ”فاقرؤوا ما تیسر من القرآن“ (المزل ۲۰:) کی روشنی میں فرض قرار دیا ہے اور بظاہر اس کی معارض خبر واحد ”لا صلاة الا بفاتحة الكتاب“ میں تاویل کر کے دونوں میں مطابقت پیدا کی ہے اور امام و منفرد کے حق میں واجب قرار دیا ہے، جب کہ مقتدی کے حق میں براہ راست واجب تو کیا مانتے، جائز بھی نہیں مانا ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ ”وامہاتکم اللاتی ارضعنکم“ (النساء ۲۳:) کے مطابق ایک گھونٹ بھی دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور اس کے بالمقابل خبر واحد ”لا تحرم المصۃ

اعتراض (۲)

اگر مسئلہ فضیلت اجماعی ہوتا تو قطعی ہوتا حالانکہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان ص ۶۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

قاضی ابوبکر باقلانی میگوید کہ ظنی است ومختار امام الحرمین در
”ارشاد“ نیز ہمیں ست وصاحب مفہم در شرح مسلم جزم بظنیت
آں کردہ۔

ترجمہ: قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ ظنی ہے اور ”ارشاد“ میں
امام الحرمین کا مختار یہی ہے۔ اور صاحب مفہم نے مسلم کی شرح
میں اسی بات پر جزم کیا ہے۔ (زبدہ ص ۲۲۵)

جواب:

کفایۃ الطالب الربانی از فقیہ ابوالحسن علی بن محمد مصری (پ ۸۵۷ھ)
میں ہے :

الخیرۃ المذکورۃ اما باعتبار الباطن و کثرة الثواب
ورفع الدرجات، وذلك لا يعلم الا بخبر مقطوع به۔
واما باعتبار الظاهر ولا يحصل ذلك الا بالتفاوت في
خصال الفضائل۔ فمن كثرت فيه فهو افضل في الظاهر
دون الباطن، فكم من قليل العمل افضل من كثيره۔

والمصتان“ کا تقاضا یہ ہے کہ دو گھونٹ تک پی لینے سے حرمت رضاعت
ثابت نہیں ہوگی۔ اب یہاں چوں کہ تطبیق کی صورت نہیں ہے تو لامحالہ اسے
متروک العمل قرار دیا ہے۔

مسئلہ مجوٹ عنہا میں یہ روایت جس کے ایک راوی الحسن بن الحسین،
ناقدین حدیث کے مطابق شیعہ ہی نہیں، شیعوں کے سردار ہیں، جو ہماری نقل
کردہ مشہور احادیث، آیات قرآنیہ اور اجماع اہل سنت کے بظاہر خلاف ہے
۔ جن میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضور نے یہ بات بطور پیشین گوئی
فرمائی ہو۔ یعنی مولا علی کے لیے اپنے وقت کے ”سید المسلمین“ اور ”امام المتقین“
ہونے کی بشارت دی ہو۔ اور تطبیق نہ مانی جائے تو جس طرح رضاعت کے مسئلے
میں ”لا تحرم البصة والمصتان“ ساقط ہے اسی طرح یہ بھی ساقط ہوگی۔



(و) مما يجب اعتقاده قطعاً او ظناً أن افضل هذه الامة صحابة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم.

(و) (افضل الصحابة) اهل الحديبية. وافضلهم اهل بدر، و افضلهم العشرة. و افضلهم (الخلفاء) الاربعة. و الخلفاء الاربعة متفاوتون في الفضيلة. فافضلهم (ابو بكر) الصديق رضى الله تعالى عنه. (ثم) يليه في الفضيلة (عمر) بن الخطاب رضى الله عنه الخ.

ترجمہ: (افضلیت یا تو ظاہر کے ساتھ) باطن یعنی کثرت ثواب اور درجات کی بلندی کے اعتبار سے ہوگی جس کا علم خبر قطعی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

یا صرف ظاہر کے اعتبار سے ہوگی جو خصائل فضائل میں تفاوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس صورت میں جن کے اندر زیادہ فضیلت ہوگی وہ ظاہراً افضل ہوں گے باطناً نہیں؛ کیوں کہ بہت سے تھوڑے عمل والے زیادہ عمل والوں سے افضل ہوتے ہیں۔

قطعی کہنے یا ظنی بہر طور یہ عقیدہ رکھنا تو لازم ہے کہ اس امت میں سب سے بہتر، رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ اور صحابہ میں سب سے بہتر اصحاب حدیبیہ ہیں۔ ان میں سب سے بہتر اہل بدر ہیں۔ اور اہل بدر میں سب سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں افضل خلفائے اربعہ ہیں۔ پھر

چوں کہ خلفائے اربعہ کی فضیلتیں متفاوت ہیں تو ان میں بھی سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضى الله عنه ہیں۔ اس کے بعد عمر فاروق رضى الله عنه۔

حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی ج: ۱، ص: ۱۴۷ میں ہے:

قوله: (اما باعتبار الباطن) ای: والظاهر۔ قوله: (و كثرة الثواب الخ) تفسیر لقوله: باعتبار الباطن۔ قوله: (وذلك) ای: ما ذكر من كثرة الثواب الخ۔

قوله: (الا بخبر مقطوع به) ای: بقول وارد عن الرسول تحقق وروده عنه بالتواتر؛ لان القطع لا يكون الا به. و ارتضى اللقائي هذا الطرف وهو ان الافضلية باعتبار كثرة الثواب. و حاصل كلامه ان الافضلية بهذا الاعتبار وان ذلك لا يتوقف على خبر مقطوع به كما قال شارحنا، بل يعلم من كونهم آووا و نصروا و جاهدوا و صبروا و تصدقوا بأموالهم على فاقة و باعوا النفوس في صحبته.

قوله: (اما باعتبار الظاهر الخ) حاصل ذلك الاحتمال انه لا تثبت الافضلية لكل فرد من افراد القرن على من بعده، بل من كانت خصاله اكثر افضل ممن ليس كذلك، وحينئذ فمن كانت خصاله من الذي بعده اكثر افضل من الذي اقل من الذي قبله۔ فقوله:

فلا يحصل الخ ای و اذا كان باعتبار الظاهر فلا يحصل ذلك ای ما ذكر من ان الخيرية باعتبار الظاهر - و حاصله ان الشارح متردد في الخيرية ، وقد علمت ان اللقائي اعتبر الاول ، فليعمل عليه - و يوید ذلك ان معنى الحديث المشهور ” لو انفق احدكم مثل احد ذهباً ما بلغ ثوابه في ذلك ثواب نفقة احد اصحابي مداً ولا نصف مداً “ -

قوله : (فكم) الفاء للتعليل ای : تعليل كون الافضلية في الظاهر دون الباطن -

قوله : (قطعاً او ظناً) ويترتب على كونه قطعياً ان التفضيل في الباطن والظاهر ، وعلى كونه ظنياً انه في الظاهر فقط كما يفيد اللقائي ، وحينئذ فتكون ” او “ ههنا للتردد كالاول ، و يترجح الاول و هو القطع لما علمت من ان اللقائي رجع الباطن ، واما التفضيل بين الخلفاء الاربعة و كذا بينهم وبين من بعدهم من الحديثية و اهل بدر وغيرهم ، فوقع الخلاف كما افاده اللقائي ، فقيل : قطعي و هو الحق و قيل : ظني و هل هو في الظاهر و الباطن ؟ و هو الحق ، او في الظاهر فقط كما افاده اللقائي -

ترجمہ : باعتبار باطن کا مطلب ظاہر کے ساتھ باطن ہے -

ذالك - (اسم اشارہ) سے مراد کثرت ثواب ہے - خبر مقطوع بہ سے مراد حدیث متواتر ہے (جو قطعی بالمعنی الاخص کا افادہ کرتی ہے) لقائی کا پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ افضلیت کثرت ثواب (یعنی باطن) کے اعتبار سے ہے - جس کا خلاصہ یہ ہے کہ افضلیت اسی اعتبار سے ہوتی ہے اور اس کا علم ، بذریعہ خبر متواتر ہونے پر موقوف نہیں جیسا کہ ہمارے شارح (ابوالحسن) نے فرمایا - بلکہ ان کی نصرت و حمایت ، جہاد فی سبیل اللہ ، فقر و فاقہ کے باوجود تصدق بالاموال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و صحبت میں اپنی جانوں کی قربانیوں سے معلوم ہوگا -

شارح کا قول : (اما باعتبار الظاهر) ظاہر کے اعتبار سے فضیلت مانی جائے تو قرن واحد کے بعض افراد کو اپنے بعد کے کسی فرد پر فضیلت حاصل نہیں ہوگی - بلکہ ان میں جس کے اندر زیادہ خوبیاں ہوں گی وہ کم خوبیوں والے سے افضل ہوگا - لہذا شارح کے قول کے معنی یہ ہوں گے کہ افضلیت اگر ظاہر کے اعتبار سے ہو تو وہ ظاہری افضلیت خصائل محمودہ اور نعم متعددہ کے درمیان کمی بیشی کے بعد ہی حاصل ہوگی -

خلاصہ یہ ہے کہ شارح کتاب کو افضلیت میں تردد ہے اور آپ نے دیکھا کہ لقائی نے اول یعنی کثرت ثواب و رفع درجات کا اعتبار کیا ہے ، لہذا وہی مراد ہوگا اس کی تائید اس حدیث مشہور

سے ہوتی ہے کہ غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تب بھی اس کا ثواب میرے کسی صحابی کے ایک یا آدھا مد خرچ کرنے کے ثواب کے برابر نہیں ہوگا۔

شارح کے قول: ”فکم“ میں لفظ ”فا“ (تو) تعلیل کے لیے ہے یعنی یہ صرف ظاہر میں افضل ہونے کی علت ہے باطن میں افضل ہونے کی علت نہیں۔

شارح کے قول: (قطعا او ظنا) میں ”قطعا“ ظاہر و باطن دونوں میں فضیلت کے قطعی ہونے پر مرتب ہے۔ اور ”ظنا“ صرف ظاہر کے ظنی فضیلت ہونے پر مرتب ہے۔ جیسا کہ لسانی نے افادہ کیا ہے۔ اس صورت میں پہلے ہی کی طرح ”او“ تردد کے لیے ہوگا اور قطعی ہونا رائج ہوگا؛ کیوں کہ آپ جان چکے کہ لسانی نے باطن کو ترجیح دی ہے۔ رہی حدیبیہ اور اہل بدر وغیرہ سے خلفائے اربعہ اور ان کے درمیان فضیلت کی بات! تو اس میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ لسانی نے افادہ کیا ہے اور یہی حق ہے، اور کہا گیا ہے کہ ظنی ہے۔ تو کیا اب وہ ظاہر و باطن دونوں کے اعتبار سے ہے؟ جو حق ہے۔ یا صرف ظاہر کے اعتبار سے ہے؟ جیسا کہ لسانی نے افادہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں ہم فائدہ نمبر ۴ کے تحت لکھ آئے ہیں کہ قطعی کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جو بالکلیہ ظنی کی مغائر ہے، اس قطعی کی نفی سے ضروریات دین، جن کے انکار سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے، اس کے اندر جو قطعیت ہوتی ہے اسی

قطعیت کی نفی ہوتی ہے۔ ضروریات اہل سنت جن کے انکار سے آدمی اسلام سے نہیں نکلتا البتہ سنیت سے خارج ہو جاتا ہے، اس کے اندر جو قطعیت ہوتی ہے، اس قطعیت کی نفی نہیں ہوتی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خود زبدۃ التحقیق میں بار بار یہی کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے۔

تو جن حضرات نے قطعی کہا ہے انہوں نے اسی دوسرے معنی میں قطعی کہا ہے۔ یعنی کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت پر حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مطلقہ سے انکار کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا، مگر سنیت سے ضرور خارج قرار پائے گا۔

رہا امام باقلانی کا ظنی فرمانا! تو ہم فائدہ نمبر ۴ میں واضح کر چکے ہیں کہ ظنی بالمعنی الاخص، قطعی بالمعنی الاعم کی مغائر نہیں، بلکہ دونوں متحد المصداق ہیں۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مطلقہ کو قطعی بالمعنی الاعم بھی کہا جاسکتا ہے اور ظنی بالمعنی الاخص بھی۔

فوائح الرموت ج ۲ ص ۱۹ میں ہے:

وما وقع من عبارات بعض المشائخ رحمهم الله تعالى :
ان النص والظاهر ظنيان في الدلالة والمفسر و
المحكم قطعيان فمرادهم الظن بالمعنى الاعم والقطع
بالمعنى الاخص۔

ترجمہ: بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کی عبارتوں میں جو یہ ہے کہ: ظاہر اور نص ظنی الدلالت ہیں اور مفسر و محکم قطعی الدلالت، تو ظنی سے ان کی مراد ظنی بالمعنی الاعم، اور قطعی سے، قطعی بالمعنی

الاخص ہے۔

علاوہ ازیں قطعی و ظنی دونوں کلی مشکک ہیں حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مطلقہ کی قطعیت بالمعنی الاخص، حضرت عمر فاروق کی فضیلت مطلقہ کی قطعیت سے قوی ہے اور حضرت عمر فاروق کی فضیلت مطلقہ کی ظنیت، حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مطلقہ کی ظنیت بالمعنی الاخص سے ضعیف۔ اس لیے بعض حضرات نے حضرت صدیق اکبر کی فضیلت کو قطعی سے تعبیر کیا ہے اور حضرت فاروق اعظم کی فضیلت کو ظنی سے۔ جیسا کہ امام عبد الوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے حوالے سے اس کی صراحت فرمائی ہے، وہ ص ۴۴۲ پر لکھتے ہیں:

كان الشيخ محي الدين رضى الله عنه يقول: تقديم ابى بكر فى الفضل على عمر قطعى و تقديم عمر على غيره ظنى۔

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے تھے کہ فضیلت میں حضرت عمر پر حضرت ابو بکر صدیق کی تقدیم تو قطعی ہے، البتہ دوسرے تمام صحابہ پر حضرت عمر کی تقدیم ظنی ہے۔ اور اپنی اپنی مراد کے اعتبار سے دونوں ہی تعبیریں درست ہیں۔



اعتراض (۳)

اگر مسئلہ فضیلت اجماعی و قطعی ہوتا تو علامہ ابن عبد البر کیسے یہ فرماتے کہ:

لم يأت انه من وجه صحيح تجد الحجة بمثله، انه قال :
فلان افضل من فلان اذا كانا من اهل السوابق و
الفضائل وذلك من ادبه ومحاسن اخلاقه لئلا يوحى
للمفضول بغيبته ويحطه فى نفسه فيخرجه ويخزيه ولم
يكن ذلك ايضا من دينه۔

ترجمہ: کسی بھی طریقہ صحیح سے ہم تک یہ بات نہیں پہنچی جس سے حجت شرعیہ ثابت ہو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں فلاں سے افضل ہے جب کہ وہ دونوں سابقین اولین میں سے تھے اور اصحاب فضائل میں سے تھے اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن آداب اور فضائل اخلاق میں سے تھی تا کہ مفضول کی غیر حاضری میں اس کی طرف (تنقیدی) اشارے نہ کیے جائیں اور وہ اپنے آپ کو خود ہی نہ گرا دیں اور (اس طرح اس کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (اپنی صفوں سے) نکال نہ دیں اور رسوا نہ کر دیں اور یہ بات بھی آپ کے دین کا حصہ نہیں تھی۔

مطلقہ۔ اور یہ بلاشبہ صحیح ہے۔

صواعق محرقة ص ۷۹ میں:

اعلم ان الذی اطبق علیه عطاء البلة وعلماء البلة ان
افضل هذه الامة ابوبکر الصديق ثم عمر۔ ثم اختلفوا
فالا كثرون ومنهم الشافعي و احمد و هو المشهور عن
مالك ان الافضل بعد هما عثمان ثم علي رضي الله عنهم
وجزم الكوفيون ومنهم السفیان الثوري بتفضيل
علي علي عثمان۔ وقيل بالتوقف عن التفاضل بينهما و
هو رواية عن مالك فقد حكى الباذري عن المدونة ان
مالك رحمه الله سئل اي الناس افضل بعد نبیهم
فقال ابوبکر ثم عمر ثم قال اوفي ذلك شك؟ فقيل
له: علي وعثمان؟ فقال: ما أدركت احدا من اقتدى به
يفضل احدهما علي الآخر۔

ترجمہ: علمائے ملت اور عظمائے امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے افضل ترین شخص ہیں۔
ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ اس کے بعد اختلاف
ہے کہ کون افضل ہیں؟ اکثر علما جن میں امام شافعی، امام احمد بن
حنبل اور امام مالک بھی ہیں، ان حضرات کے تعلق سے مشہور
ہے کہ ان کے نزدیک حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی
اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان، ان کے بعد حضرت علی افضل

پھر چند سطروں کے بعد ہے:

لما لم يفعل، علمنا عن قول القائل: فلان افضل من
فلان باطل وليس بدين وشريعة۔

ترجمہ: چونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا
”(یعنی فلاں فلاں سے افضل ہے“ نہیں فرمایا) تو ہمیں پتا
چل گیا کہ یہ کہنے والے کا ”فلاں فلاں سے افضل ہے“ قول،
قول باطل ہے، نہ یہ دین ہے اور نہ یہ شریعت۔ (زبدۃ التحقیق
ص ۱۸۲)

جواب:

اگر یہ بات درست ہو کہ ”کسی بھی طریقہ صحیح سے ہم تک یہ بات نہیں پہنچی
جس سے حجت شرعیہ قائم ہو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں فلاں
سے افضل ہے۔ اس لیے یہ کہنا باطل اور دین و شریعت کے خلاف ہے“۔ تو
”زبدہ“ ہی کے مطابق حضرت صدیق اکبر کی افضلیت کا مسلک، اہل سنت کے
جمہور کا مسلک کیسے ہے، جسے خود ”زبدہ“ نے اپنایا ہے؟

کیا ”زبدہ“ میں اس مسلک کو اپنایا گیا ہے جو نہ دین ہے نہ شریعت بلکہ
باطل ہے اور جو کسی بھی صحیح طریقے سے ثابت نہیں؟

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ علامہ ابن عبد البر نے یہ بات ان حضرات کے تعلق سے
کہی ہے جن کے بارے میں صرف فضائل بیان ہوئے ہیں، افضلیت نہیں اور
اگر کہیں افضلیت بھی بیان ہوئی ہے تو وہ جزئی افضلیت ہے، نہ کہ افضلیت

ہیں۔ ہاں! اہل کوفہ جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں، یہ حضرات، حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل مانتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ ان دونوں حضرات کی ایک دوسرے پر تفضیل سے سکوت کرنا چاہئے۔ اسی طرح کی ایک روایت امام مالک سے بھی مروی ہے جس کو حضرت عبداللہ نے ”مدونہ“ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے سوال ہوا کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ابوبکر پھر عمر! پھر ارشاد فرمایا: کیا اس میں بھی کوئی شک ہے؟ اس کے بعد آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے متعلق کیا ارشاد ہے؟ تو فرمایا: میرے علم میں ایسا آدمی جن کی اقتدا کی جائے کوئی نہیں جو ان دونوں میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا ہو۔

اور حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ تکمیل الایمان ص ۱۵۴

میں فرماتے ہیں:

امام تاج الدین سبکی کہ از اعظم علمائے صوفیہ است ”در طبقات کبری“ از بعض متاخرین نقل کردہ است کہ ایشاں تفضیل ختمین می کنند از جہت زوجیت با بضعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب ”خصائص“ از امام علیم الدین عراقی نقل کردہ است کہ فاطمہ و برادرِ وے ابراہیم باتفاق افضل

انداز خلفائے اربعہ۔

وازامام مالک آوردہ اند کہ گفت: ما فضل علی بضعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ فرمودہ: من ہیچ گئے برابر آں کہ جگر پارہ رسول ہست تفضیل ندہیم۔ ایں تفضیل نسبت بدیگر ال است۔ و بایشاں می گویند ایں ہمہ روایات ضرر بہ مقصود ندارند و منافی مدعائے مانیت۔ مدعائے مالیں جاجناچہ تحریر کردہ آمد: اثبات فضیلت بوجہ خاص است، و آں مفضولیت بوجہ دیگر منافات ندارد۔ و ایں فضائل کہ ذکر کردہ شدہ راجع بہ کثرت ثواب و نفع اہل اسلام نیست۔ بلکہ بہ مزید شرف و نسب و کرامت جوہر ذات است۔

ترجمہ: امام تاج الدین سبکی جو بڑے صوفی عالم ہیں انہوں نے ”طبقات کبری“ میں بعض متاخرین سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کی وجہ سے حضرت عثمان اور حضرت علی کو افضل مانتے تھے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے ”خصائص“ میں امام علیم الدین عراقی سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہ اور ان کے بھائی ابراہیم رضی اللہ عنہما بالاتفاق خلفائے اربعہ سے افضل ہیں۔

امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم کسی کو بھی جگر پارہ رسول پر فضیلت نہیں دیتے ہیں۔ یہ اور اس طرح کی روایتیں مقصود کے خلاف اور ہمارے مدعا (صدیق اکبر کی

اعتراض (۴):

حضرت صدیق اکبر کی افضلیت کا مسئلہ تو ضروریات دین سے ہے نہیں، کیوں کہ ضروریات دین میں سے ہوتا تو خلاف کرنے والے کی تکفیر ہوتی۔ جب کہ اس میں اختلاف کرنے والے کی تکفیر نہ کیا جانا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور محققین کی تحقیق کے مطابق جو چیز ضروریات دین میں سے نہ ہو اس میں سکوت سے اجماع منعقد نہیں ہوتا (زبدہ ص ۲۳۳) تو پھر یہ مسئلہ اجماعی کیسے ہو گیا؟

جواب:

بلاشبہ، اجماع سکوتی کیا؟ ہر اجماع قولی سے بھی ضروریات دین کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔ ضروریات دین کے ثبوت کے لیے اجماع قولی بالمعنی الاخص ضروری ہے جیسا کہ فائدہ نمبر ۲ کے تحت مدلل طور پر بیان ہوا ہے۔ مگر اہل سنت تو حضرت صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ کے مسئلہ کو ضروریات دین سے نہیں، ضروریات اہل سنت میں سے مانتے ہیں۔ اور ضروریات اہل سنت کے ثبوت کے لیے اجماع قولی بالمعنی الاعم ہی کافی ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت سعد بن عبادہ کے شریک نہ ہونے کے باوجود حضرت صدیق اکبر کی خلافت پر اجماع کیسے منعقد ہو جاتا؟ جس کا اعتراف خود ”زبدہ“ میں بار بار کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جن کو ”زبدۃ التحقیق“ میں ”الحجة علی

افضلیت مطلقہ) کی منافی نہیں ہیں۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ صدیق اکبر کی افضلیت خاص قسم (مطلق) کی ہے اور مفضولیت دوسری قسم (جزئیت) کی ہے اور ان میں منافات نہیں۔ حضرت فاطمہ، ان کے بھائی ابراہیم اور حضرت عثمان علی رضی اللہ عنہم کے فضائل کثرت ثواب اور رفع اہل اسلام سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ زیادتی نسب اور کرامت جو ہر ذات سے متعلق ہیں۔



اعتراض (۵):

ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب الفصل فی الملل والاهواء والنحل ج ۴ ص ۱۲۰ میں لکھا ہے :

فلو قال قائل ايما افضل في الجنة واعلى قدرا، مكان ابراهيم بن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم او مكان ابي بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم؟ قلنا: مكان ابراهيم بلا شك.

ترجمہ: اگر کوئی کہنے والا کہے کہ جنت میں کون افضل ہوگا اور کس کی قدر اعلیٰ ہوگی، جناب ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا مکان اعلیٰ ہوگا یا مکان ابوبکر صدیق یا مکان عمر یا مکان عثمان غنی یا مکان علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم؟ ہم کہیں گے مکان ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ سب سے اعلیٰ ہوگا۔ (زبدہ ص ۲۴۵)

جنت میں سب سے اعلیٰ مکان ملنے کے معنی یہ ہیں کہ سب سے زیادہ ثواب ملا ہو۔ اور یہی باطنی فضیلت ہے تو حضرت صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع کہاں ہوا؟

جواب:

پہلی بات یہ ہے کہ ابن حزم نے اس بات پر کوئی حدیث نقل نہیں کی

الخلق“ سے ملقب کیا گیا ہے وہ اپنے فتاویٰ عزیزی ص ۳۲ میں فرماتے ہیں:

مقررات است کہ خلافت باجماع ثابت می شود مراد آنست کی اجماع اکثر اہل حل وعقد براں متحقق باشد اگر یک دو کس خارج از اجماع شوند پروانبايد کہ للا کثر حکم الكل چنان چہ سعد بن عبادہ در وقت انعقاد خلافت حضرت ابوبکر صدیق داخل درا جماع نہ شد و ابان بن عثمان از مجتہدین صحابہ نبود تا خلاف او مضر باشد الخ۔

ترجمہ: یہ بات مسلم ہے کہ ”خلافت اجماع سے ثابت ہوتی ہے“، مگر اس میں اجماع سے مراد اکثر اہل حل وعقد کا اجماع ہے۔ معدود چند افراد کی عدم شمولیت انعقاد اجماع میں خلل انداز نہیں ہوتا؛ کیوں کہ قاعدہ ہے للا کثر حکم الكل۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت منعقد ہوتے وقت سعد بن عبادہ اجماع میں داخل نہیں ہوئے اور ابان بن عثمان مجتہدین صحابہ سے نہیں تھے کہ ان کے خلاف کرنے سے اجماع میں خلل ہوتا۔



ان عقائد میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، جیسے باجماع اہل سنت خلافت شرعی کے انعقاد کے لیے قریشی ہونا شرط ہے اور خوارج و معتزلہ اس کو شرط قرار نہیں دیتے ہیں مگر اس کے باوجود یہ اجماع قطعی ہے۔

شرح عقائد نسفی ص ۱۱۱ میں ہے :

ویكون من قریش ولا یجوز من غیرہم۔ یعنی یشرط ان یكون الامام قریشیا؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: الاثمة من قریش۔ وهذا وان كان خبرا واحدا لكن لما رواه ابو بكر محتجا به على الانصار ولم ينكره احد فصار جمعا عليه۔ ولم يخالف فيه الا الخوارج وبعض المعتزلة۔

ترجمہ: خلافت شرعی قریش ہی میں ہوگی، غیر قریش میں درست نہیں۔ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: امام و خلیفہ قریشی ہی ہوگا۔ یہ حدیث اگرچہ اصل کے اعتبار سے خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابو بکر نے اسے انصار کے سامنے ان کے خلاف بطور دلیل پیش کی اور کسی نے انکار نہیں کیا تو اسی پر اجماع ہو گیا۔ جس میں صرف خوارج اور بعض معتزلہ کا اختلاف ہے۔

مسائرہ مع المسامرہ ص ۲۳۹ میں ہے :

شرط الامام نسب قریش خلافاً لکثیر من المعتزلة۔
ترجمہ: بہت سے معتزلہ کا اختلاف کے باوجود اہل سنت کے

ہے۔ محض اپنے قیاس و گمان سے کہی ہے۔ جب کہ افضلیت کا مسئلہ بالاتفاق قیاس و گمان کا نہیں بلکہ وحی الہی کا مسئلہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے ابن حزم کے تعلق سے خود اس کے شاگرد ابن تیمیہ، جسے اہل سنت نے اس کے آخری دور کی تحریروں اور اقوال کی وجہ سے بد مذہب و گمراہ قرار دیا ہے، اس نے بھی یہ لکھا ہے کہ تفضیل صحابہ کے مسئلہ میں ابن حزم کا مسلک سب سے الگ تھلگ تھا، چنانچہ ابن تیمیہ کی کتاب نقض المنطق ص ۱۷ کے حوالے سے محمد عبد اللہ ابو صعلیک نے اپنی کتاب الامام ابن حزم الظاہری کے ص ۳۱ میں لکھا ہے :

ابو محمد بن حزم فیما صنفه من الملل والنحل
... انفرده به من قوله بالتفضيل بين الصحابة۔

ترجمہ: ابو محمد ابن حزم نے اپنی تصنیف ”الملل والنحل“ میں مسئلہ افضلیت کے تعلق سے سب سے جدا بات لکھی ہے۔

پھر، ابن حزم تو خود بھی گمراہ و گمراہ گزراہری المذہب تھا جو یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اس نے اپنی اسی کتاب الفصل فی الملل ج ۲ ص ۲۳۸ میں لکھا ہے :

سئل: هل الله تعالى قادر على ان يتخذ ولدا؟ فالجواب:
الله تعالى قادر على ذلك۔

ترجمہ: کوئی سوال کرے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنی اولاد پیدا کر سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں! اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔

اور اجماع اہل سنت میں کسی بد مذہب کے اختلاف کرنے سے اجماع کے

نزدیک امامت کے لیے قریشی ہونا شرط ہے۔

موافق مع شرح المواقف ج ۸ ص ۵۰ میں ہے:

يكون قرشياً ومنعه الخوارج وبعض المعتزلة. لنا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: الاثمة من قریش. ثم ان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحديث واجمعوا عليه فصار قاطعاً.

ترجمہ: خلیفہ قریشی ہی ہوگا اگرچہ خوارج اور بعض معتزلہ اس کے قائل نہیں۔ اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلیفہ قریشی ہی ہوگا۔ پھر صحابہ نے اس حدیث کے مضمون پر عمل کیا اور اجماع کر لیا تو یہ دلیل قطعی ہو گئی۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۶ ص ۳۶ میں ہے:

الصحابة اتفقوا على افادة المفهوم للحصر خلافاً لمن انكر ذلك، والى هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان يكون قرشياً وقالت الخوارج وطائفة من المعتزلة: يجوز ان يكون الامام غير قرشى وبالحضرة ابن عمر فقال: تولية غير القرشى اولى. وقال ابو بكر الطيب: لم يعرج المسلمون على هذا القول بعد ثبوت حديث: "الاثمة من قریش" وعمل المسلمون به قرناً بعد قرن وانعقد الاجماع على اعتبار ذلك قبل ان

يقع الاختلاف.

ترجمہ: منکرین کے برخلاف صحابہ نے اس حدیث کے مفہوم میں حصر ہونے پر اتفاق کر لیا اور جمہور اہل علم نے اسی کو اپنا موقف قرار دے دیا کہ امام کے لیے قریشی ہونا شرط ہے۔ خوارج اور معتزلہ کی ایک جماعت نے کہا کہ غیر قریشی کا بھی خلیفہ ہونا جائز ہے۔ ضرار بن عمرو تو بڑھ کر یہاں تک کہہ گیا کہ غیر قریشی کو ہی امام بنانا بہتر ہے۔ ابوطیب نے فرمایا: حدیث پاک الاثمة من قریش کے ثابت ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے اس قول کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور قرناً بعد قرن اسی حدیث پر عمل کیا تو اختلاف سے پہلے ہی اجماع منعقد ہو گیا۔

شرح صحیح مسلم للنووی میں ہے:

ولا اعتداد بقول النظام ومن وافقه من الخوارج و اهل البدع انه يجوز كونه من غير قریشی؛ لما هو عليه من مخالفة اجماع المسلمين.

ترجمہ: نظام معتزلی اور اس کی موافقت کرنے والے خوارج و اہل بدعت کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے، کیوں کہ یہ سنی مسلمانوں کے اجماع کے برخلاف ہے۔

بد مذہب تو بد مذہب ہی ہیں، غیر مجتہد سنی نہیں، مجتہد سنی بھی اجتہاد سے

کا مسئلہ اجماعی و قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت سے ہے جس کا منکر گمراہ ہوتا ہے۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے لیے کیا حکم ہوگا، جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی؟ اس لیے کہ اجماع قطعی بالمعنی الاعم منعقد ہو جانے کے بعد جو اس کا انکار کرے، وہ بلاشبہ گمراہ و بے دین ہے۔ مگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اجماع منعقد ہو جانے کے بعد انکار نہیں فرمایا تھا، بلکہ منعقد ہونے سے پہلے ہی مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے تھے۔

اسد الغابہ ج ۲ ص ۴۴ میں ہے:

لما توفي النبي صلى الله عليه وسلم طمع (سعد بن العباد) في الخلافة، وجلس في سقيفة بني ساعدة ليبياع لنفسه، فجاء اليه ابوبكر و عمر فبايع الناس ابابكر وعدلوا عن سعد، فلم يبايع سعد ابابكر ولا عمر وسار الى الشام، فاقام به بحوران الى ان مات.

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت سعد بن عبادہ اپنے لیے خلافت کا خواہاں ہوئے اور اپنی بیعت لینے کے لیے بنی ساعدہ کے سقیفہ (پنچایت خانہ) میں آ کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت ابوبکر و عمر بھی آ گئے تو لوگوں نے حضرت عبادہ کی خواہش کے برخلاف حضرت ابوبکر کی بیعت کرنی شروع کر دی۔ اس پر حضرت عبادہ بیعت کیے بغیر شام کے قصبہ ”حوران“ چلے گئے۔ آپ کی وفات وہیں ہوئی۔

اور اجماع کے وقت جو موجود نہ ہو، اس پر انکار اجماع کا الزام نہیں ہوتا ہے۔

نہیں، کسی اور وجہ سے اختلاف کرے تو بھی اجماع منعقد ہو جاتا ہے اور اس کی قطعیت بالمعنی الاعم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت صدیق اکبر کی خلافت سے متعلق حضرت سعد بن عبادہ کی بیعت کے بارے میں اگرچہ یہ آیا ہے کہ انہوں نے بیعت نہیں کی تھی، لیکن ان کا بیعت نہ کرنا حُبِ سیادت کی وجہ سے تھا۔ مگر اس کے باوجود حضرت صدیق اکبر کی خلافت پر اجماع ہے اور یہ اجماع قطعی بالمعنی الاعم ہے، جس کا کھلا اعتراف ”زبدۃ التحقیق ص ۲۱۰“ میں بھی کیا گیا ہے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی نے ”شرح فقہ اکبر“ میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت کے تعلق سے حضرت سعد بن عبادہ کی بیعت نہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت (ابوبکر) متخلف ماند۔ مای گوئم کہ سعد بن عبادہ امارت خود می خواست و این مخالف نص ست چه، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند: الائمة من قریش۔ ائمہ از قریش اند۔ پس مخالفت او در اجماع قدح نہ دارد۔

ترجمہ: باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے صدیق اکبر کی بیعت نہیں کی! تو ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنے لیے خلافت کی خواہش رکھتے تھے جو نص کے خلاف تھی، کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریشی ہی ہوں گے، لہذا سعد بن عبادہ کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

تنبیہ:

یہاں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت

آں دلائل و ماخذ و قرآن رانمی توانمند شناخت۔

ترجمہ: یہ قاعدہ کلیہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے کہ کسی امر شرعی پر اہل حل و عقد کے اتفاق و اجماع کے وقت اس مسئلہ کے دلائل و ماخذ مختلف طریقوں اور متعدد انداز سے اہل عصر کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں اور مجموعی ہیئت سے اس مسئلہ کے تیقن و ظن غالب کا موجب بن جاتے ہیں۔ اگر دوسرے حضرات جو اس وقت حاضر نہ رہے ہوں، ہر ہر ماخذ و دلیل پر جدا جدا نگاہ ڈالیں تو ان کے نزدیک غلبہ ظن یا تیقن نہیں ہوگا لیکن ان کے حق میں سابق میں منعقد شدہ اجماع دلیل کے لیے کافی ہوتا ہے۔ یہ وہ قاعدہ ہے جس سے بہت سے مسائل برآمد ہوتے ہیں۔ اگر متاخرین چاہیں کہ ان مسائل میں اجماع کے علاوہ دوسری دلیل پیدا کریں تو متخیر رہ جائیں گے۔ انہیں ہر گز یقین میسر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ان کے ذہن میں اجماع کے دلائل و ماخذ ہی فراہم نہیں ہوں گے اور زمانی ترتیب ان کو ان دلائل و ماخذ کی اصل اور قرآن کی شناخت نہیں کراپائے گی۔

مزید برآں اجماع پہلے منعقد ہو چکا ہے اور ابن حزم جو سنی تھانہ مجتہد، اس نے اجماع منعقد ہو جانے کے بعد اختلاف کیا تو خارق اجماع ہوئے نہ کہ ان کے اختلاف سے اجماع ہی مرتفع ہو جائے گا، کما مر۔



فوائح الحرموت ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ، مکتبۃ التراث الاسلامیہ، ملتان، پاکستان میں فرمایا ہے:

لم یبایع السعد؛ لما کان له حب السیادة و اذالم تکن مخالفتہ عن الاجتهاد فلا یضر الاجماع۔

ترجمہ: حضرت سعد نے اجتہاد سے نہیں، سرداری کی خواہش میں بیعت نہیں کی اس لیے ان کی مخالفت سے انعقاد اجماع میں خلل نہیں پڑا۔

فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۰۲ میں ہے:

در ایں جا قاعدہ کلیہ ملحوظ نظر باید فرمود کہ در وقت اجماع و اتفاق اہل حل و عقد بر امرے از امور شرعیہ دلائل و ماخذ آں امر از طرق شتی

و مسالک متعدده بر قلوب اہل عصر وارد می شود و ہیئت مجموعیہ موجب تیقن و ظن غالب بحکم آں امر می شود۔ اگر از دیگر اں کہ در آں وقت حاضر نبوده اند ہر ہر ماخذ و دلیل را فردی فردی نظر کنند نزد ایشان موجب غلبہ ظن یا تیقن نمی شود۔ لیکن در حق ایشان اجماع منعقد در زمان سابق در دلیل بودن کفایت می کند۔ ازیں قاعدہ مسائل بسیارے برآید۔ و اگر اہل زمان متاخر خواهند کہ سوائے اجماع دلیلی دیگر در اں مسائل پیدا کنند متخیر می شوند و ہر گز ایشان را برو یقین میسر نمی شود؛ زیرا کہ دلائل و ماخذ اجماعیہ در ذہن ایشان فراہم نمی آیند و ترتیب زمانی سنوخ

نزدیک متفقہ طور پر وجہ فضیلت بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ متفقہ طور پر حضرت مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خلافت میں مقدم ہیں مگر اہل سنت کے نزدیک ان میں افضلیت مختلف فیہ ہے۔ اگر خلافت میں مقدم ہونا افضلیت کے لیے وجہ کافی ہوتی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر متفقہ طور پر افضل مانا جانا چاہئے تھا مگر ایسا نہیں ہوا، جس سے ثابت ہوا کہ خلافت میں تقدم دلیل افضلیت نہیں ہے۔

الیواقیت والجواہر ص ۳۳۲ میں ہے:

بالجملة فلا ينبغي الخوض في مثل ذلك الامع وجود نص صريح مع اننا قائلون بترتيب هؤلاء الخلفاء الاربعة كما عليه الجمهور. واما خالفناهم في علة التقديم فهم يقولون هي الفضل، ونحن نقول: هي تقدم الزمان الخ.

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ نص صریح کے بغیر ایسے مسائل میں غور و خوض نہیں کرنا چاہئے، باوجود اس بات کے کہ ہم لوگ ان خلفائے اربعہ کی ترتیب کے قائل ہیں جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ ہم نے صرف ترتیب میں مقدم ہونے کی وجہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علت تقدم، خلافت میں مقدم ہونے کی وجہ افضلیت ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ زمانے میں مقدم ہونا ہے یعنی اس کی وجہ افضلیت نہیں الخ۔ (زبدہ

ص ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳)

اعتراض (۶):

اجماع تو خلافت کی ترتیب پر ہوا ہے، افضلیت کی ترتیب پر نہیں۔ خود افضلیت کے قائلین اس پر اجماع نہیں بتاتے ہیں بلکہ خلافت کی ترتیب پر متفرع کرتے ہیں۔

”الاقتصاد في الاعتقاد“ ص ۵۰۵ میں ہے:

(۱) اما الخلفاء الراشدون فهم افضل من غيرهم و ترتيبهم في الفضل عند اهل السنة كترتيبهم في الامامة.

ترجمہ: خلفائے راشدین دوسروں سے افضل ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان میں فضیلت کی ترتیب خلافت میں ترتیب کی طرح ہے۔

(۲) ان الخلفاء الراشدین فی ترتیب الافضلیۃ علی نسق ترتیب الخلافة۔

ترجمہ: خلفائے راشدین کی افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

اور خلافت کی ترتیب افضلیت کی ترتیب کو مستلزم نہیں۔ خلافت پر اجماع ہی کو کچھ لوگوں نے فضیلت پر اجماع تسلیم کیا جو کہ محققین کے نزدیک ایک فریہ بلامرہ ہے، ایک من گھڑت بات ہے۔ پھر خلافت میں تقدم، اہل سنت کے

[یعنی خلافت کی ترتیب افضلیت کی ترتیب پر ہے]

شرح عقائد للتفتازانی ص ۱۱۹: میں ہے:

بایعوه لہا کان افضل اهل عصرہ واولاہم بالخلافۃ۔
[صحابہ نے آپ کی بیعت اس لیے کی کہ آپ اپنے زمانے میں
سب سے افضل اور سب سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے]
اس پر حاشیہ عصام میں ہے:

قوله: علی هذا الترتیب ایضاً "یشعر انہ بنی ترتیب
الخلافة علی ترتیب الافضلیۃ۔
ترجمہ: ماتن کا قول: "خلافت کی ترتیب بھی افضلیت کی ترتیب
پر ہے" اس بات کی مشعر ہے کہ خلافت کی ترتیب کی بناء،
افضلیت کی ترتیب پر ہے۔

طریقہ محمدیہ کی شرح حدیقتہ ندیہ ج ۱ ص ۲۹۳ میں ہے:
وافضلہم ابوبکر الصدیق ثم عمر ثم عثمان ثم علی و
خلافتم علی هذا الترتیب۔
ترجمہ: سب سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی
پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور ان کی خلافت بھی اسی ترتیب
کے مطابق ہے۔

لمعة الاعتقاد از علامہ ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ) ج ۱ ص ۳۴ میں

ہے:

و هو حق خلق الله بالخلافة بعد النبي صلى الله عليه وسلم

جواب:

"الاقتصاد" اور اس کے علاوہ جن کتابوں میں اس طرح کی عبارتیں
ہیں، ان عبارتوں میں خلافت کی ترتیب پر افضلیت کی ترتیب کا مدرا نہیں بتایا گیا
ہے، بلکہ افضلیت کی ترتیب کو خلافت کی ترتیب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس طرح
یہ سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح خلافت میں پہلے نمبر پر حضرت ابوبکر ہیں اسی طرح
افضلیت میں بھی پہلے نمبر پر وہی ہیں؛ کیوں کہ افضلیت تو امر باطنی ہے اور خلافت
امر ظاہری، جو سب کو معلوم ہے۔ اور تشبیہ کے مشہور قاعدہ کے مطابق کہ مشبہ
سے مشبہ بہ کو معروف و مشہور ہونا چاہئے تاکہ قاری و سامع کے ذہن میں مشبہ
پر جو حکم لگایا جا رہا ہے، وہ جاگزیں ہو جائے۔ اسی کی طرف اشارہ کے لیے امام نسفی
نے "عقائد نسفیہ" میں عبارت بدل کر یوں فرمایا ہے:

وافضل البشر بعد نبینا ابو بکر الصدیق ثم عمر
الفاروق ثم عثمان ذو النورین ثم علی المرتضیٰ و
خلافتم علی هذا الترتیب ایضاً۔
ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے
سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان
ذوالنورین پھر علی مرتضیٰ ہیں اور اسی ترتیب پر ان کی
خلافتیں ہیں۔

نبراس ص ۳۰۳ میں ہے:

(علی هذا الترتیب) ای ترتیب الافضلیۃ۔

پر متفرع ہے۔ صحابہ کرام ابوبکر صدیق کی خلافت پر متفق اسی لیے ہوئے تھے کہ وہ فرمان رسالت کے مطابق ان کو افضل سمجھتے تھے ان کے سامنے زبان رسالت کی یہ گواہی موجود تھی کہ:

انه لم يفضلكم بكثرة صلاة ولا صيام ولكن بشيء
وقر في صدره.

[ابوبکر نماز، روزے کی وجہ سے سبقت نہیں لے گئے بلکہ اس
چیز کی وجہ سے جو ان کے سینے میں ودیعت کردی گئی ہے]

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح بہم۔
[میری امت اور ابوبکر کے ایمان کو تو لا جائے تو ابوبکر کا ایمان
راجح وغالب ہوگا]

لا ينبغي لقوم فيهم ابوبكر ان يومهم غيره۔
[حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر ہوں، دوسرے
کے لیے سزاوار نہیں کہ ان کی امامت کرے۔]

ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۶۴۱ میں عبد اللہ بن زمعہ سے مروی ہے:
لما استعز برسول الله صلى الله عليه وسلم وانا عنده
في نفر من المسلمين دعاه بلال الى الصلاة فقال: مروا
من يصلي للناس، فخرج عبد الله بن زمعة فاذا عمر في
الناس وكان ابو بكر غائبا فقلت: يا عمر! قم فصل
بالناس، فتقدم فكبر فلما سمع رسول الله صلى الله عليه

لفضله وسابقته، وتقدیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم له فی الصلاة
علی جمیع الصحابة رضی اللہ عنہم۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلق خدا میں خلافت کے
زیادہ حق دار تھے؛ کیوں کہ وہی افضل و سابق تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
ہی کو تمام صحابہ کی امامت کے لیے آگے بڑھایا تھا۔

الاسا لیب البديعة للعلامة يوسف بن اسماعيل النبهاني (م ۱۳۵۰ھ)
ج ۱ ص ۱۵، ۱۶ میں ہے:

ونثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم
اولا لابي بكر الصديق رضي الله عنه تفضيلا له و تقدیما
علی جمیع الامة۔

[حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول خلیفہ ہونے کی
دلیل، ان کا پوری امت سے افضل ہونا ہے]

یعنی خلافت میں ابوبکر صدیق کی تقدیم کے اجماع کی بنیاد پر افضلیت میں
ان کی تقدیم پر اجماع کو نہیں مانا گیا ہے، بلکہ ان کی افضلیت میں تقدیم کے اجماع
کی بنیاد پر خلافت میں تقدیم پر اجماع ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں افضلیت پر
اجماع کی بنیاد و سند تو دراصل وہ ”عظیم شے“ ہے جو حضرت ابوبکر کے دل میں
ودیعت رکھی تھی جس کی وجہ سے مشہور و متواتر معنوی حدیثوں میں ان کو افضل کہا
گیا ہے۔ اور خلافت میں تقدیم پر اجماع کی بنیاد و سند ان کی افضلیت ہے؛ کیوں
کہ خلافت امر باطنی نہیں، امر ظاہری ہے اور گفتگو افضلیت باطنیہ مطلقہ میں
ہے۔ لہذا افضلیت، خلافت پر متفرع ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ خلافت ہی افضلیت

وسلم صوته، وكان عمر رجلا مجهرا، قال: فآين ابو بكر؟ يا بني الله ذلك والمسلمون، يا بني الله ذلك والمسلمون، فبعث الى ابي بكر فجاء بعد ان صلى عمر تلك الصلاة فصلى بالناس.

ترجمہ: سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس میں نقاہت طاری ہو گئی تھی، اور میں چند مسلمانوں کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں حاضر تھا، تو حضرت بلال نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: امامت کے لیے اسے کہو جو نماز پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن زمعہ وہاں سے لوٹے تو حضرت ابو بکر کو نہیں پایا، وہاں حضرت عمر موجود تھے۔ انہی سے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیں۔ حضرت عمر آگے بڑھے اور تکبیر کہی۔ حضرت عمر کی آواز اونچی تھی سرکار نے سُن لی اور فرمایا: ابو بکر کہاں ہیں؟ اس بات سے اللہ تعالیٰ راضی ہے نہ مسلمان راضی ہوں گے۔ یہی الفاظ پھر دہرائے۔ حضرت عمر نے ابھی نماز پوری نہیں کی تھی کہ حضرت ابو بکر ڈھونڈھ کر لائے گئے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ:

لما سمع النبي صلى الله عليه وسلم صوت عمر قال ابن زمعة: خرج النبي صلى الله عليه وسلم حتى اطلع راسه من حجرته ثم قال: لا، لا، لا، ليصل للناس ابن ابي

تحافة. يقول ذلك مغضبا.

ترجمہ: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے تکبیر کہنے کی آواز سنی تو سرکار نے حجرۃ النور سے سراقدس کو باہر نکالا اور غضب ناک ہو کر فرمایا: نہیں، نہیں، نہیں۔ ابن ابو تحافہ (ابو بکر) نماز پڑھائے!

اس پر لمعات التنقیح ج ۹، ص ۲۰۱ میں شیخ محقق (م ۹۵۸ھ) نے فرمایا ہے:

فيه دليل على فضله في الدين على جميع الصحابة فكان تقديمه في الخلافة ايضاً أولى وافضل، ولهذا قال سيدنا علي المرتضى رضي الله عنه: قدمك رسول الله صلى الله عليه وسلم في امر ديننا، فمن الذي يوخرك في دنيانا. اه ترجمہ: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق دین کے معاملہ میں تمام صحابہ سے افضل ہیں لہذا خلافت کے معاملہ میں بھی آپ کی تقدیم سب سے اولیٰ وافضل ہے۔ اسی لیے سیدنا علی مرتضیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دینی معاملہ میں سب پر مقدم رکھا تو کون ہے جو دنیوی معاملوں میں مؤخر کر سکے؟

ابوداؤد کے حاشیہ میں ہے:

سئلت عائشة رضي الله عنها: من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مستخلفاً لو استخلفه؟ قالت: ابا بکر،

فقيل لها: ثم من بعد ابي بكر؟ قالت: عمر۔ هذا دليل لاهل السنة في تقديم ابي بكر ثم عمر للخلافة مع اجماع الصحابة، وفيه دلالة لاهل السنة ان خلافة ابي بكر ليست بنص النبي صلى الله عليه وسلم على خلافته صريحاً، بل اجمعت الصحابة عقد الخلافة له وتقديمه لفضيلته۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنا خلیفہ نام زد کرتے تو کس کو کرتے؟ انھوں نے فرمایا: حضرت ابو بکر کو۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ حضرت ابو بکر کے بعد کس کو نام زد کرتے؟ انھوں نے جواب دیا: حضرت عمر کو۔ اجماع کے ساتھ یہ حدیث بھی دال ہے کہ تمام صحابہ میں خلافت کے پہلے حق دار حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر۔ نیز یہ حدیث اہل سنت کے لیے اس بات کی بھی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی خلافت کے لیے صراحۃً تنصیص نہیں فرمائی تھی بلکہ ان کی تقدیم خلافت پر صحابہ کا اجماع ہوا تھا اور تقدیم خلافت پر اجماع ان کی فضیلت کی وجہ سے ہوا تھا۔

علاوہ ازیں بخاری شریف ج ۱: ص ۵۱۶: میں ہے:

عن ابن عمر، قال: كنا نخير بين الناس في زمان الرسول ﷺ فنخير ابا بكر ثم عمر الخ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں لوگوں کے درمیان ایک پر دوسرے کو فضیلت دیا کرتے تو ابو بکر صدیق کو (سب پر) افضل سمجھتے تھے۔ ان کے بعد عمر فاروق کو الخ۔

اسی طرح ابو داؤد شریف ص ۶۳۶ میں ہے:

ان ابن عمر قال: كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي: "افضل امة النبي صلى الله عليه وسلم بعدا ابو بكر۔"

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں: ہم لوگ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہری ہی میں کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر حضرت عمر الخ۔

مناقب ائمہ اربعہ ص ۲۹۸ میں ہے:

روى عن الصحابة في ادعاء فضله (فضل ابي بكر) بحضرة النبي صلى الله عليه وسلم وغير حضرته مع عدم الاعتراض والانكار؛ لان اكثر هذه الاخبار ظاهرة في الصحابة لا يعلم احد اعتراضاً عليها۔

ترجمہ: صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی فضیلت کا چرچا حضور ﷺ کے غائبانے، بلکہ موجودگی میں بھی ہوتا جس پر کوئی اعتراض یا انکار نہیں ہوا۔ یہ باتیں صحابہ کے

حضرت علی کی موجودگی کے باوجود حضرت عثمان کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ یعنی ان کا اعتراض اپنی سمجھ کے مطابق افضلیت کی دلیل، خلافت کی ترتیب کو قرار دینے پر ہے، افضلیت پر نہیں۔ جب کہ افضلیت کی دلیل خلافت کی ترتیب نہیں ہے۔ ہاں! خلافت کی ترتیب پر افضلیت مرتب ہوتی تو قطعی نہیں، ظنی ہوتی۔ فافہم۔

الغرض! حضرت صدیق اکبر کی افضلیت پر کوئی کلام نہیں، وہ بلاشبہ خاص قطعی ہے جس کو قطعی بالمعنی الاعم کہتے ہیں اور جس کے انکار پر حکم تضلیل ہے۔ ہاں! حضرت عثمان غنی کی، حضرت علی پر افضلیت ظنی ہے، اس کے انکار پر گمراہی کا حکم نہیں ہوگا۔



درمیان ظاہر و مشہور تھیں، جن پر اعتراض کوئی نہیں جانتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قرۃ العینین ص ۲۷ میں ہے: وقت انعقاد خلافت صدیق جمیع از فقہائے صحابہ صدیق را افضل امت گفتند و باں استدلال کردند بر استخلاف او، و دیگران تسلیم نمودند و موافقت کردند در اول حالت یا بعد توقف۔ و سکوت و تسلیم قبل تدوین مذاہب اجماع است کما بین فی محلہ۔

ترجمہ: حضرت صدیق کی خلافت منعقد ہوتے وقت فقہائے صحابہ کی ایک جماعت نے صدیق اکبر کو افضل کہا اور افضلیت سے آپ کی خلافت پر استدلال فرمایا اور دوسرے صحابہ نے اسی وقت یا کچھ توقف کے بعد تسلیم کیا اور موافقت کی۔ اور مذاہب کی تدوین سے پہلے سکوت و تسلیم اجماع ہے جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہوا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق کے افضل ہونے کی وجہ سے ان کے خلیفہ اول ہونے پر اجماع کیا، یہ نہیں کہ ان کے خلیفہ اول ہونے کی وجہ سے ان کو افضل سمجھا۔

ہاں! بعض حضرات کے الفاظ و عبارات سے کچھ لوگوں کو دھوکا ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ افضلیت کی بنیاد، خلافت میں تقدیم ہے۔ حالاں کہ حضرت علی پر حضرت عثمان کی تقدیم اجماعی ہے مگر اس کے باوجود ان کی افضلیت اجماعی نہیں مختلف فیہ ہے۔ اس لیے نقض پیش کیا اور کہا کہ خلافت کی تقدیم افضلیت کی دلیل ہوتی تو بعض اسلاف حضرت عثمان سے حضرت علی کو افضل قرار نہیں دیتے، کیوں کہ

اس وعید کا مستحق بننا بھی ہے:

من استعمل رجلا من عصابة وفي تلك العصابة من هو

ارضى الله منه فقد خان الله ورسوله والمومنين۔

جس نے جماعت کے کسی ایسے فرد کو کام سونپا جس سے اللہ

کے نزدیک زیادہ پسندیدہ شخص اس جماعت میں موجود ہے

تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔

اسی وجہ سے درمختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۱ میں فرمایا ہے:

الأحق بالامامة تقديما بل نصبا بأحكام الصلاة۔

(مجمع الانهر) الأعلّم بأحكام الصلاة۔

[امامت کرنے بلکہ امام مقرر کئے جانے کا زیادہ حق دار وہ جو

احکام نماز کا زیادہ جانکار ہو۔]

اور غنية المستملی ص ۵۱۳ میں فرمایا ہے:

لو استويا في العلم و الصلاح و احدهما اقرأ فقد موا

الآخر أساءوا۔

دو شخص علم و نیکو کاری میں برابر ہوں مگر ایک تجوید میں بڑھا ہو اور

لوگ دوسرے کو مقدم کریں تو اسے اسات کے مرتکب ہوں گے۔

یہ تو ممکن نہیں کہ خود وعید فرمانے والے صلی اللہ علیہ وسلم، افضل کے

ہوتے ہوئے اس شد و مد سے مفضل کی امامت کا حکم فرمائیں۔

ان سب سے بھی صرف نظر کیجے تو حدیث پاک یومکم اقرئکم

[تمہاری امامت وہ کرے جو تم سے اقرأ ہو] کے پیش نظر تو افضل سے امامت

اعتراض (۷):

نماز کی امامت کے مسئلہ کو بھی وجہ فضیلت میں شمار کیا گیا ہے، حالاں کہ

نماز کی امامت وجہ فضیلت تو ہے مگر وجہ فضیلت ہرگز نہیں؛ کیوں کہ فضیلت

میں برابر شخص کی امامت بھی جائز ہے بلکہ مفضل کی امامت بھی جائز ہے۔ (زبدہ

ص ۲۲۰)

جواب:

حضرت صدیق اکبر کی امامت نماز کو ان کی فضیلت کے اسباب میں شمار

نہیں کیا گیا ہے بلکہ حضرت عمر کے امامت فرمانے کے درمیان اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب ناک ہو کر ”نہیں، نہیں، نہیں! ابن ابوقحافہ (ابوبکر)

نماز پڑھائیں۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ راضی ہے نہ مسلمان راضی ہوں گے“

فرمانے، حضرت عمر کے، درمیان نماز، امامت چھوڑ کر الگ ہو جانے، پھر حضرت

صدیق اکبر کے امامت کرنے اور حضور ﷺ کے اس کو مقرر رکھنے کو فضیلت

کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ سوال نمبر ۴ کے جواب میں اس کی تفصیل

گذر چکی۔

اور تسلیم بھی کر لیا جائے، تو افضل کی موجودگی میں مفضل کی امامت کا جائز

ہونا تو صحیح ہے مگر بلا کسی خاص وجہ کے افضل کی موجودگی میں مفضل سے امامت

کرنا مستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۹۲ میں مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ثابتاً عندهم قطعاً وانما كان بحثهم في الاولوية من الصالحين ولا شك ان من كان اولى بامامة الصلاة، فانه لكونه افضل ومن هو افضل اولى بالامامة الكبرى الخ۔ ترجمہ: صحابہ کرام کے نزدیک یہ بات تو ثابت تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یقینی طور پر خلافت کے لائق ہیں۔ ان حضرات کے درمیان بحث اس بات میں تھی کہ جن لوگوں میں یہ لیاقت ہے ان میں اولی و بہتر کون ہیں؟ جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بہ تکرار حضرت ابو بکر سے امامت کرائی۔ تو کوئی شک نہ رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نماز کی امامت کے لیے بہتر و اولیٰ حضرت صدیق اکبر ہیں۔ اس لیے افضل وہی ہیں، اور جو افضل ہیں خلافت کے لیے بھی اولیٰ وہی ہیں۔

شرح عقائد ص ۱۰۹ کی یہ عبارت گزر چکی ہے کہ:

”بایعوا لہما کان افضل اہل عصرہ واولہم بالخلافة۔“

[صحابہ نے آپ کی بیعت اس لیے کی کہ آپ اپنے زمانے میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے]



کرانا بالاتفاق اولیٰ و افضل ہے۔ اسی لیے حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو ہمارے دین کے کام یعنی نماز پڑھانے میں مقدم رکھا تو کون ہے جو آپ کو ہمارے دنیا کے کام یعنی خلافت میں موخر کر سکے؟

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی (م ۹۵۸ھ) لمعات التتبیح ج ۹ ص ۶۰۱ میں فرماتے ہیں:

فیه دلیل علی فضله فی الدین علی جمیع الصحابة فکان تقدیمہ فی الخلافة ایضاً اولیٰ و افضل۔ ولہذا قال سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امر دیننا، فمن الذی یوخرک فی دنیانا۔ اہ ترجمہ: اس حدیث مرتضوی میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق دین کے معاملہ میں تمام صحابہ سے افضل ہیں، لہذا خلافت کے معاملہ میں بھی آپ کی تقدیم سب سے اولیٰ و افضل ہے۔ اسی لیے سیدنا علی مرتضیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے آپ کو ہمارے دینی معاملہ میں سب پر مقدم رکھا تو کون ہے جو دنیوی معاملے میں موخر کرے؟

حضرت علامہ بحر العلوم نے فوائح الرحموت ج ۴ ص ۲۳۹ میں فرمایا ہے

ان صلوح امیر المؤمنین الصدیق اکبر للامامة کان

اعتراض (۸):

آپ نے اجماع کے باب میں کئی کتابوں کے حوالوں سے نقل کیا ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ حالاں کہ امام مالک نے اجماع کا انکار فرمایا ہے، جیسا کہ: علامہ ابن عبد البر نے عبد اللہ بن وہب کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

سمعت مالک یقول: لا افضل احدا من العشرة ولا غیرہم علی صاحبہ وکان یقول: ہذا من علم اللہ الذی لا یعلمہ غیرہ۔

ترجمہ: میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا: میں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کو دوسرے پر افضلیت نہیں دیتا اور نہ کسی دوسرے کو کسی دوسرے پر فضیلت دیتا ہوں۔ فرمایا کرتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کے اس علم میں سے ہے جس کو اس کی عطا کے بغیر کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

اسی صفحہ پر امام مالک کا فرمان درج ہے:

قال مالک: ادرکت شیو خنا بالمدينة وهذا رأيهم۔

ترجمہ: میں نے مدینہ طیبہ میں اپنے شیوخ دیکھے، یہی ان کا عقیدہ تھا۔ (زبدہ ص ۱۸۴)

اس کے علاوہ الاستاذ کارہی میں عبد اللہ بن وہب ہی سے روایت ہے کہ

قال: سمعت مالک یقول: لا افضل احدا من العشرة

ولا غیرہم علی صاحبہ وکان یقول: ہذا من علم اللہ الذی لا یعلمہ غیرہ۔

ترجمہ: میں نے امام کو کہتے سنا: میں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کو دوسرے پر افضلیت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی دوسرے پر فضیلت دیتا ہوں۔ فرمایا کرتے تھے: یہ اللہ تعالیٰ کے اس علم میں سے جس کو اس کی عطا کے بغیر کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

اور

”الاستاذ کار“ ج ۲: ص ۲۴۳: میں ہے:

مالک بن انس نے فرمایا: ليس من امر الناس الذين مضوا ان يفاضلوا بين الناس۔
ترجمہ: جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کا یہ کام نہیں تھا کہ لوگوں کے درمیان درجات متعین کریں۔

سمعت مصعب بن عبد الله الوليدي يقول: لم يكن احد من مشائخنا الذين ادر كنا ببلدنا يفضل بين احد من العشرة لا مالک ولا غیرہ۔

ترجمہ: مصعب بن عبد اللہ الولیدی کا کہنا ہے: جن مشائخ کو ہم نے اپنے شہر میں پایا، ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دے نہ ہی امام مالک ایسا کرتے تھے اور نہ ہی کوئی دوسرا ایسا کرتا تھا۔ (زبدہ ص ۱۹۵)

اس کے علاوہ علامہ ابن حزم نے لکھا ہے:

روينا نحو عشرين من الصحابة ان اكرم الناس على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على بن ابي طالب والزبير بن العوام رضى الله تعالى عنهما.

ترجمہ: ہم نے تقریباً بیس صحابہ کرام سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

پھر ص ۲۴۱ پر منقول ہے:

روى شعبة عن ابن اسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال: كنا نتحدث ان افضل اهل المدينة على ابن ابي طالب.

ترجمہ: ہم لوگ (صحابہ کرام) کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔

نیز ص ۲۴۲ پر ہے:

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث دربارہ فضیلت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جناب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فضائل صحابہ ج ۲ ص ۷۸ پر بھی روایت فرمایا ہے۔ جناب امام احمد بن حنبل کے روایت کرنے سے اس کو مزید تقویت ملتی ہے۔

ص ۲۴۳ پر ہے:

بیس (۲۰) جلیل القدر صحابہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت

زبیر بن العوام کی فضیلت پر متفق تھے۔

حضرت ابوہریرہ کا نظریہ یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت جعفر طیار ہیں: عن ابی ہریرۃ: قال ما احتذى النعال ولا انتعل ولا ركب المطايا ولا ركب الكور بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم افضل من جعفر.

(ترمذی ۲-۱-۲۴۰)

ترجمہ: کسی نے جوتا نہیں پہنا نہ ہی کوئی اونٹنیوں پر سوار ہوا اور نہ ہی کوئی اونٹ کے گجاوے میں سوار ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو جعفر طیار سے افضل ہو۔

امام ابن حجر (الاصابہ ج ۱، ص ۲۷۲) میں لکھتے ہیں:

وكان ابو هريرة يقول: انه افضل الناس بعد النبي صلى الله عليه وآله وسلم.

[حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔]

اس جگہ حضرت ابوہریرہ کی یہ رائے از قسم عقیدہ ہے۔

(زبدہ ص ۲۴۴)

جواب :

ابوبکر اور عمر کو۔ عبدالعزیز بن ابوحازم کہتے ہیں: امام مالک اسی موقف پر زندگی بھر قائم رہے۔ (ایضاً)

نیز پچھلے صفحات میں یہ بیان ہو چکا کہ عام صحابہ کرام بہ شمول مولا علی اور ائمہ مجتہدین میں امام اعظم، جو امام مالک سے پہلے وفات پا چکے تھے، سب نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ پر فضیلت دی ہے۔ بلکہ خود امام مالک نے بھی یہی کیا ہے۔ تو پھر بھلا وہ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ”بہ شمول حضرت صدیق اکبر تمام لوگوں کے درمیان، درجات متعین کرنا گذرے ہوئے لوگوں کا کام نہیں تھا“۔ کیا امام مالک کو امام اعظم کے ساتھ ساتھ بہ شمول مولا علی، عام صحابہ کے اقوال بلکہ خود رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی بھی خبر نہیں تھی؟ اگر خبر تھی اور ضرور تھی تو پھر خود انہوں نے کیسے فرمایا ہے کہ ”حضرت ابوبکر و عمر سب سے مقدم ہیں“۔

اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام مالک کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ گزرے ہوئے لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسرے لوگوں کے درمیان قطعی و یقینی طور پر درجات متعین نہیں کیے۔

رہی بات بیس (۲۰) جلیل القدر صحابہ کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ اور حضرت زبیر بن عوام کی فضیلت پر متفق ہونے کی! تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ دونوں کے دونوں بیک وقت فضیلت مطلقہ سے متصف ہوں۔ ہاں! فضیلت جزئیہ یا فضیلت مطلقہ ہی سے متصف ہونا مراد ہو مگر الگ الگ زمانوں میں، تو ممکن ہے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر اپنے زمانے میں افضل مطلق تھے اور حضرت عمر فاروق

امام مالک کا فرمانا صحیح ہے مگر ”زبدۃ التحقیق“ میں اس سے جو سمجھا گیا ہے وہ درست نہیں۔ امام مالک کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جن کی فضیلت پر اجماع قطعی بالمعنی الاعم ہے ان کو چھوڑ کر میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا اور یہی ہمارے مشائخ کی رائے ہے۔

اگر یہ معنی نہ ہو تو امام مالک کے اپنے کلام میں تعارض ہو جائے گا؛ کیوں کہ خود امام مالک نے ”مدونہ“ میں حضرت صدیق اکبر کی فضیلت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

(۱) ”وفی ذالک شک؟ [کیا اس میں کوئی شک ہے؟]

(۲) وقد روى عن مالك رحمه الله. تقديم الشيخين ابوبكر وعمر رضي الله عنهما من رواية ابن القاسم وغيره۔

ترجمہ: ابن القاسم وغیرہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ شیخین یعنی ابوبکر و عمر تمام صحابہ سے مقدم ہیں۔

(۳) الاستذکار، ج ۱۲ ص ۲۴۲ میں ہے:

عن عبد العزيز بن أبي الحازم: سئلت مالكا فيما بيني وبينه: من تقدم بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: اقدم ابابكر وعمر. قال: ولم يزل علي هذا۔

ترجمہ: عبدالعزیز بن ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے گفتگو کے درمیان امام مالک سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ میں کن کو مقدم مانتے ہیں؟ امام مالک نے جواب دیا:

اپنے زمانے میں۔

اور جہاں تک حضرت ابوہریرہ کے عقیدہ سے متعلق بات ہے! تو ”زبدہ“ ہی میں جن صحابہ سے الگ الگ حضرات کی فضیلت نقل کی گئی ہے، کیا دین میں ان کی پیروی نہیں کی جاتی؟ اور ان صحابہ کا فرمانا دین و شریعت نہیں بلکہ باطل ہے؟ کیا حضرت ابوہریرہ کا فرمانا جو ان کا عقیدہ تھا وہ بھی باطل ہے؟ بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو جمہوری مسلک قرار دینا، حضرت ابوہریرہ کے عقیدے سے انحراف کرنا نہیں ہے؟ بلکہ جمہور کی پیروی میں ”زبدہ“ کے اندر اسی جمہوری مسلک کو اختیار کرنا خود اپنے ہی مسلک کو باطل قرار دینا نہیں ہے؟



اعتراض (۹):

افضلیت، جس کا نہ تو کوئی قطعی ثبوت ہے اور نہ ہی یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ (زبدہ ص ۱۸۰)

جواب:

یہ تو صحیح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے، کیوں کہ ضروریات دین کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہونے کے ساتھ ساتھ بدیہی ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے منکر کی تکفیر ہوتی ہے۔ مگر قطعی بالمعنی الاخص کی نفی سے خاص قطعی جسے قطعی بالمعنی الاعم کہتے ہیں اور جس سے ثابت شدہ حکم ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا ہے اور انکار کرنے والا گم راہ و بد دین قرار پاتا ہے، کی نفی نہیں ہوتی ہے؛ وجہ یہ ہے کہ قطعی بالمعنی الاعم اور قطعی بالمعنی الاخص میں عموم و خص مطلق کی نسبت ہے۔ قطعی بالمعنی الاعم، عام ہے اور قطعی بالمعنی الاخص، خاص۔ اور اخص کی نفی سے اعم کی نفی نہیں ہوتی ہے جیسے جاندار اعم ہے اور انسان اخص، اور انسان کی نفی جاندار کی نفی کو مستلزم نہیں کہ جو انسان نہ ہو وہ جاندار بھی نہ ہو۔ اور جیسے انسان اعم ہے اور عالم اخص تو کسی سے عالم ہونے کی نفی کرنے سے اس کے انسان ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔ یوں ہی مسلمان اعم ہے اور سنی اخص تو کسی سے سنی ہونے کی نفی سے یہ لازم نہیں کہ اسے مسلمان بھی نہیں مانا گیا۔

شرح مواقف ص ۶۴۳ قبیل خاتمہ المقصد الرابع میں ہے:

اعترض (۱۰):

آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم ہے۔ اگر قطعی بالمعنی الاعم ہے تو سوال یہ ہے کہ امام لقانی نے اسے ظنی کیسے فرمایا ہے؟ اور کیسے؟

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ و انموذج اللیب اور امام محمد عبد الرؤوف المناوی نے فیض القدیر ج ۴ ص ۵۵۵ میں لکھا :

و ذکر علیم الدین العراقی ان فاطمة و اخاها ابراهیم افضل من الخلفاء الاربعة بالاتفاق۔

ترجمہ : علیم الدین عراقی نے ذکر کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی ابراہیم رضی اللہ عنہ بالاتفاق خلفائے اربعہ سے افضل ہیں۔ (زبدہ ص ۲۵۴)

نیز

علامہ عبد البر نے کیسے فرمایا ہے کہ

واما التعیین فیہم وتفضیل بعضهم علی بعض، فهذا لا یصح فی نظر ولا اعتبار ولا یحیط بذلك الا الواحد القهار المطلع علی النیات الحافظ للاعمال الا من جاء فیہ اثر صحیح بانہ فی الجنة جاز ان یقال فیہ ذلك اتباعا للاثر لا انه افضل من الذین شارکوه فی مثل فضله ذلك ومن فضله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمخصلة

نفی الخاص لا یستلزم نفی العام۔

[خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں۔]

اس لیے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی فضیلت کا مسئلہ خاص قطعی یعنی قطعی بالمعنی الاعم ہے۔ جیسا کہ ہم، اجماع اہل سنت، نصوص قرآنیہ، احادیث رسول، آثار صحابہ، فرامین اہل بیت اور اقوال ائمہ و علما سے ثابت کر آئے، تو یہ ضروریات اہل سنت میں سے ہوا۔ لہذا دیدہ و دانستہ اس کا منکر سنی نہیں، گم راہ و بد دین قرار پائے گا۔



حضرت محدث شاہ عبدالعزیز، جن کو ”زبدہ“ میں الحجۃ علی الخلق لکھا گیا ہے، وہ اپنے فتاویٰ عزیزی کے ص ۱۰۲ میں فرماتے ہیں:

فضیلت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قطعی است و آنچه بعضے نوشتہ اند چنانچہ امام رازی و آمدی وغیرہا من علماء الکلام نیز صحیح و درست است۔ تفصیلش آنکہ نظر بہر یک از ادلہ تفضیل ظنی است زیرا کہ خبر آحاد مفید ظن است و آنچه در کلام اللہ تعالیٰ کہ متواتر است واقع شدہ مثل ”لایاتل اولو الفضل منکم“ و ”سیجنہا الاتقی“ وغیرہ ذالک محتمل التاویل است فلا یفید القطع۔ اما چوں مجموعہ ادلہ را من حیث المجموع ملاحظہ کردہ شود مفید قطع۔ و بسا است کہ ہر دلیل مفید ظن گردد و مجموع دلائل مفید قطع می گردد کہافی الخبر المتواتر فان الاحاد لا یفید الا الظن و مجموعہا اذا بلغت حد التواتر یفید القطع۔ کذا ہذا۔ در کتاب ازالۃ الخفا و قرۃ العینین بسط این مقام بوجہ واقع شدہ کہ بعد از عبور براں ہیچ شبہہ در قطعیت نمی ماند۔

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر کی فضیلت قطعی ہے۔ بعض علما جیسے آمدی وغیرہ نے جو ظنی لکھا ہے، وہ بھی صحیح ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلسلے کی ہر ایک دلیل فی نفسہ ظنی ہے؛ کیوں کہ اخبار آحاد ظنی ہوتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ کلام اللہ تو متواتر ہے اس میں جو ”لایاتل اولو الفضل منکم“۔ اور۔ ”سیجنہا

وشہد لہ بہا جاز ان یفضل بہا فی نفسہ لا علی غیرہ۔ ترجمہ: صحابہ میں تعیین کرنا اور بعض کو بعض پر فضیلت دینا یہ نظر و اعتبار میں صحیح نہیں، اس کو سوائے واحد و قہار کے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ (وہی جو) نیتوں سے آگاہ ہے، اعمال کا محافظ ہے، سوائے اس کے جس کے حق میں کوئی صحیح حدیث آئی ہوئی ہے کہ ”وہ جنتی ہے“ اس کے حق میں یہ کہنا حق ہے بوجہ حدیث کی پیروی کرنے کے۔ نہ یہ کہ وہ افضل ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو اس کے اس طرح کی فضیلت میں شریک ہے، جس کو رسول اللہ نے کسی ایک صفت میں فضیلت دی اور اس کے حق میں اس (فضیلت) کی شہادت دے دی، جائز ہے کہ اس کو اس میں صاحب فضیلت کہا جائے، مگر دوسرے پر اس کو فضیلت نہ دی جائے (زبدہ ص ۱۸۰ و ۱۸۱)

جواب:

بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق کی تمام صحابہ سے فضیلت قطعی بالمعنی الاعم ہے، مگر قطعی بالمعنی الاعم اور ظنی کی دوسری قسم میں منافات نہیں ہے جیسا کہ فائدہ نمبر ۴ میں واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے قطعی کہنا بھی درست ہے اور ظنی کہنا بھی درست ہے۔ یعنی یہ مسئلہ قطعی کی دوسری قسم، قطعی بالمعنی الاعم اور ظنی کی دوسری قسم، ظنی بالمعنی الاخص ہے۔

الاتقی، وغیرہ آیا ہے! تو وہ محتمل تاویل ہے جس سے یقین کا افادہ نہیں ہوتا۔

ہاں! جب تمام دلیلوں کو ملا کر دیکھیں تو یقین کا افادہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسا بہت ہے کہ ہر دلیل اپنی جگہ مفید ظن ہے مگر دلیلوں کے مجموعہ سے یقین کا افادہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خبر متواتر میں ہوتا ہے، کیوں کہ آحاد سے تو ظن ہی کا افادہ ہوتا ہے مگر ان کا مجموعہ جب حد تواتر کو پہنچ جاتا ہے تو قطعی کا افادہ کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں ہے۔ کتاب ”ازالة الخفاء“ اور ”قرة العینین“ میں یہ مسئلہ اس بسط کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھ لینے کے بعد اس مسئلہ کی قطعیت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

رہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کی بات! تو بلاشبہ حضرت فاطمہ حضور ﷺ کا جز ہونے کی حیثیت سے خلفائے اربعہ سے بھی افضل ہیں۔ مگر یہ افضلیت کثرت ثواب کے اعتبار سے نہیں بلکہ نسب کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ علامہ مناوی ہی نے تحریر فرمایا ہے :

قال الشيخ شهاب الدين ابن حجر ان التفضيل لا ينحصر في زيادة الثواب، قال في المطامح ان الفضيلة رتبة ذاتية.. و فاطمة فضيلتها بالذات والاتصال وكذا سائر اولاده.. وذكر العليم العراقي ان فاطمة و اخاها ابراهيم افضل من الخلفاء الاربعة بالاتفاق.

ترجمہ: شہاب الدین ابن حجر نے فرمایا کہ افضلیت کثرت

ثواب ہی میں منحصر نہیں ہے۔ ”مطامح“ میں ہے کہ فضیلت ذاتی (نسبی) بھی ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ذات (نسب) اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال کی بنا پر ہے اور یہی حال حضور کی باقی اولاد میں بھی ہے۔ علیم الدین عراقی نے فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہ اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم (افضلیت ذاتی (نسبی) کی وجہ سے) بالاتفاق خلفائے اربعہ سے افضل ہیں۔

مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ”زبدۃ التحقیق“ میں ماسبق کے بغیر صرف اخیر کا ایک ٹکڑا نقل کر دیا گیا ہے۔ اور ایک اسی مقام پر منحصر نہیں، بلکہ اکثر مقام پر دیدہ یا نادیدہ ایسا ہی کیا گیا ہے۔

یوں ہی علامہ ابن عبد البر کی یہ عبارت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت مطلقہ سے متعلق نہیں ہے؛ کیوں کہ اس عبارت میں عقل و قیاس سے جاننے کی نفی اور قرآن و حدیث سے جاننے کا استثناء ہے۔ جب کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت مطلقہ عقل و قیاس سے نہیں، قرآن و احادیث اور فرامین اہل بیت و اجماع سے ثابت ہے، جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ ع: وآفته من الفهم السقیم۔



اعتراف (۱۱):

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ پر اجماع میں اختلاف صرف بد مذہبوں ہی کا نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے بعض افراد کا بھی ہے جیسا کہ منح الروض شرح فقہ اکبر للملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) ص ۳۴۲ میں ہے:

ولعله أراد بالاجماع اجماع أكثر اهل السنة والجماعة؛ لأن الاختلاف واقع بين علي وعثمان رضي الله عنهما عند بعض اهل السنة وان كان الجمهور على الترتيب المذكور۔

ترجمہ: غالباً انھوں نے اجماع سے اکثر اہل سنت والجماعت مراد لئے ہیں؛ کیوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان بعض اہل سنت کا اختلاف گزرا ہے اگرچہ جمہور اہل سنت کا موقف، خلافت کی مذکورہ ترتیب کے طور پر ہی ہے۔ (زبدہ ص ۲۶۹)

تو یہ اجماع اکثری ہو نہ کہ اجماع کلی۔ اور اجماع اکثری کو مسلک جمہور بھی کہتے ہیں۔ اسی لیے علامہ شعرانی نے ”ایواقیت والجواہر ص ۳۳۲ میں: اے مسلک جمہور سے تعبیر کیا ہے۔

انما قائلون بترتيب هؤلاء الخلفاء الاربعة كما عليه الجمهور۔

[ہم لوگ ان خلفاء اربعہ کی ترتیب کے قائل ہیں جیسا کہ

جمہور کا مذہب ہے۔ (زبدہ ص ۲۰۳)

جواب:

جس طرح لفظ اجماع کا اطلاق کبھی اہل قبلہ کی نسبت سے ہوتا ہے، تو کبھی اہل سنت کی نسبت سے، بلکہ کبھی اہل مذہب کی نسبت سے بھی۔ اسی طرح لفظ جمہور کا اطلاق بھی کبھی اہل قبلہ کی نسبت سے کیا جاتا ہے تو کبھی اہل سنت کی نسبت سے۔ بلکہ کبھی اہل مذہب کی نسبت سے بھی اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

جب اس کا اطلاق اہل قبلہ کی نسبت سے ہو تو اہل قبلہ کی غالب اکثریت یعنی اہل سنت مراد ہوتے ہیں۔ اور جب اہل سنت کی نسبت سے ہو تو اہل سنت کی غالب اکثریت مراد ہوتی ہے جیسا کہ فائدہ نمبر ۳ میں اس کی طرف واضح اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح جب اس کا اطلاق اہل مذہب کی نسبت سے کیا جاتا ہے تو اس سے مراد اہل مذہب کی غالب اکثریت ہوتی ہے۔

اس لیے جن حضرات نے اسے اجماعی کہا ہے۔ ان کی مراد اہل سنت کا اجماع ہے اور جنہوں نے اسے مسلک جمہور سے تعبیر کیا ہے، ان کی مراد جمہور مسلمین ہے۔

بلکہ حضرت شیخ محقق عبدالحق علیہ الرحمہ نے تکمیل الایمان ص ۴۸ پر فرمایا ہے:

جمہور ائمہ دریں اجماع نقل می کنند۔

[جمہور ائمہ حضرت صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع نقل کرتے

ہیں۔]

یعنی اختلاف کا تعلق اجماع سے نہیں بلکہ اجماع نقل کرنے والوں سے ہے۔ پہلے صحابہ کرام و تابعین عظام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے، اس کے بعد جمہور ائمہ نے اسے نقل کیا ہے، کیوں کہ جمہور ائمہ کو صحابہ کرام و تابعین عظام کے اجماع فرمانے کا علم قابل وثوق ذرائع سے ہو گیا۔ اور بعض ائمہ کو صحابہ کرام کے اجماع فرمانے کا علم قابل وثوق ذرائع سے نہیں ہو سکا، اس لیے انہوں نے اجماع نقل نہیں کیا۔ یاد رہے کہ عدم وجود، وجود عدم اور عدم علم، علم عدم نہیں ہوتا ہے۔ ہم فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۲ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ:

در ایں جا قاعدہ کلیہ ملحوظ نظر باید فرمود کہ در وقت اجماع و اتفاق اہل حل و عقد بر امرے از امور شرعیہ دلائل و ماخذ آں امر از طرق شتی و مسالک متعدده بر قلوب اہل عصر وارد می شود و بہیت مجموعیہ موجب تيقن و ظن غالب بحکم آں امر می شود۔ اگر از دیگر اں کہ در آں وقت حاضر نبوده اند ہر ہر ماخذ و دلیل را فردی فردی نظر کنند نزد ایشان موجب غلبہ ظن یا تيقن نمی شود۔ لیکن در حق ایشان اجماع منعقد در زمان سابق در دلیل بودن کفایت می کند۔ ازیں قاعدہ مسائل بسیارے بر آید۔ و اگر اہل زمان متاخر خواهند کہ سوائے اجماع دلیلے دیگر در اں مسائل پیدا کنند متخیر می شوند و ہر گز ایشان را بر و یقین میسر نمی شود؛ زیرا کہ دلائل و ماخذ اجماعیہ در ذہن ایشان فراہم نمی آیند و ترتیب زمانی سنوخ آں دلائل و ماخذ و قرآن را نمی توانند شناخت۔

ترجمہ: یہ قاعدہ کلیہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے کہ کسی امر شرعی

پر اہل حل و عقد کے اتفاق و اجماع کے وقت اس مسئلہ کے دلائل و ماخذ مختلف طریقوں اور متعدد انداز سے اہل عصر کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں اور مجموعی بہیت سے اس مسئلہ کے تيقن و ظن غالب کا موجب بن جاتے ہیں۔ اگر دوسرے حضرات اس وقت وہاں موجود نہ رہے ہوں اور ہر ہر دلیل و ماخذ پر فرداً فرداً نظر ڈالیں تو ان کے نزدیک غلبہ ظن یا تيقن کا موجب نہیں ہوگا۔ لیکن ان کے حق میں سابق میں منعقد شدہ اجماع دلیل کے لیے کافی ہوتا ہے۔ یہ وہ قاعدہ ہے جس سے بہت سے مسائل برآمد ہوتے ہیں۔ اگر متاخرین چاہیں کہ ان مسائل میں اجماع کے علاوہ دوسری دلیل پیدا کریں تو متخیرہ جائیں گے۔ انہیں ہر گز یقین میسر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ان کے ذہن میں اجماع کے دلائل و ماخذ ہی فراہم نہیں ہوں گے اور زمانی ترتیب ان کو ان دلائل و ماخذ کی اصل اور قرآن کی شناخت نہیں کرا پائے گی۔

پس صاحب یواقیت نے چوں کہ چاروں خلفاء کے مابین افضلیت کی بات کہی ہے جن میں سے حضرت عثمان غنی کا مولا علی سے افضل ہونا اہل سنت کا اجماعی نہیں، بلکہ جمہوری مسلک ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی علیہ الرحمۃ تکمیل الایمان ص ۷۴ میں فرماتے ہیں:

ومروی از امام مالک وغیروے توقف است میان عثمان و علی۔

از مالک پرسیدند کہ افضل امت بعد پیغمبر کیست؟ گفت: ابو

بکرثم عمر! گفتند: علی و عثمان را چه می گوئی؟ گفت: مقتدایان دین از آنها که مادر یافته ایم، هیچ را نیافته ایم که تفضیل گئے بر دیگرے می کرد از این دو۔

ترجمہ: امام مالک وغیرہ سے حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان توقف مروی ہے۔ چنانچہ امام مالک سے جب دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں افضل کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما! لوگوں نے پھر دریافت کیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کے تعلق سے کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ہم نے دین کے کسی مقتدا شخص کو حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتے نہیں پایا۔

تویہ اختلاف، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اجماع میں نہیں ہوا، بلکہ حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ کی فضیلت پر اجماع میں میں ہوا، دوسرے لفظوں میں اس پر جمہور مسلمین کا نہیں، جمہور اہل سنت کا اجماع ہوا جیسا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں:

لأن الاختلاف واقع بین علی و عثمان رضی اللہ عنہم عند بعض اهل السنة۔

ترجمہ: کیوں کہ فضیلت عثمان علی میں بعض اہل سنت کا اختلاف

ہے۔

اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بھی بعض اہل سنت کا اختلاف ہوتا، تو وہ صرف یہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتے کہ

”لأن الاختلاف واقع بین علی و عثمان رضی اللہ عنہم عند بعض اهل السنة۔“

[کیوں کہ بعض اہل سنت کے نزدیک عثمان ذوالنورین اور مولانا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان فضیلت کے بارے میں اختلاف ہے۔]

بلکہ یوں فرماتے:

”لأن الاختلاف واقع بینہم عند بعض اهل السنة۔“
[کیوں کہ بعض اہل سنت کے نزدیک ان حضرات صحابہ کے درمیان اختلاف واقع ہے]

نیز

گذشتہ صفحہ میں حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی علیہ الرحمۃ کی تکمیل الایمان ص ۴۷ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل ہو چکی ہے:

بیہقی در کتاب ”الاعتقاد“ می گوید کہ ابو ثور از شافعی روایت می کند کہ هیچ گئے از صحابہ و تابعین در تفضیل ابوبکر و عمر و تقدیم ایشان اختلافی نکرده، و اختلافی اگر هست، در علی و عثمان است۔ و بالجملہ قرار داد مشائخ اہل سنت بر آن است کہ در تقدیم ابوبکر و عمر بر سایر صحابہ و رعایت ترتیب میان ایشان اختلافی نیست۔

اعترض (۱۲):

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع بالمعنی الاعم یعنی اہل سنت کا اجماع ہے جس کا انکار گمراہی ہے تو جن حضرات نے اس اجماع کے خلاف کیا ہے، کیا وہ گمراہ ہیں؟

جواب:

جن صحابہ نے انعقاد اجماع کے وقت اختلاف کیا تھا، ان کے لیے گمراہی کا حکم نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ اختلاف انعقاد اجماع میں تھا۔ اجماع کو تسلیم نہ کرنے میں نہیں۔

فوائح الرحموت ج ۲ ص ۲۲۷، ۲۲۸ میں ہے :

قال: لا يلزم تضليل بعض الصحابة؛ لان رأيه كان حجة قبل حدوث الاجماع فحكمه كان عن دليل شرعي -
ترجمہ: اختلاف کرنے والے صحابہ کی تضلیل لازم نہیں آتی ہے؛ کیوں کہ ان کی اختلافی رائے تو انعقاد اجماع سے پہلے تھی جو ان کی نظر میں دلیل شرعی سے تھی۔

لہذا جن حضرات کو اجماع منعقد ہو جانے کا علم، قطعی بالمعنی الاعم کے ذریعہ سے نہ ہو، وہ اختلاف کریں تو ان پر گمراہی کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جائے گا، جب تک انہیں قطعی بالمعنی الاعم کے ذریعہ سے علم نہ ہو جائے۔ جیسے حرام قطعی بالمعنی الاخص ہونے کا علم کسی کو قطعی بالمعنی الاخص کے ذریعہ نہ ہو تو اس کی تکفیر نہیں

ترجمہ: امام بیہقی نے ”کتاب الاعتقاد“ میں لکھا ہے کہ امام ابو ثور علیہ الرحمہ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی ایک صحابی یا تابعی کا بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔ بالجملہ! مشائخ اہل سنت کی قرارداد، اس پر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باقی صحابہ پر افضلیت اور ان حضرات کے درمیان ترتیب کی رعایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اب اگر صاحب یواقیت یہاں اجماع کا لفظ استعمال کرتے تو چاروں کے مابین افضلیت کی بات ایک ہی درجہ کی اجماعی سمجھی جاتی جو خلاف واقع ہے؛ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا جمہور اہل سنت کا مسلک، سارے اہل سنت کا اجماعی نہیں۔ اس لیے امام شعرانی نے جمہور کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ بات خلاف واقع نہ ہو۔



اعتراض (۱۳):

صواعق محرقة میں ہے کہ:

ورد فی ابی بکرو غیرہ کعلی نصوص متعارضة یا قی
بسطها فی الفضائل وہی لا تغید القطع؛ لانہا باسرها
آحاد وظنیۃ الدلالة مع كونها متعارضة ایضا لیس
الاختصاص بکثرة اسباب الثواب موجبا لزیادة
مستلزمة للافضلیة قطعاً بل ظناً؛ لانه تفضل من الله،
فله ان لا یثیب المطیع و یثیب غیرہ، وثبوت الامامة
وان کان قطعياً لا یغید القطع بالافضلیة بل غایتہ
الظن۔

ترجمہ: جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے کے درمیان
مثلاً علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، نصوص متعارضہ وارد ہوئی ہیں اور وہ
نصوص کسی کی بھی افضلیت کے بارے میں قطعیت کا فائدہ نہیں
دیتیں، کیوں کہ وہ ساری اخبار واحدہ ہیں اور ظنی الدلالة ہیں۔
باوجودے کہ وہ نصوص متعارض بھی ہیں۔ اور ثواب کے اسباب
کی کثرت کے ساتھ مخصوص ہونا کسی زیادتی فضیلت کو قطعی طور
پر لازم نہیں کرتا، بلکہ ظنی طور پر لازم کرتا ہے؛ کیوں کہ ثواب
اللہ کا فضل ہے، اس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ مطیع
کو ثواب نہ دے اور کسی دوسرے کو ثواب دے دے

ہوتی ہے۔

فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۰۱ میں ہے:

لا یکفی فی الکفر بالانکار ان یقول لہ شخص او اشخاص
لم یبلغوا عدد التواتر: هذا واجب، او حلال، او حرام،
بل لا بد ان یتواتر عنده ذلك فاذا تواتر عنده کفر
بالشک او الانکار۔

ترجمہ: ایک شخص یا عدد تواتر سے کم چند اشخاص ہی کسی کو یہ
بتائیں کہ یہ چیز فرض یا حلال یا حرام ہے اور وہ نہ مانے تو کافر
نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کفر کے لیے بطور تواتر یعنی قطعی بالمعنی
الاخص ثبوت ضروری ہے۔ ہاں! کوئی بات کسی کے نزدیک
بطور تواتر ثابت ہو پھر وہ شک یا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔

ہاں! قطعی بالمعنی الاعم کے ذریعے سے اجماع کا علم ہو جانے کے بعد کوئی
انکار کرے تو اس کے لیے گمراہی کا حکم ہوگا۔ کما مر۔



اور امامت کا ثبوت اگر چہ قطعی ہے تاہم افضلیت کے قطعی ہونے کے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کی انتہا ظن ہے۔ (زبدہ ص ۲۲)

جس کی انتہا ظن ہو وہ قطعی کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب:

یہ صاحب صواعق محرقہ نے اپنی بات نہیں کہی ہے بلکہ دوسرے کا قول نقل کیا ہے، بلاشبہ صرف نصوص کو دیکھیں تو وہ یقین کا افادہ نہیں کرتی ہیں مگر جب ان کے ساتھ قرآن کو ملاحظہ کریں تو حضرت صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور اجماع کو بھی ملا لیں تو قطعی بالمعنی الاعم ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی ”فتاویٰ عزیزی“ کے حوالے سے یہ عبارت نقل کر چکے ہیں:

فضیلت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قطعی است و آنچہ بعضے نوشتہ اند، چنانچہ امام رازی و آمدی وغیرہا من علماء الکلام نیز صحیح و درست است۔ تفصیلش آنکہ نظر بہر یک از ادلہ تفصیل ظنی است زیرا کہ خبر آحاد مفید ظن است و آنچہ در کلام اللہ تعالیٰ کہ متواتر است واقع شدہ مثل ”لایاتل اولو الفضل منکم“ و ”سیجنہا الاتقی“ وغیرہ ذالک محتمل التاویل است فلا یفید القطع۔ اما چون مجموعہ ادلہ را من حیث المجموع ملاحظہ کردہ شود مفید قطع۔ و بسا است کہ ہر دلیل مفید ظن گردد و مجموع دلائل مفید قطع می گردد کما فی الخبر المتواتر فان

الاحاد لا یفید الا الظن و مجموعہا اذا بلغت حد التواتر یفید القطع۔ کذا ہذا۔ در کتاب ازالۃ الخفا و قرۃ العینین بسط این مقام بوجہ واقع شدہ کہ بعد از عبور براں ہیچ شبہہ در قطعیت نمی ماند۔

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر کی افضلیت قطعی ہے۔ بعض علما جیسے آمدی وغیرہ نے جو ظنی لکھا ہے، وہ بھی صحیح ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلسلے کی ہر ایک دلیل فی نفسہ ظنی ہے؛ کیوں کہ اخبار آحاد ظنی ہوتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ کلام اللہ تو متواتر ہے اس میں جو ”لایاتل اولو الفضل منکم“ اور ”سیجنہا الاتقی“ وغیرہ آیا ہے! تو وہ محتمل تاویل ہے جس سے یقین کا افادہ نہیں ہوتا۔ ہاں! جب تمام دلیلوں کو ملا کر دیکھیں تو یقین کا افادہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسا بہت ہے کہ ہر دلیل اپنی جگہ مفید ظن ہے مگر دلیلوں کے مجموعہ سے یقین کا افادہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خبر متواتر میں ہوتا ہے؛ کیوں کہ آحاد سے تو ظن ہی کا افادہ ہوتا ہے مگر ان کا مجموعہ جب حد تواتر کو پہنچ جاتا ہے تو قطعی کا افادہ کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں ہے۔ کتاب ”ازالۃ الخفا“ اور ”قرۃ العینین“ میں یہ مسئلہ اس بسط کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھ لینے کے بعد اس مسئلہ کی قطعیت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا۔

نیز یہ ارشاد بھی:

درائیں جا قاعدہ کلیہ ملحوظ نظر باید فرمود کہ در وقت اجماع و اتفاق اہل حل و عقد بر امرے از امور شرعیہ دلائل و مآخذ آں امر از طرق شتی و مسالک متعدده بر قلوب اہل عصر وارد می شود و بہیئت مجموعیہ موجب تيقن و ظن غالب بحکم آں امر می شود۔ اگر از دیگر اں کہ در آں وقت حاضر نبوده اند ہر ہر مآخذ و دلیل را فردی فردی نظر کنند نزد ایشان موجب غلبہ ظن یا تيقن نمی شود۔ لیکن در حق ایشان اجماع منعقد در زمان سابق در دلیل بودن کفایت می کند۔ ازیں قاعدہ مسائل بسیارے بر آید۔ و اگر اہل زمان متاخر خواهند کہ سوائے اجماع دلیلے دیگر در اں مسائل پیدا کنند متخیر می شوند و ہرگز ایشان را برویقین میسر نمی شود؛ زیرا کہ دلائل و مآخذ اجماعیہ در ذہن ایشان فراہم نمی آیند و ترتیب زمانی سنوخ آں دلائل و مآخذ و قرآن را نمی توانند شناخت۔

ترجمہ: یہ قاعدہ کلیہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے کہ کسی امر شرعی پر اہل حل و عقد کے اتفاق و اجماع کے وقت اس مسئلہ کے دلائل و مآخذ مختلف طریقوں اور متعدد انداز سے اہل عصر کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں اور مجموعی ہیئت سے اس مسئلہ کے تيقن و ظن غالب کا موجب بن جاتے ہیں۔ اگر دوسرے حضرات اس وقت وہاں موجود نہ رہے ہوں اور ہر ہر دلیل و مآخذ پر فردی فردی نظر ڈالیں تو ان کے نزدیک غلبہ ظن یا تيقن کا موجب نہیں ہوگا۔ لیکن ان کے لیے سابق میں منعقد شدہ اجماع دلیل

کے لیے کافی ہوتا ہے۔ یہ وہ قاعدہ ہے جس سے بہت سے مسائل برآمد ہوتے ہیں۔ اگر متاخرین چاہیں کہ ان مسائل میں اجماع کے علاوہ دوسری دلیل پیدا کریں تو متخیر رہ جائیں گے۔ انہیں ہرگز یقین میسر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ان کے ذہن میں اجماع کے دلائل و مآخذ ہی فراہم نہیں ہوں گے اور زمانی ترتیب ان دلائل و مآخذ کی اصل اور قرآن کی شناخت نہیں کرا پائے گی۔



(النحل: ۴۳)۔ فالبحث الذی لا یعرف اصول الفقہ وقواعده، والفقہ الحافظ للفروع الذی لا یعرف احادیث الاحکام، والاصولی الذی لا یعرف أدلة الاحکام لا یعتد بقولهم فی الاجماع۔

ترجمہ: عوام کو مجتہدین کی پیروی کرنے کا حکم ہے؛ جیسا کہ ارشاد باری ہے: جس شرعی مسئلہ کا حکم نہیں جانتے ہو جاننے والے (مجتہدین) سے پوچھو۔ لہذا جس محدث کو فقہ کے اصول وقواعد معلوم نہ ہوں، یا احکام فرعیہ کے جائز کار جس فقیہ کو ان احادیث کی معرفت نہ ہو جن احادیث سے شرعی احکام مستنبط ہوتے ہیں، ایسے ہی جس اصولی کو احکام شرعیہ کے دلائل کی معرفت نہ ہو، اجماع میں ان کی بات کا اعتبار نہیں۔



اعترض (۱۴):

حضرت صدیق اکبر کی امامت پر اس لیے اجماع منعقد ہو گیا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے اجتہاد کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے مفاد یعنی حب سیادت کی بنا پر اختلاف کیا تھا۔ مگر آپ کی افضلیت کے بارے میں تو بعض صحابہ وتابعین کا اختلاف کسی دنیوی مفاد کی بنا پر نہیں ہے تو پھر کیسے اجماع کا انعقاد مانا جائے؟

جواب:

جن حضرات صحابہ وتابعین کا بظاہر اختلاف ملتا ہے وہ افضلیت جزئیہ کے بارے میں ہے، افضلیت مطلقہ کے بارے میں نہیں۔ جب کہ کسی کے لیے افضلیت جزئیہ کا ثبوت دوسرے کے لیے افضلیت مطلقہ کے ثبوت کا منافی نہیں جیسا کہ بار بار بیان ہو چکا ہے۔

اور اگر کوئی افضلیت مطلقہ ہی میں اختلاف کا مدعی ہو تو اس کے ذمہ لازم ہوگا کہ پہلے وہ اس سلسلہ میں نقل صریح پیش کرے، پھر یہ بھی ثابت کرے کہ اختلاف کرنے والے حضرات مجتہد تھے؛ کیوں کہ صحابیت وتابعیت کی لاکھ شرافت و فضیلت کے باوجود غیر مجتہد صحابہ وتابعین کے اختلاف سے انعقاد اجماع میں فرق نہیں پڑتا ہے۔

اصول الفقہ للعیاض، ج ۱، ص ۱۳۴ میں ہے:

لکن لما کان العوام مأمورین باتباع العلماء؛ لقوله

تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اعترض (۱۵):

علامہ ابن عبد البر نے امام مالک کا یہ قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

قول مالك هذا يدل على انه لم يصح عنده حديث نافع عن ابن عمر: كنا نفاضل على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فنقول: ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم نسكت فلا نفضل احدا، وكان افهم الناس لنافع واعلمهم بحديثه وكان نافع عنده احد الذين يقتدى بهم في دينه، فلو كان هذا الحديث عنده صحيحا من حديث نافع عن ابن عمر ما قال قوله هذا۔

ترجمہ: امام مالک کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے (یہ بتاتا ہے) کہ ان کے نزدیک نافع رضی اللہ عنہ کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح نہیں: ”ہم حضور علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں افضلیت دیا کرتے تھے اور کہا کرتے: ابو بکر پھر عمر پھر عثمان (رضی اللہ عنہم) پھر چپ کر جایا کرتے تھے اور کسی کو فضیلت نہیں دیا کرتے تھے“، حالاں کہ وہ نافع کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور ان کی حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور نافع ان کے نزدیک ان لوگوں میں سے تھے جن کی دین میں پیروی کی جایا کرتی تھی۔ اگر یہ

حدیث ان کے نزدیک نافع سے صحیح ہوتی اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح ہوتی تو امام مالک یہ جملہ کبھی نہ بولتے۔ (زبدہ ص ۱۸۴ و ۱۸۵)

جواب:

حضرت ابن عمر کی روایت کردہ حدیث کے اس ٹکڑے ”ثم عثمان ثم نسكت فلا نفضل احدا“ [افضلیت کے تعلق سے عثمان کے بعد کسی اور کا نام نہیں لیتے] اور امام مالک کے فرمان: ”میں نے کسی بھی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا جس کی دین میں پیروی کی گئی ہو، کہ وہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہو“ میں بظاہر جو تعارض ہے، اس کو دفع کرنے کے لیے امام عبد البر اپنی سمجھ کے مطابق یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ ”امام مالک کے نزدیک اس حدیث کا یہ ٹکڑا صحیح نہیں ہوگا۔ اگر وہ اس ٹکڑے کو صحیح سمجھتے تو کیسے یہ فرماتے کہ ”میں نے کسی بھی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا جس کی دین میں پیروی کی گئی ہو، کہ وہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہو“۔

اگر امام ابن عبد البر کی عبارت کا یہ مطلب جو یہ فقیر عرض کر رہا ہے، نہ ہو، بلکہ یہ مطلب ہو کہ حضرت ابن عمر کی روایت کردہ پوری حدیث ہی امام مالک کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ تو امام مالک پر صریح تضاد بیانی کا الزام ہوگا کہ ایک طرف تو وہ ”مدونہ“ میں یہ فرماتے ہیں کہ:

(۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں کوئی

شک ہی نہیں۔

(۲) وقد روى عن مالك رحمه الله: تقديم الشيخين:

ابي بكر وعمر رضي الله عنهما من رواية ابن القاسم وغيره.

ترجمہ: ابن القاسم وغیرہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ شیخین یعنی ابوبکر و عمر تمام صحابہ سے مقدم ہیں۔

(۳) الاستذکار، ج ۱۴ ص ۲۴۲ میں ہے:

عن عبد العزيز بن ابي الحازم: سئلت مالكا فيما بيني

وبينه: من تقدم بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟

قال: اقدم ابابكر وعمر. قال: ولم يزل على هذا.

ترجمہ: عبدالعزیز بن ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے گفتگو کے

درمیان امام مالک سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد

صحابہ میں کن کو مقدم مانتے ہیں؟ امام مالک نے جواب دیا:

ابوبکر اور عمر کو۔ عبدالعزیز بن ابوحازم کہتے ہیں: امام مالک اسی

موقف پر زندگی بھر قائم رہے۔ (ایضاً)

دوسری طرف یہ فرماتے ہیں:

”میں نے کسی بھی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا جس کی دین میں

پیروی کی گئی ہو کہ وہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں سے کسی

ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہو۔“

اس لیے امام مالک کے اس فرمان کا مطلب یہی ہے جو اس فقیر نے عرض

کیا:

”حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سلسلے میں ہمارا اور

ہمارے شیوخ کا کف لسان ہے۔“

اس سے ابن عمر کی روایت کردہ پوری حدیث بھی صحیح قرار پا جاتی ہے اور امام

مالک پر تضاد بیانی کا الزام بھی نہیں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود علامہ ابن عبد البر

نے اس کے بعد اہل سنت کے ارباب فقہ و حدیث کا مسلک ان لفظوں میں بیان

کیا ہے:

جماعة اهل السنة وهم اهل الفقه والآثار على تقديم ابي بكر

وعمر وتولى عثمان و علي و جماعة اصحاب النبي عليه السلام و

ذكر محاسنهم ونشر فضائلهم والاستغفار لهم.

ترجمہ: جماعت اہل سنت کے ارباب فقہ و حدیث کا مسلک

ابوبکر و عمر کی تقدیم اور عثمان و علی نیز اصحاب نبی کی جماعت سے

محبت اور ان کے محاسن کا ذکر، فضائل کی تشہیر اور ان کے لیے

دعاے مغفرت کرنا ہے۔

اور اخیر میں فرمایا ہے:

وهذا هو الحق الذي لا يجوز عندنا خلافة. والحمد لله!

ترجمہ: الحمد للہ! ہمارے نزدیک یہی مسلک حق ہے جس کے

خلاف عقیدہ رکھنا درست نہیں۔

الغرض! امام مالک کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جن کی افضلیت پر اجماع و اتفاق ہے، ان کو چھوڑ کر باقی

عشرہ مبشرہ کے افراد میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا ہوں؛ کیوں کہ یہ علم

اللہ ہی کو ہے جسے اور کوئی نہیں جانتا۔ میرے مدینہ کے شیوخ کا بھی یہی خیال تھا

اعتراض (۱۶):

فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳ ص ۲۳۲ میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

اول من اشفع له يوم القيامة من امتي اهل بيتي ثم الاقرب فالاقرب من قریش، ثم الانصار، ثم من آمن بي واتبعني من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع له ولا افضل۔

ترجمہ: جس کی قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کروں گا میری امت میں سے وہ میری اہل بیت ہے۔ پھر اس کے بعد قریش میں سے جو میرے زیادہ قریبی ہوں گے، پھر ان کے بعد جو زیادہ قریبی ہوں گے۔ اس کے بعد انصار کی شفاعت کروں گا پھر اس کے جو میرے اوپر ایمان لایا اور میری پیروی کی اہل یمن سے، اس کی شفاعت کروں گا پھر سارے عرب کی کروں گا پھر عجمیوں کی کروں گا اور جس کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہوگا۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل، حضرت علی ہوں؛ کیوں کہ وہی اہل بیت سے ہیں نہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما؟

۔ جس کا ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے جو خود ”زبدہ“ ہی کے ص ۲۴۳ پر الاستذکار ج ۱۴: ص ۲۴۰ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

روی سحنون عن ابن القاسم من كتاب الديات من المدونة قال: سمعت مالكا وسئل عن علي و عثمان، فقال: ما دركت احدا اقتدى به في دين يفضل احدهما على صاحبه۔

ترجمہ: سحنون نے ابن قاسم سے ”مدونہ“ کی کتاب الديات سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے امام مالک کو سنا جب کہ ان سے علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے کسی بھی ایسے آدمی کو جس کی دین میں پیروی کی گئی ہو نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہو۔

یہاں حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہما کا نام لے کر سوال تھا، اس لیے امام مالک نے ان دونوں ہی کے تعلق سے فرمایا کہ: ما درکت احدا اقتدى به في دين يفضل احدهما على صاحبه۔ [میں نے کسی بھی ایسے آدمی کو جس کی دین میں پیروی کی گئی ہو نہیں دیکھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہو۔]

رہی بات جعفر طیار کی فضیلت کی! تو یہ بھی فضیلت جزئی ہی کی بات ہے جیسا کہ ہم ماقبل میں عرض کر آئے۔



حدیث ضعیف کا رآمد نہیں۔ جیسا کہ ”زبدۃ التحقیق“ میں بھی ہے کہ:
افضلیت، عقائد کا مسئلہ ہے جس میں دلیل ظنی قابل قبول نہیں۔ (زبدہ

(۳۵۷)



جواب:

یہ حدیث ضعیف ہے۔

علامہ مناوی نے فیض القدیر ج ۳ ص ۹۱ میں لکھا ہے:

قال الهیثمی: وفيه من لم اعرفهم، ورواه الدارقطني في
الأفراد عن أبي الربيع الزهراني، عن حفص بن داؤود،
عن ليث، عن مجاهد، عن ابن عمر، قال الدارقطني: تفرد
به حفص عن ليث انتهى، وحكم ابن الجوزي بوضعه و
قال: ليث ضعيف وحفص كذاب وهو المتهم به
انتهى۔

ترجمہ: امام ہیثمی نے فرمایا ہے: اس حدیث کے راویوں میں
کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔ دارقطنی نے یہ
حدیث افراد میں ابوریع زہرانی سے، انہوں نے حفص بن داؤد
سے، انہوں نے لیث سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے
ابن عمر سے روایت کر کے فرمایا کہ لیث سے روایت کرنے
میں حفص منفرد ہیں اور ابن جوزی نے تو اس حدیث پر موضوع
ہونے کا حکم لگا دیا ہے اور کہا ہے کہ لیث ضعیف ہے اور حفص
بہت زیادہ غلط روایت کرنے والا اور کذب سے متہم ہے۔

اور حدیث ضعیف فضائل کے سلسلے میں تو کارآمد ہے اور امام احمد رضا نے
اسے فضائل ہی میں بیان کیا ہے۔ جب کہ افضلیت باب عقائد سے ہے جس میں

جواب :

قرآن کریم کا ارشاد ہے: ”فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره“ [جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے، اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے، اسے دیکھے گا]

قیامت میں کن کن باتوں سے متعلق سوال ہوگا اور کن کن باتوں سے سوال نہیں ہوگا؟ اس پر کن کن کتابوں میں علما کا اجماع بیان کیا گیا ہے؟۔ نیز قیامت یا قبر میں خلافت کے بارے میں بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو یہ کس کتاب میں ہے؟ کیوں کہ خلافت کے لیے قریشی ہونے کی شرط پر اجماع قطعی کی بات تو زبدہ میں بھی کہی گئی ہے۔



اعترض (۱۷):

جب قبر یا حشر میں یہ سوال ہوگا کہ کون افضل ہے اور کون مفضول؟ تو یہ عقیدہ اجماعی اور ضروری کیسے ہو سکتا ہے؟ علامہ ابن عبد البر تو فرماتے ہیں:

قد اجمع علماء المسلمين ان الله تعالى لا يسأل عباده يوم الحساب ”من افضل عبادي“، ولا هل فلان افضل من فلان، ولا ذلك مما يسأل عنه احد في القبر ولكن رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) قدم مدح خصالا وحمدا ووصافا من اهتدى اليها حاز الفضائل۔

ترجمہ: علمائے اسلام نے اس پر اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے سوال نہیں کرے گا ”میرے بندوں میں سے سب سے افضل کون ہے؟“، اور نہ ہی یہ سوال ہوگا ”کیا فلاں فلاں سے افضل ہے؟“، اور نہ ہی یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں قبر میں سوال ہوگا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ساری عادات (صفات) کی تعریف فرمائی ہے (انھیں) سراہا ہے، جو ان کی طرف راہ یاب ہو جائے گا وہ فضائل حاصل کر لے گا۔ (زبدۃ التحقيق ص ۱۸۳)

اعتراض (۱۸):

تفضیل میں کلام کرنا تو ایک مسئلہ اجتہادیہ ہے۔ جو اس میں خطا کرنے والے کو اس باب میں فسق تک نہیں پہنچاتا (زبدہ ص ۲۶)

جواب:

مسئلہ تفضیل، اجماع سے پہلے اجتہادیہ تھا اور کوئی مسئلہ جب تک اجتہادیہ رہے، کوئی مجتہد اس میں خطا کرے تو وہ، اور ان کی تقلید میں جو، اس پر عمل کریں فاسق نہیں کہلائیں گے۔ مگر جب اس پر اجماع ہو جائے تو اب وہ اجتہادیہ نہیں رہتا ہے اور اس کا خلاف کرنے والے، مدارج اجماع کے مطابق تفسیق و تفضیل کے مستحق ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خلافت کے مسئلہ میں قریشی ہونے کی شرط پر حدیث پاک: ”الائمة من قریش“ خبر واحد تھی۔

شرح مواقف ۷۳۷ میں ہے:

قوله عليه السلام: ”الائمة من قریش“ خبر واحد۔

[حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”قریشی ہی ائمہ ہوں گے“ خبر واحد ہے۔

اور خبر واحد کا ظنی اور اجتہادی ہونا متفق علیہ ہے۔

مگر جب اسی خبر واحد کے مضمون پر اجماع ہو گیا تو اب یہ شرط ظنی نہیں بلکہ قطعی بالمعنی الاعم ہو گئی۔ جس کے مزید حوالے فائدہ نمبر ۱ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔



اعتراض (۱۹):

مجتہد فیہ تو اس مسئلہ کو کہتے ہیں کہ جس پر کتاب و سنت میں کوئی بھی دلیل نہ ہو؟ (زبدہ ص ۲۸)

جواب:

جی نہیں، یہ بات صحیح نہیں کہ جس پر کتاب و سنت میں کوئی بھی دلیل نہ ہو، وہ مجتہد فیہ ہوتا ہے؛ کیوں کہ جس پر کتاب و سنت میں کوئی بھی دلیل نہ ہو، وہ تو بدعت سیئہ ہے۔ واضح رہے کہ اباحت پر بھی قرآن و حدیث ہی میں دلیل موجود ہے۔ مجتہد فیہ مسئلہ کی تعریف یہ ہے کہ مجتہد کی نظر میں اس پر دلیل قطعی نہ ہو۔

فوائح الرموت ج ۲ ص ۵۴۳ میں ہے:

المجتہد فیہ کل حکم شرعی لیس فیہ دلیل قطعی۔

مجتہد فیہ ہر وہ شرعی مسئلہ ہے جس کے بارے میں دلیل قطعی

موجود نہ ہو۔

بحر الرائق ج ۶ ص ۴۵، ۴۶ کتاب القضا میں ہے:

المجتہد فیہ وہو حکم شرعی ظنی علیہ۔

[مجتہد فیہ اس حکم شرعی کو کہتے ہیں جو قطعی نہیں، ظنی ہو۔]

رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۰ میں مکتبہ نعمانیہ ہے:

(لانہ مجتہد فیہ) ای: موضع اجتہاد صحیح بمعنی اُنہ
یسوغ فیہ الاجتہاد: لانہ لم یخالف کتاباً و لاسنة
مشہورۃ ولا اجماعاً۔
[مجتہد فیہ مسئلہ سے مراد وہ مختلف فیہ مسئلہ ہے جس میں اختلاف
کے لئے اجتہاد صحیح کی گنجائش ہوتی ہے۔ بہ لفظ دیگر جو مسئلہ
کتاب، سنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف نہ ہو]
اور مقلدین محض خواہ محققین ہی کیوں نہ ہوں، ان کے حق میں مجتہد فیہ وہی
مسئلہ ہے جو ائمہ اربعہ کا متفقہ نہ ہو۔ جس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو جائے
اگر وہ پہلے مجتہد فیہ بھی ہو تو اب مجتہد فیہ نہیں رہے گا۔
الاشباہ والنظائر ج ۱ ص ۲۹۹ میں ہے:

ما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع، وان كان فيه
خلاف لغيرهم، فقد صرح في التحرير أن الاجماع انعقد
على عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة۔
ترجمہ: دوسروں کے اختلاف کے باوجود ائمہ اربعہ کا اتفاق
اجماع ہے اور اس کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے چنانچہ
”تحریر“ میں اس بات کی صراحت ہے کہ ائمہ اربعہ کے
مخالف مذہب پر عمل نہ کرنے کے سلسلہ میں اجماع ہے۔
فتح القدیر کے مصنف حضرت علامہ ابن ہمام، جو صاحب تخریج و ترجیح ہیں،
انہوں نے بھی مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد اپنا نظریہ یہی بتایا ہے:
عندی ان لهذا لا يعول عليه، فان صح ان مالكا و ابا

حنيفة والشافعي مجتهدون، فلا شك في كون المحل
اجتهدادياً، والا فلا۔ ولا شك انهم اهل اجتہاد و رفعة۔
ترجمہ: میرے نزدیک یہ بات قابل قبول نہیں کہ مسئلہ صحابہ
کرام کے درمیان مختلف فیہ رہا ہو تبھی مجتہد فیہ مانا جائے گا؛
کیوں کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی بھی بلاشبہ
مجتہد ہیں۔ اور جب یہ حضرات مجتہد ہیں، تو جس مسئلہ میں ان
حضرات کا اختلاف ہو، اس مسئلہ کے تعلق سے بھی مانا جائے گا
کہ وہ مجتہد فیہ ہے۔ اور جس مسئلہ میں ان حضرات کا اتفاق
ہو جائے وہ مجتہد فیہ نہیں رہے گا (ج ۷ ص ۲۸۳)
ہدایہ آخرین ج ۳ ص ۱۲۵ میں ہے:

فيما اجتمع اهل الجمهور لا يعتبر مخالفة البعض و ذلك
خلاف وليس باختلاف، والمعتبر الاختلاف۔
ترجمہ: اہل جمہور کے بالمقابل بعض حضرات کی مخالفت کا اعتبار
نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ یہ خلاف ہے، اختلاف نہیں اور
اعتبار تو اختلاف کا ہوتا ہے۔
الدر المختار میں ہے:

الاصل ان القضاء يصح في موضع الاختلاف لا الخلاف
والفرق ان للاول دليلاً للثاني۔
ترجمہ: اصل یہ ہے کہ موضع اختلاف میں قضا صحیح ہوتی ہے،
موضع خلاف میں نہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ موضع

اختلاف میں دلیل ہوتی ہے، موضع خلاف میں دلیل نہیں ہوتی۔

اس کے تحت رد المحتار ج ۴ ص ۳۳۱ میں ہے:

و المراد أنه خلاف لادلیل له بالنظر للمخالف و الا فالتقابل اعتماد دليلا۔

ترجمہ: دلیل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مخالف کی نظر میں وہ، قابل قبول دلیل نہیں ہوتی ہے ورنہ قائل تو اسے قابل قبول دلیل سمجھ کر ہی اس پر اعتماد کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خلافت کبریٰ کے لیے قریشی ہونے کی شرط سے متعلق حدیث: **الائمة من قریش**۔ جو اصل کے اعتبار سے خبر واحد اور ظنی تھی جس سے ثابت شدہ مسئلہ مجتہد فیہ ہوتا ہے مگر جب اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تو اب وہ ظنی اور مجتہد فیہ نہیں رہا، قطعی ہو گیا۔ جس کے قطعی ہونے کا اقرار ”زبدۃ التحقیق“ میں بھی کیا گیا ہے:

چنانچہ ص ۳۵ میں لکھا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **الائمة من قریش**۔ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق قریشی ہونے پر خلافت کا انحصار ہوا۔



اعتراض (۲۰):

فضیلت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں۔ ان کا سنیت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں۔ (زبدہ ص ۱۹) فضل کلی و فضل جزئی، افضلیت مطلقہ کی اصطلاحیں وضع کر لی ہیں۔ (زبدہ ص ۲۰)

جواب:

پہلی بات یہ ہے کہ اعتبار کسی چیز کی حقیقت و اصلیت کا ہوتا ہے، اصطلاحات کا نہیں؛ کیوں کہ حقیقت و اصلیت ہمیشہ پہلے سے ہوتی ہیں اور اصطلاحیں ان کے مطابق بعد میں وضع کی جاتی ہیں۔ احکام شرعیہ کی اصطلاحیں: فرض، واجب، وغیرہ۔ علم حدیث کی اصطلاحیں: صحیح، حسن، غریب، منکر، شاذ وغیرہ، اصول فقہ کی اصطلاحیں: عام، خاص، ظاہر، نص، مفسر، محکم، حقی، مشکل، مجمل، متشابہ، عبارة النص، اشارة النص، دلالة النص، اقتضاء النص وغیرہ۔ اسی طرح علم نحو کی اصطلاحیں: فاعل، مفعول، حال، ذوالحال وغیرہ بھی تو بعد کی وضع کردہ ہیں۔ تو کیا یہ مانا جائے کہ سنیت سے ان چیزوں کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔

رہی یہ بات کہ فضیلت مطلقہ کی اصطلاح، بعض متاخرین ہند کی اختراع ہے! تو عرض ہے کہ: کسی بھی چیز کے تین درجے ہوتے ہیں:

(۱) لا بشرط شئی۔ (۲) بشرط شئی۔ (۳) بشرط لا شئی۔

لا بشرط شئی کو مطلق شئی سے تعبیر کرتے ہیں جیسے وہ تصور جو بمعنی علم

ملاحسن ص ۲۲ : میں ہے:

ان المقسم هي الطبيعة من حيث هي هي، ويعبر عنها
بمطلق الشيء لا الشيء المطلق. اعني الطبيعة من حيث
العموم.

ترجمہ: طبیعت من حیث ہی ہی مقسم ہے جس کی تعبیر مطلق
شئی سے کی جاتی ہے، شئی مطلق سے نہیں، یعنی جو طبیعت من
حیث العموم ہو۔

حاشیہ میں ہے :

الفرق بينهما ان مطلق الطبيعة عبارة من نفسها مع
عزل اللحظ عن العوارض حتى عن الاطلاق ايضا.
والطبيعة المطلقة عبارة عن الطبيعة الملحوظة مع
العموم والاطلاق لا بان يكون الاطلاق جزء.

ترجمہ: مطلق طبیعت اور طبیعت مطلقہ میں فرق یہ ہے کہ مطلق
طبیعت سے مراد ذات شے ہوتی ہے جس میں عوارض حتی کہ
اطلاق بھی ملحوظ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف طبیعت مطلقہ اس
طبیعت کو کہتے ہیں جس میں عموم و اطلاق ملحوظ ہوتا ہے۔ اگرچہ
اطلاق اس کا جز نہیں ہوتا ہے۔

یعنی دونوں کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ مطلق شئی عام اور شئی
مطلق خاص ہے۔

بدائع الفوائد مکمل لابن القيم (م ۷۵۱ھ) ص ۱۳۲۳ : تا ۱۳۲۷ میں ہے :

ہے۔

مطلق تصور کی دو قسمیں ہیں : تصور اور تصدیق۔

جو تصور، تصدیق کا قسم اور اس کا مقابل ہے، وہ بشرط لاشئی ہوتا ہے
اور جو تصور، تصدیق کے لیے شرط یا اس کا جز ہے وہ بشرط شئی ہوتا ہے۔
آٹھویں صدی ہجری کے عظیم محقق علامہ قطب الدین شیرازی شرح شمسہ
معروف بہ قطبی ص ۸ میں فرماتے ہیں:

ان الحضور الذهني مطلقاً هو نفس العلم، والتصور اما
ان يعتبر بشرط شيء اي : الحكم ويقال له التصديق،
او بشرط لاشئ اي : عدم الحكم ويقال له التصور
الساذج، اول بشرط شئ وهو مطلق التصور، فالبقابل
للتصديق هو التصور بشرط لاشئ، و المعتبر في
التصديق شرطاً او شرطاً هو التصور لا بشرط شيء فلا
اشكال.

ترجمہ: مطلقاً حضور ذہنی جو نفس علم و تصور ہے اگر اس میں بشرط
شئی یعنی حکم کا اعتبار کیا جائے تو اسے تصدیق کہیں گے، اور
بشرط لاشئی یعنی عدم حکم کا اعتبار کیا جائے تو اسے تصور ساذج
کہیں گے۔ اور لا بشرط شئی کا اعتبار کیا جائے تو اسے مطلق تصور
کہیں گے۔ تصدیق کا مقابل وہ تصور ہے جو بشرط لاشئی
ہے۔ جب کہ تصدیق میں اعتبار بشرط شئی کا ہے۔ لہذا کوئی
اشکال نہیں۔

والفرق بینہما من وجوہ:

احدها: ان الامر المطلق لا ینقسم الی امر الندب وغیرہ، فلا یکون موردا للتقسیم، ومطلق الامر ینقسم الی امر ایجاب، وامر ندب، فمطلق الامر ینقسم، والامر المطلق غیر منقسم۔

الثانی: ان الامر المطلق فرد من افراد مطلق الامر، ولا ینعکس۔

الثالث: ان نفی مطلق الامر یتلزم نفی الامر المطلق، دون العکس۔

الرابع: ان ثبوت مطلق الامر لا یتلزم ثبوت الامر المطلق، دون العکس۔

الخامس: ان الامر المطلق نوع لمطلق الامر، ومطلق الامر جنس للامر المطلق۔

من بعض امثلة هذه القاعدة:..... فالایمان المطلق لا یطلق الا علی الکامل الکمال البامور به، ومطلق الايمان یطلق علی الناقص والکامل۔ ولهذا نفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الايمان المطلق عن الزانی وشارب الخمر والسارق، ولم ینف عنه مطلق الايمان۔ فلا یدخل فی قوله: والله ولی المؤمنین [آل عمران: ۶۸] ولا فی قوله: قد افلح المؤمنون [المؤمنون: ۱]

ولا فی قوله: انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم۔ [الانفال: ۲] الی آخر الآیات، ویدخل فی قوله۔ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا [الحجرات: ۹]، وفی قوله صلی اللہ علیہ وسلم: لا یقتل مؤمن بکافر وامثال ذلك، ولهذا کان قوله تعالیٰ: قالت الاعراب آمنا، قل لم تؤمنوا، ولكن قولوا اسلمنا۔ [الحجرات: ۱۳] نفیا للايمان المطلق لا لمطلق الايمان۔۔۔ والمقصود الفرق بین الايمان المطلق ومطلق الايمان، فالایمان المطلق یمنع دخول النار، ومطلق الايمان یمنع الخلود فیہا۔۔۔

واما مطلق الامر۔۔۔ فهو قدر مشترك لمطلق لا عام، فیصدق بفرد من افرادہ۔۔۔ والامر المطلق للوجوب، ومطلق الامر ینقسم الی الواجب والمندوب، والماء المطلق طهور، ومطلق الماء ینقسم الی طهور وغیرہ۔ ترجمہ: مطلق امر اور امر مطلق میں کئی طرح سے فرق ہے۔

(۱) امر مطلق، امر استحباب وغیرہ میں منقسم نہیں ہوتا ہے، لہذا تقسیم کا مورد نہیں ہے۔ اور مطلق امر، امر ایجاب، امر استحباب وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے۔ تو مطلق امر منقسم ہوتا ہے اور امر مطلق منقسم نہیں ہوتا ہے۔

(۲) امر مطلق، مطلق امر کے افراد کا ایک فرد ہے مگر مطلق امر،

امر مطلق کی فرد نہیں۔

(۳) مطلق امر کی نفی، امر مطلق کی نفی کو مستلزم ہے، مگر امر مطلق کی نفی، مطلق امر کی نفی کو مستلزم نہیں۔

(۴) مطلق امر کا ثبوت، امر مطلق کے ثبوت کو مستلزم نہیں مگر امر مطلق کا ثبوت، مطلق امر کے ثبوت کو مستلزم ہے۔

(۵) امر مطلق، مطلق امر کی نوع ہے اور مطلق امر، امر مطلق کی جنس۔

امر مطلق اور مطلق امر کے فرق کی چند مثالیں یہ ہیں: ایمان مطلق کا اطلاق صرف ایمان کامل پر ہوگا جو ذیل کی آیتوں میں مامور بہ ہے۔ اور مطلق ایمان کا اطلاق ایمان ناقص و کامل دونوں پر ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کار، شراب خور اور چور سے ایمان مطلق (کامل) کی نفی فرمائی، مطلق ایمان کی نفی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”وَاللّٰهُ وَلِيّ الْمُؤْمِنِينَ“ اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے [قد افلح المؤمنون۔] بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے [، انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم۔] ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈرجائیں] میں ”زنا کار، شراب خور اور چور“ داخل نہیں ہوں گے۔ اور ”وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا“ [اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں] نیز

ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ“ [حربی کافر کے عوض مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا] اسی طرح کی اور بھی حدیثوں میں داخل ہوں گے۔ اسی وجہ سے ارشاد باری: ”قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا، قُلْ لِمَ تَقُولُوْنَ، وَلٰكِنْ قُولُوْا اِسْلَمْنَا“۔ [گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ: تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم اسلام لائے] میں ایمان مطلق (ایمان کامل) کی نفی ہے، مطلق ایمان کی نفی نہیں۔

ان آیات و احادیث سے مقصود ایمان مطلق اور مطلق ایمان میں فرق کرنا ہے۔ پس ایمان مطلق آدمی کے جہنم میں جانے اور مطلق ایمان، جہنم میں ہمیشہ رہنے سے مانع ہے بہر حال مطلق امر قدر مشترک ہے، عام نہیں۔ اس لیے ایک فرد کے صادق آنے سے بھی صادق آجاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور مطلق امر وجوب، استحباب وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے، اسی طرح ماء مطلق پاک کرنے والا پانی ہے اور مطلق ماء پاک کرنے والے اور پاک نہ کرنے والے پانی میں منقسم ہے۔ رد المحتار ج ۱: ص ۲۸۹ میں ہے:

اعلم ان الماء المطلق اخص من مطلق ماء؛ لاخذ الاطلاق فيه قيذا ولذا صح اخراج البقيد به، واما مطلق ماء فمعناه: ائى ماء كان، فيدخل فيه البقيد المذکور ولا يصح ارادته ههنا۔

ترجمہ: یاد رکھو کہ ماے مطلق، مطلق ماء سے اخص ہے؛ کیوں کہ ماے مطلق میں اطلاق کی قید ہے اسی وجہ سے ماے مقید کو اس سے خارج قرار دینا درست ہے۔ جب کہ مطلق ماء کا مطلب ہے کوئی بھی ماء ہو، جس میں مقید ماء بھی داخل ہے۔ اس لیے یہاں مطلق ماء مراد لینا درست نہیں۔

حضرت علامہ عبید اللہ بن مسعود توضیح ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں:
قال علمائنا رحمهم الله: المطلق ينصرف الى الفرد الكامل، اي: الكامل فيما يطلق عليه هذا الاسم كالماء المطلق لا ينصرف الى ماء الورد.
ترجمہ: ہمارے علمائے نے فرمایا ہے: مطلق سے مراد فرد کامل یعنی لفظ کا اطلاق جس اسم پر ہوتا ہے اس اسم کا فرد کامل۔ لہذا ماے مطلق سے گلاب کا پانی مراد نہیں ہوگا۔

مفسر قرآن علامہ آلوسی روح المعانی ج ۴ ص ۱۷۳ میں، علامہ حموی غمز عیون البصائر ج ۱ ص ۱۳۳ میں اور علامہ خفاجی مصری عنایة القاضی ج ۴ ص ۲۶۳ میں لکھتے ہیں:

ان المطلق ينصرف الى الفرد الكامل لتبادره منه.
ترجمہ: مطلق سے مراد فرد کامل ہوگی؛ کیوں کہ ذہن کا تبادر اسی کی طرف ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ ملا حسن اور محشی مولانا عبد الحکیم ہندوستانی سہی، مگر علامہ قطب الدین شیرازی، علامہ ابن قیم اور علامہ شامی تو ہندوستانی نہیں

ہیں، جن کی بات یہ کہہ کر رد کردی جائے کہ ”مطلق“ کی اصطلاح ہندوستانیوں کی ایجاد کردہ ہے۔ پھر علامہ ابن قیم نے تو اس اصطلاح کا ماخذ حدیث و قرآن ہی کو بتایا۔ تو کیا حدیث و قرآن بھی ہندوستانیوں کی من گھڑت اصطلاح کے مطابق وارد ہوئے ہیں؟ یا للعجب!



زید امام ایمن و علی و ورقہ۔

ترجمہ: ظاہرات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ کی زوجہ مبارکہ جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، آپ کے غلام زید رضی اللہ عنہ، ان کی اہلیہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا و جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ۔

اور

امام ابو منصور عبد القادر بغدادی (م ۴۲۹) در طہ تحریر میں لاتے ہیں :
الصحابۃ علی مراتب : اعلاہم رتبۃ السابقون منہم
الی الاسلام۔

ترجمہ: صحابہ کرام کے کئی مراتب ہیں: مرتبہ میں سب سے اعلیٰ وہ لوگ ہوں گے جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ (زبدہ ص ۴۹)

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں؟

جواب:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ یا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قدیم الاسلام کہا ہے اور بعض حضرات نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔

اعتراف (۲۱):

مصنف ابن شیبہ وابن عساکر میں سالم بن الجعد سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن الحنفیہ سے پوچھا:

هل كان ابو بكر اول القوم اسلاماً؟ قال: لا۔

ترجمہ: کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب قوم میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (زبدہ ص ۴۹)

اور

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں فرمایا ہے:
اول من اسلم علی۔ [سب سے پہلے جو مسلمان ہوا وہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں] (زبدہ ص ۴۹)
اصول الدین ج ۹ ص ۹۸ میں ہے:

اکثر اصحاب التواریخ علی ان علیاً اسلم قبل ابو بکر۔
[اہل تاریخ کے اکثر حضرات کے نزدیک حضرت علی حضرت ابو بکر سے پہلے اسلام لائے]

امام جلال الدین سیوطی نے ہی نقل فرمایا ہے:

قال ابن کثیر: والظاهر ان اهل بيته صلى الله عليه وسلم آمنوا قبل كل احد: زوجته خديجة ومولا زيد وزوجة

زبدۃ التحقیق ہی کے ص ۵۱ و ۵۲ میں ریاض النضرہ کے حوالے سے ہے:

جناب شعبی تابعی کہتے ہیں کہ میں نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ای الناس کان اول اسلام؟ سب لوگوں سے پہلے اسلام لانے والا کونسا شخص تھا؟ جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب فرمایا: تم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول نہیں سنا؟

والثانی التالی المحمود مشہدہ

و اول الناس منهم صدق الرسلا

وہ دوسرے شخص ہیں جن کا وجود پاکیزہ ہے

جنہوں نے سب لوگوں سے پہلے رسولوں کی تصدیق کی (حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے) یہ اشعار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھے۔ سرکارِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد خوشی ہوئی۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اشعار کہنے کو (حضرت حسان رضی اللہ عنہ) کے شعر ہیں مگر دستور کی نظروں میں یہ حدیث تقریری ہے۔ اس پر سرکارِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحسین و آفریں فرمانا اسی معنی کی تاکید مزید ہے۔

پھر بھی محققین فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی پہلے اسلام قبول کئے ہوں تو یہ اس وقت کی بات ہوگی جب ایمان لانا آپ پر فرض نہیں تھا۔ اس وقت آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ دس سال رہی ہوگی، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جوانی میں اسلام قبول کیا تھا جب ایمان لانا آپ پر فرض تھا۔ اور غیر فرض کی

ادائیگی سے فرض کی ادائیگی بہتر ہے۔ اس لیے امام منصور بغدادی کے ارشاد: ”مرتبہ میں سب سے اعلیٰ وہ لوگ ہوں گے جو سب سے پہلے ایمان لائے“ کا مطلب یہ ہے کہ جب مفضل اور مفضل علیہ دونوں پر ایمان لانا فرض یا دونوں پر ایمان لانا غیر فرض ہو۔

اس کے علاوہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کی بنیاد، ان کا قدیم الاسلام ہونا نہیں ہے؛ کیوں کہ قدیم الاسلام ہونا فضل جزئی ہے جو مفضل کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ قدیم الاسلام ہونا اگر فضیلت مطلقہ کی وجہ ہو تو لازم آئے گا کہ من و تو، زید و عمرو، جو باپ، دادا، پردادا، پشتہا پشت سے مسلمان چلے آتے ہیں، وہ صحابہ کرام سے بھی معاذ اللہ! افضل ٹھہریں۔ لہذا، اس کو فضیلت مطلقہ کی بنا قرار دینا فضیلت جزئیہ اور فضیلت مطلقہ کے فرق سے غفلت و اغماض پر مبنی ہے۔



[جو بعض سلف صالحین سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، اس سے مراد نماز کا مکروہ ہونا ہے، کیوں کہ فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کوئی بحث ہی نہیں۔

یہ جمہور اہل سنت کی آراء ہیں۔

بحیثیت سنی حنفی ہونے کے میں نے مبتدع کے پیچھے نماز کے عدم جواز پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ لکھ دیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب ”میزان العقائد“ میں شرح عقائد کے مذکورہ جملے کی شرح میں تحریر فرمایا ہے:

خلف کل بروفاجر اشارة الى انها سواء في الامامة والا لاحاجة لقوله ”بر“ لانه تجوز الصلوة خلفه مطلقاً قطعاً۔
[خلف کل بروفاجر، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دونوں امامت میں برابر ہیں ورنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی کوئی ضرورت نہ تھی ”بر“؛ کیوں کہ اس کے پیچھے نماز مطلقاً و قطعاً درست ہے۔

علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب ”البنایۃ فی شرح الہدایۃ“ ۱- ۹۲ پر رقم طراز ہیں:

اما الفاسق بالتاویل کمن یسب السلف الصالح فعنه روایتان، وعن احمد فیہ روایتان فی جواز الاقتداء به مطلقاً، اصحبها المنع۔ و قلنا نحن و الشافعی بجواز

اعتراض (۲۲):

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ٹکڑا رو بدکار مسلمان کی اقتدا میں نماز پڑھ لینے کا حکم دیا ہے اور صحابہ کرام نے فاسقان زمانہ کی اقتدا میں نمازیں پڑھی ہیں لیکن کیا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسق و بدعتی کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ”زبدۃ التحقیق“ ص ۱۴۱ تا ۱۴۵ میں مختلف کتابوں کی درج ذیل عبارتیں:

شرح عقائد ص ۱۱۵ پر ہے:

تجوز الصلاة خلف كل بروفاجر؛ لقوله عليه السلام :
صلوا خلف كل بروفاجر؛ لان علماء الامة كانوا يصلون
خلف الفسقة واهل الاهواء والبدع من غير تكبر۔
ترجمہ: ہر نیک و بد کے پیچھے نماز درست ہے؛ کیوں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہر اچھے اور برے مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو اور اس وجہ سے کہ امت کے علما فاسقوں، اہل ابھوا اور اہل بدعت کے پیچھے بغیر انکار کے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

وما نقل عن بعض السلف منع المنع خلف المبتدع
فمحمول على الكراهية اذلا كلام في كراهية الصلوة
خلف الفاسق والمبتدع۔

امامتہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ”صلوا خلف کل برو فاجر“ ولان ابن عمرو انساً وغیرہما من الصحابة رضی اللہ عنہم والتابعین صلوا خلف الحجاج الجمعة وغیرہما مع انه افسق اهل زمانہ۔

ترجمہ: رہی بات اس فاسق کی جو تاویل کرتا ہے جیسا کہ وہ سلف صالحین کو سب کرتا ہے، امام مالک سے اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں اور امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں تو مطلقاً جواز ہے مگر صحیح روایت کے مطابق منع ہے۔ ہم نے (احناف نے) اور امام شافعی نے اس کی امامت کو جائز قرار دیا ہے، کیوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر اچھے اور برے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو؛ کیوں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم نے حجاج بن یوسف کے پیچھے جمعہ اور دوسری نمازیں پڑھیں باوجودے کہ وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا فاسق تھا۔

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر علامہ بدرالدین عینی خامہ فرسائیں:

وكان ابن مسعود يصلي خلف الوليد بن عقبة صلوٰۃ الجمعة وسائر الصلوات وكان الوليد واليا بالكوفة وكان فاسقا حتى صلي بالناس يوما وهو سكران۔

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ولید بن عقبہ کے پیچھے جمعہ کی نماز

اور دوسری نمازیں پڑھا کرتے تھے جب کہ ولید بن عقبہ کوفے کا گورنر تھا اور فاسق تھا حتیٰ کہ اس نے لوگوں کو ایک دن نماز پڑھا دی جب کہ وہ نشے میں مخمور تھا۔

علامہ بدرالدین عینی اپنی انہی توضیحات میں اسی کتاب کے ص ۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

فأصل الجواب ان من كان من اهل قبلتنا ولم يعمل في قوله حتى لم يحكم بكفره تجوز الصلوٰۃ خلفه۔

[ان سبھی سوالات کا اصل جواب یہ ہے کہ جو ہمارے اہل قبلہ میں سے ہو اور کوئی ایسی بات نہ کرے کہ اس کے کفر کا حکم کیا جائے اس کے پیچھے نماز ”درست ہوگی“۔

(چند سطروں کے بعد)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر بدرالدین عینی تحریر فرماتے ہیں:

وروى عن محمد بن ابی حنیفۃ وابی یوسف ان الصلوٰۃ خلف اهل الاهواء لا تجوز۔

ترجمہ: امام محمد نے ابوحنیفہ و ابو یوسف رحمہم اللہ سے روایت کیا: اہل اہواء کے پیچھے نماز ”درست نہیں“۔

نقل کی گئی ہے،

اور آخر میں علامہ بدرالدین عینی کی دونوں عبارتوں میں ”تجوز“ کا ترجمہ ”درست ہوگی“ اور ”لا تجوز“ کا ترجمہ ”درست نہیں“ کیا ہے۔ اسی طرح ”میزان العقائد“ کی عبارت ”تجوز الصلوٰۃ خلفه مطلقاً“ کا بھی ترجمہ ”اس

کے پیچھے نماز مطلقاً درست ہے، کیا گیا ہے، اور فرمایا گیا ہے:

(۱) چوں کہ ہم لوگ سنی حنفی ہیں ہمارے امام صاحب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کسی بھی مبتدع کے پیچھے نماز کو جائز قرار نہیں دیتے لہذا ہم کسی مبتدع کے پیچھے نہ ہی نماز پڑھتے ہیں اور نہ جائز قرار دیتے ہیں۔ (ص ۱۴۵)

(۲) بحیثیت سنی حنفی ہونے کے میں نے مبتدع کے پیچھے نماز کے عدم جواز پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ لکھ دیا ہے۔ (ص ۱۴۲)

جواب:

یہ دراصل عربی زبان کے لفظ ”جواز“ سے متعلق فقہائے کرام کے اطلاقات، نظریں نہ رہنے یا ان اطلاقات میں غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

فقہ میں یہ لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہے:

(۱) حلت و اباحت:

درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدين و العتیین لا الدعاء للسلطان، وجوزہ القہستانی۔

خطبہ میں خلفائے راشدین اور حضور کے دونوں چچا حمزہ و عباس کا ذکر کرنا مستحب ہے، بادشاہ کے لیے نہیں۔ قہستانی نے بادشاہ کے لیے دعا کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

اس کے تحت رد المحتار ج ۳، ص ۲۰ میں ہے:

عبارتہ: ثم يدعوا لسلطان الزمان بالعدل والاحسان۔

[قہستانی کی عبارت یہ ہے: اس کے بعد اس زمانے کے

بادشاہ کے لیے عدل و احسان کرنے کی دعا کرے۔]

یہاں عدم جواز کے معنی ہوں گے حلال و مباح نہیں۔ جو مکروہ تحریمی سے عام ہے یعنی مکروہ تحریمی و حرام دونوں پر عدم جواز کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ (۲) صحت و درستگی:

بحر الرائق ج ۲، ص ۷۴ میں ہے:

ذكر القاضی الاسبیجانی: ان البیع وقت النداء مکروہ للآیۃ ولو فعل کان جائزاً۔

[قاضی اسبیجانی نے بیان کیا ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت

خرید و فروخت کرنا آیت کریمہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ کسی نے

کر لیا تو بیع صحیح ہوگی]

یہاں عدم جواز کے معنی ہوں گے صحیح و درست نہیں۔

(۳) نفاذ:

تنویر الابصار باب الکفاءة میں ہے۔

امرہ بتزویج امرأۃ فزوجه امة جائز، ای: نفذ؛ لان الکلا

مثمہ فی النفاذ، لافی الجواز۔

[کسی نے دوسرے سے کہا: کسی عورت سے میرا نکاح

کردو، اس نے باندی سے کر دیا تو جائز ہے یعنی نافذ ہے

؛ کیوں کہ نفاذ کی بات ہو رہی ہے نہ کہ جواز کی۔

یہاں عدم جواز کے معنی ہوں گے نافذ نہیں۔

(۴) لزوم:

غزالیون، کتاب المداينات میں ہے:

”لوجاز“ ای: لزوم تأجيله لزوم ان يمنع المقرض عن مطالبته

قبل الاجل ولا جبر على المتبرع۔

[”لوجاز“ یعنی اگر مہلت لازم ہو تو لازم ہے کہ قرض خواہ

کو مدت پوری ہونے سے پہلے مطالبہ سے منع کیا جائے

حالاں کہ قرض دے کر تبرع کرنے والے پر جبر نہیں ہو سکتا۔]

یہاں عدم جواز کے معنی ہوں گے لازم نہیں۔

تنبیہ: صحت و درستگی اور حلت و اباحت میں عموم و خصوص کی نسبت

ہے۔ صحت و درستگی عام ہے اور حلت و اباحت خاص اور خاص کی نفی سے عام کی نفی

ضروری نہیں۔ اس لیے جواز بمعنی صحت، عدم جواز بمعنی حلت کا منافی نہیں۔ بلکہ

ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز ناجائز ہو اور صحیح بھی۔

بحر الرائق، فصل فی المحرمات میں ہے:

یراد بعدم الجواز عدم الحل ای: عدم حل ان یفعل

وهو لا ینافی الصحة۔

[کبھی ”حلال نہیں“ بول کر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ یہ ”صحیح نہیں و

درست نہیں؛ کیوں کہ ”حلال و مباح نہیں“ اس کے ”صحیح و

درست“ ہونے کا منافی نہیں ہے۔]

اسی کی ج ۲ ص ۲۷۴ میں ہے:

البيع وقت الاذان جائز، لكنه مكروه فان المراد

بالجواز الصحة، لا الحل۔

[جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت جائز تو ہے مگر مکروہ؛

کیوں کہ جواز کے معنی صحت و درست کے ہیں، حلال و مباح

کے نہیں]

اسی لیے شرح عقائد میں فرمایا گیا ہے:

و مانقل عن بعض السلف منع خلف المبتدع

فمحمول على الكراهية؛ اذ لا كلام في كراهية الصلوة

خلف الفاسق والمبتدع۔

[بعض اسلاف سے منقول ہے کہ بدعتی کی اقتدا کرنا منع ہے

تو منع کا لفظ کراہیت پر محمول ہے؛ کیوں کہ بدعتی اور فاسق کی

اقتدا میں نماز پڑھنے کی کراہیت میں کوئی کلام ہی

نہیں ہے۔]

جیسا کہ ”زبدہ“ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

نتیجہ:

حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت مطلقہ مسلمانوں کا جمہوری اور اہل سنت کا

اجماعی مسلک ہے، جو ضروریات اہل سنت میں داخل ہے۔ اس لیے جو اس کا

منکر ہوگا، وہ اہل سنت سے خارج قرار پائے گا۔

مجمع الانهرج ۱ ص ۱۰۸ میں ہے:

ان فضل علیا فہو مبتدع۔

[حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر سے حضرت علی رضی اللہ عنہم کو افضل سمجھنے والا گمراہ ہے۔]

بزاز ج ۳ ص ۳۱۹ میں ہے :

ان کان یفضل علیا کرم اللہ وجہہ علیہما فہو مبتدع۔
[اگر کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔]

مجموعہ رسائل سید ابن عابدین ص ۵۹ میں ہے :

ان کان یفضل علیا علیہما فہو مبتدع۔
[اگر کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ

عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔]

عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۲ میں ہے :

ان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علی ابی بکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ لایکون کافرا الا انہ مبتدع۔

[اگر کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو افضل مانے تو وہ گمراہ ہوگا، کافر نہیں۔]

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ)، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷

میں ہے :

انکار نہ کند فضیلت شیخین را بر باقی صحابہ مگر جاہل یا متعصب۔

ترجمہ: باقی صحابہ پر حضرت ابوبکر و عمر کی فضیلت کا انکار وہی

کرے گا جو جاہل یا متعصب ہوگا۔

اسی میں ہے :

کسے کہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیق گوید از جرگہ
اہل سنت می بر آید --- اجماع سلف بر افضلیت حضرت
صدیق بر جمیع بشر بعد از انبیا علیہم الصلوٰات والتسلیمات منعقد
گشتہ است۔ احمقے باشد کہ تو ہم خرق اجماع نماید۔

ترجمہ: جو شخص امیر المؤمنین حضرت علی کو حضرت صدیق اکبر
سے افضل سمجھے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ انبیا
علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے بعد حضرت صدیق اکبر کے
تمام انسانوں سے افضل ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔
کوئی احمق ہی ہوگا جو اس اجماع کو توڑنے کا وہم کرے گا۔

نیر دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۶ میں ہے :

افضلیت شیخین یقینی است و افضلیت حضرت عثمان دون اوست۔
اما حوط آنست کہ منکر افضلیت حضرت عثمان را، بلکہ منکر افضلیت
شیخین را نیز حکمہ بکفر نہ کنیم، و مبتدع و ضال دانیم۔
آن کہ ہمہ را برابر داند و فضل یکے بر دیگرے فضول انگارد، عجب
بوالفضولے کہ اجماع اہل حق را فضولے داند، مگر لفظ فضل اورا
بایں فضولے بردہ است۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت یقینی ہے اور

حضرت عثمان کی افضلیت اس سے کم درجے کی۔ احوط یہی ہے

مآخذ و مصادر

شماره	کتاب	تالیف
۱	قرآن کریم	تنزیل من اللہ
۲	اصول الفقہ	عیاض بن نامی السلمی
۳	الاجماع فی الشریعۃ الاسلامیۃ	رشدی علیان
۴	اصول الشاشی	نظام الدین شاشی [م ۳۴۴]
۵	قمر الاقمار	عبدالحلیم لکھنوی [۱۲۳۹-۱۲۸۵]
۶	خلاصۃ الافکار	زین الدین قاسم حنفی [م ۸۷۹]
۷	فتاویٰ عزیز	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [۱۱۵۹-۱۲۳۹]
۸	معالم اصول الفقہ	محمد بن حسین الحیزانی
۹	مواقف	قاضی عضد الدین ایبکی [م ۷۵۶]
۱۰	فواتح الرحموت	بحر العلوم عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی
۱۱	المعتمد المستند	امام احمد رضا [۱۲۷۲-۱۳۴۰]
۱۲	الجود الخلو	ایضاً
۱۳	حاشیہ منہیہ	ایضاً
۱۴	مختصر المنار	طاہر بن حسن حلبی [م ۸۰۸]
۱۵	علم الصیغہ	مفتی عنایت احمد کاکوروی [۱۲۲۸-۱۲۷۹]
۱۶	مواقف	قاضی عضد الدین ایبکی [م ۷۵۶]

کہ ہم حضرت عثمان بلکہ حضرات شیخین کی افضلیت کے منکر کی بھی تکفیر نہ کریں، بدعتی و گمراہ سمجھیں۔ جو شخص سب کو برابر سمجھے ایک پر دوسرے کی افضلیت کو فضول مانے، عجب بوالفضولی ہے کہ اہل حق کے اجماع کو فضول سمجھتا ہے۔ شاید لفظ فضول (جو فضول کی اصل ہے) اسے اس فضولی (بے کار بات کہنے) تک لے آیا ہے۔

لیکن بطور تنزل مان بھی لیا جائے کہ یہ، اہل سنت کا اجماعی نہیں، جمہوری ہی مسلک ہے۔ تو بھی کیا دانستہ جمہور اہل سنت کے خلاف اعتقاد، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "اتبعوا السواد الاعظم؛ فانہ من شذوذ فی النار" [سواد اعظم کی اتباع کرو؛ کیوں کہ جو جمہور سے الگ راہ چلے گا وہ جہنم میں جائے گا۔] (المستدرک للحاکم) کا مصداق بننا نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس مقام تک پہنچ کر میں سمجھ رہا ہوں کہ بقدر کفایت مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اب مزید خامہ فرسائی تکلیف دہ طوالت کا باعث ہوگی۔ اس لیے زبان قلم کو خاموش کرتا ہوں اور دعا کی درخواست کے ساتھ قارئین سے رخصت چاہتا ہوں۔ والسلام

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

۱۷ شرح مواقف	سید شریف علی بن محمد جرجانی [م ۸۱۲]	۳۷ منہاج شرح مسلم	امام تکی بن شرف نووی [۶۳۱-۶۷۶]
۱۸ حاشیہ خیالی	علامہ خیالی	۳۸ فتح الباری شرح بخاری	امام ابن حجر عسقلانی [۷۷۲-۸۵۲]
۱۹ حاشیہ ملا عبد الحکیم	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی [۹۶۸-۱۰۶۷]	۳۹ شرح التبصرہ والتذکرہ	امام زین الدین عراقی [م ۸۰۶]
۲۰ تفسیر روح المعانی	شہاب الدین احمد آلوسی [م ۱۲۷۰]	۴۰ الوصیۃ الکبریٰ	علامہ ابن تیمیہ [۶۶۱-۷۲۸]
۲۱ تقریرات رافعی علی رد المحتار	شیخ عبد القادر رافعی [م ۱۳۲۳]	۴۱ تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی [م ۹۱۱]
۲۲ عنایۃ القاضی علی البیضاوی	شہاب الدین خفاجی حنفی [۹۷۷-۱۰۶۹]	۴۲ صواعق محرقة	علامہ ابن حجر ہیتمی [م ۹۷۴]
۲۳ حاشیۃ القنوی علی البیضاوی	عصام الدین اسماعیل حنفی [م ۱۱۹۵]	۴۳ عقیدۃ اہل السنۃ	ناصر بن علی عائض
۲۴ التوضیح فی حل غوامض التفتیح	عبد اللہ بن مسعود تاج الشریعہ [م ۷۷۷]	۴۴ سبع سنابل	میر عبد الواحد بلگرامی [۹۱۵-۱۰۱۷]
۲۵ تکمیل الایمان	شیخ محقق عبد الحق دہلوی [۹۵۹-۱۰۵۲]	۴۵ مخ الروض	ملا علی قاری حنفی [م ۱۰۱۴]
۲۶ کفایۃ الطالب الربانی	ابو الحسن علی بن محمد مصری [۸۵۷-۹۳۹]	۴۶ لوامع الانوار	محمد بن احمد حنبلی سفارینی [م ۱۱۸۸]
۲۷ مسند امام احمد	مجتہد مطلق امام احمد بن حنبل [۱۶۴-۲۴۱]	۴۷ المستصفی	امام غزالی شافعی [۴۵۰-۵۰۵]
۲۸ سنن داری	امام ابو محمد عبد اللہ دارمی [۱۸۱-۲۵۵]	۴۸ مفاتیح الغیب (تفسیر گبیر)	امام فخر الدین رازی [۵۴۴-۶۰۶]
۲۹ نبراس	علامہ محمد عبد العزیز فرہاری	۴۹ معالم التنزیل (تفسیر بغوی)	حسین بن مسعود بغوی [۴۳۶-۹۵۱۶]
۳۰ شرح مقاصد	شیخ سعد الدین تفتازانی [م ۷۹۳]	۵۰ سنن ترمذی	ابو عیسیٰ محمد ترمذی [۲۰۹-۲۷۹]
۳۱ البحر الرائق	فقہ ابن نجیم حنفی مصری [م ۹۷۰]	۵۱ سنن ابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ [۲۰۹-۲۷۳]
۳۲ المدوۃ	مجتہد مطلق امام مالک بن انس [۹۳-۱۷۹]	۵۲ کنز العمال	علاء الدین علی متقی [م ۹۷۷]
۳۳ مناقب الشافعی	امام ابوبکر احمد بیہقی [۳۸۴-۴۵۸]	۵۳ بخاری شریف	محمد بن اسماعیل بخاری [۱۹۴-۲۵۶]
۳۴ الاعتقاد	ایضاً	۵۴ عمدۃ القاری شرح بخاری	محمود بن احمد بدر الدین عینی [م ۸۵۵]
۳۵ الجامع فی العلل	مجتہد مطلق امام احمد بن حنبل [۱۶۴-۲۴۱]	۵۵ سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث [۲۰۲-۲۷۵]
۳۶ المفہم	علامہ شمس الدین قرطبی [۶۰۰-۶۷۱]	۵۶ فضائل الصحابہ	مجتہد مطلق امام احمد بن حنبل [۱۶۴-۲۴۱]

۵۷ الحجة فی بیان الحجۃ

ابوالقاسم اسماعیل اصہبانی [م ۵۳۵]

۵۸ غنیۃ الطالبین

غوث اعظم عبدالقادر جیلانی [۵۶۱-۴۷۰]

۵۹ عقائد نسفیہ

نجم الدین نسفی [۵۳۷-۴۶۱]

۶۰ لمعة الاعتقاد

موفق الدین ابن قدامہ حنبلی [۶۲۰-۵۴۱]

۶۱ قواعد العقائد

امام غزالی شافعی [۵۰۵-۴۵۰]

۶۲ الاسالیب البدیعة

یوسف بن اسماعیل مہبانی [م ۱۳۵۰]

۶۳ الاستیعاب

ابو عمر ابن عبدالبر مالکی [م ۴۶۳]

۶۴ الاستذکار

ایضاً

۶۵ التعرف

ابوبکر محمد بن اسحاق کلابازی [م ۳۸۰]

۶۶ بحر الفوائد

ایضاً

۶۷ مرآة الجنان

ابومحمد عقیف الدین یافعی [م ۷۸۸]

۶۸ فتوح الغیب

شرف الدین حسین طبری [م ۷۴۳]

۶۹ خطبة الكتاب المومل

ابوالقاسم شہاب الدین دمشقی [م ۶۶۵]

۷۰ نظم الدرر

ابراہیم بن عمر بقالی [م ۸۸۵]

۷۱ الحبا تک فی اخبار الملائک

امام جلال الدین سیوطی [م ۹۱۱]

۷۲ تفسیر سراج المنیر

شمس الدین الشربینی [م ۹۷۷]

۷۳ الیواقیت والجواهر

امام عبدالوہاب شیرازی [م ۹۷۳]

۷۴ کتاب البحر وحین

محمد بن حبان تیمی [۳۵۴-۲۷۰]

۷۵ تاریخ الاسلام

امام شمس الدین ذہبی [۷۴۸-۶۷۳]

۷۶ تقریب التہذیب

امام ابن حجر عسقلانی [۸۵۲-۷۷۲]

۷۷ الضعفاء والمجروحین

امام ابن شعیب النسائی [۳۰۳-۲۱۵]

۷۸ سوالات البرذعی

ابوزرعه عبید اللہ رازی [م ۲۶۴]

۷۹ الجرح والتعديل

ابن ابی حاتم رازی [۳۲۷-۲۴۰]

۸۰ الکاشف

امام شمس الدین ذہبی [۷۴۸-۶۷۳]

۸۱ تہذیب الکمال

جمال الدین مزی [۷۴۲-۶۵۴]

۸۲ میزان الاعتدال

امام شمس الدین ذہبی [۷۴۸-۶۷۳]

۸۳ مرقاۃ المفاتیح

ملا علی قاری حنفی [۱۰۱۴]

۸۴ لسان المیزان

امام ابن حجر عسقلانی [۸۵۲-۷۷۲]

۸۵ الکامل فی ضعفاء الرجال

ابو احمد بن عدی جرجانی [۳۶۵-۲۷۷]

۸۶ حاشیۃ سنن ترمذی

علی بن سلیمان مالکی [۱۳۰۶-۱۲۳۴]

۸۷ حاشیۃ ابن ماجہ

عبدالغنی دہلوی شافعی

۸۸ اشعة اللمعات

شیخ محقق عبدالحق دہلوی [۱۰۵۲-۹۵۹]

۸۹ حاشیۃ العدوی علی کفاۃ الطالب

ابوالحسن علی بن احمد عدوی [۱۱۸۹-۱۱۱۲]

۹۰ نقض المنطق

علامہ ابن تیمیہ [۷۲۸-۶۶۱]

۹۱ الامام ابن حزم الظاہری

محمد عبداللہ ابو صعلیک

۹۲ المسائرۃ

کمال الدین ابن ہمام [م ۸۷۹]

۹۳ شرح فقہ اکبر

بحر العلوم عبدالعلی فرنگی محلی [۱۲۲۵-۱۱۴۲]

۹۴ لمعات لتقیح

شیخ محقق عبدالحق دہلوی [۱۰۵۲-۹۵۹]

۹۵ مناقب ائمہ

قاضی ابوبکر باقلانی مالکی [۴۰۲-۳۳۸]

۹۶ قرۃ العینین

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [۱۱۷۴-۱۱۱۴]

- | | | | |
|-----------------------------|---|-----------------------------|---|
| ۹۷ المواہب اللدنیہ | امام احمد بن محمد ابو بکر قسطلانی [م ۹۲۳] | ۱۱۷ اتحاد السادة المتقين | سید مرتضیٰ حسین زبیدی مصری [۱۱۴۵-۱۲۰۵] |
| ۹۸ فیض القدير شرح جامع صغير | علامہ عبدالرؤف مناوی [م ۱۰۳۱] | ۱۱۸ حلیۃ الاولیا | ابونعیم اصفہانی [۳۳۶-۴۳۰] |
| ۹۹ خصائص کبریٰ | امام جلال الدین سیوطی [م ۹۱۱] | ۱۱۹ آداب المریدین | شیخ ابوالنجیب سہروردی [۵۶۳-۴۹۰] |
| ۱۰۰ انموذج اللیب | ایضاً | ۱۲۰ شرح آداب المریدین | مخدوم بہار شرف الدین یحییٰ منیری [م ۷۸۶] |
| ۱۰۱ الاصابۃ | امام ابن حجر عسقلانی [۷۷۲-۸۵۲] | ۱۲۱ مکتوبات امام ربانی | امام ربانی مجدد الف ثانی [م ۱۰۳۴] |
| ۱۰۲ اسد الغابہ | ابن الاثیر جزری [۵۵۵-۶۳۰] | ۱۲۲ شرح لمعة الاعتقاد | خالد بن عبد اللہ |
| ۱۰۳ شرح عقائد نسفیہ | علامہ سعد الدین قفٹازانی [م ۷۹۳] | ۱۲۳ شرح لمعة الاعتقاد | یوسف بن محمد علی غفص |
| ۱۰۴ بنایہ شرح ہدایہ | بدر الدین محمود عینی حنفی [م ۸۵۵] | ۱۲۴ مجموعہ رسائل ابن عابدین | ابن عابدین شامی [۱۱۹۸-۱۲۵۲] |
| ۱۰۵ میزان العقائد | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [۱۱۵۹-۱۲۳۹] | ۱۲۵ مجمع الانہر | شیخ زادہ عبدالرحمن بن محمد [م ۱۰۷۸] |
| ۱۰۶ رد المحتار | ابن عابدین شامی [۱۱۹۸-۱۲۵۲] | ۱۲۶ فتاویٰ بزازیہ | محمد بن محمد شہاب کردری بزازی [م ۸۲۷] |
| ۱۰۷ تنویر الابصار | محمد بن عبد اللہ تہرانی [م ۱۰۰۴] | ۱۲۷ فتاویٰ حدیثیہ | امام احمد بن محمد ابن حجر پتیمی شافعی [م ۹۷۴] |
| ۱۰۸ الدر المختار | محمد علاء الدین حصکفی [۱۰۲۵-۱۰۸۸] | ۱۲۸ فتاویٰ عالمگیری | علامہ نظام الدین ودیگر مرتبین |
| ۱۰۹ اشباہ ونظائر | ابن نجیم مصری حنفی [م ۷۷۰] | ۱۲۹ بدائع الفوائد | علامہ ابن قیم [م ۷۵۱] |
| ۱۱۰ ہدایہ | امام برہان الدین مرغینانی [۵۳۰-۵۹۳] | ۱۳۰ قطبی | علامہ قطب الدین رازی |
| ۱۱۱ الانتصار | ابوالحسن تہجدی یمنی شافعی [م ۵۵۸] | ۱۳۱ ملا حسن | علامہ حسن اودھی |
| ۱۱۲ فضائل الخلفاء الاربعہ | ابونعیم اصفہانی [م ۴۳۰] | | |
| ۱۱۳ المحاسن والمساوی | ابراہیم ہیثمی [م ۳۲۰] | | |
| ۱۱۴ سبل الہدی والرشاد | محمد بن یوسف شامی [م ۹۴۲] | | |
| ۱۱۵ کشف المحجوب | حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری [م ۴۶۵] | | |
| ۱۱۶ سیر الاولیا | خواجہ سید محمد بن مبارک امیر خوردر کرمانی | | |



<http://t.me/Tehqiqat>